المسائل المهمة

فیما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد پنجم

کلماتِ دعائیہ :

مد ظلہ العالی

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب :

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر :

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

نام کتاب	:	المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة
کلماتِ دعائیہ	:	حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم
تحریک وتحریض	:	حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
ترتیب	:	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
تحقیق وتخریج	:	معاون مفتیان کرام دارالافتاء
کمپوزنگ وتصحیح	:	مفتی عبدالمتین کانڑگانوی
طبع دوم	:	۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء
صفحات	:	۳۲۱
قیمت	:	
باہتمام	:	ابوحمزہ وستانوی
ناشر	:	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556
E-mail jafarmilly@gmail.com
fatawaakkalkuwa@gmail.com
http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

کلماتِ دعائیہ

خادم کتاب وسنت حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم

رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

قال النبي ﷺ :

" لكل شيء دعامة ، ودعامة الإسلام الفقه في الدين "

''ہر چیز کا ایک ستون ہے جس پر اس کا دارومدار ہے، اور دین اسلام کا ستون فقہ فی الدین ہے''۔(کنز العمال: ۱۰/ ۷۷، رقم الحدیث: ۲۸۹۲۰)

ہر زمانہ میں فقہ وفتاوی کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور سماج ومعاشرہ کی اصلاح وانقلاب کا اسے ایک مؤثر ذریعہ سمجھا گیا۔

آج کے اس پُرفتن، خدا بیزار، علوم اسلامیہ سے نہ صرف عدم واقفیت، بلکہ ایک حد تک اسلامی اقدار کے باغی معاشرہ اور سماج میں، بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں اور زبردست انقلابات رونما ہوئے، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے نئے اُفق پیدا کیے، اور اب دنیا گلوبلائزیشن (Globalization) کی دنیا کہی جانے لگی، معاشی اور اقتصادی امور میں، نت نئی ترقیات نے جہاں نئے نئے مسائل لا کھڑے کردیئے، وہیں ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادات نے فکری ونظری، تہذیبی وثقافتی جنگوں کے محاذ کھول دیئے، اب جو لوگ شریعت اسلامیہ کو اپنی معاشرت، تجارت، اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سیکڑوں مسائل آکھڑے ہیں، جن کے بارے میں وہ علماء اسلام واصحابِ افتاء کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں، کہ کیا یہ جائز ہیں یا ناجائز؟

اس اہم موڑ پر ان کی رہنمائی ورہبری علماء شریعت پر فرض ہے، اسی فرض کی انجام دہی کے لیے جامعہ نے ۵؍سال قبل ” قسم الإفتاء ودار الإفتاء “ قائم کیا، تاکہ امت کو موجودہ حوادث ومسائل کا شرعی حل مل جائے، اور اس عظیم ذمہ داری کے بارِ گراں کو اٹھانے کے لیے، ملک ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے علماء بھی تیار ہوں۔

الحمد للہ! امسال ۱۰؍فضلائے جامعہ اس شعبہ میں زیر تعلیم وتربیت رہے، اس شعبہ کی دیگر تعلیمی وتربیتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ، پورے سال ایک مشغولیت یہ بھی رہی کہ جن مسائل میں لوگوں کا ابتلاء عام ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کی پوری صورت قلمبند کرکے، اس پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ، اور قواعد کی روشنی میں حکم شرعی کی تطبیق کے بعد، وہ اسے جامعہ کی مساجد (مسجد میمنی، مسجد السلام وغیرہ) میں بعد نماز ظہر ومغرب سنانے کا اہتمام کرتے رہے۔

اب انہیں مسائل کا مجموعہ: ﴿**المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة**﴾ کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے، میں نے ان مسائل کو مسجد میمنی میں سنا، ان کو عوام وخواص کے لیے بے انتہا مفید پایا، اور ان کو شائع کرنے کی اجازت دی، میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسے قبولیتِ عامہ عطا فرمائے، اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، نیز مرتّب، اور ان کے تمام رفقائے کار کو دنیا وآخرت میں فلاح ونجاح نصیب فرماکر خدمتِ دین کے لئے تاعمر قبول فرمائے۔ ربنا تقبل منا إنک أنت السميع العليم وتب علينا إنک أنت التواب الرحيم . (آمین)

۲۵؍۷؍۱۴۳۳ھ۔م-۱۶؍۶؍۲۰۱۲ء

ایک اہم وضاحت

مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
ناظمِ تعلیمات جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم﴾ ''تم لوگ اس (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔''

(سورۃ الأعراف:۳)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: '' لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبعًا لما جئت به''.

(کنزالعمال : ۱/ ۱۲۱)

آیتِ مبارکہ میں '' ما '' عموم کے لیے ہے، جو تمام مصادرِ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ کو شامل ہے، ہمارے فقہاء کرام کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا کہ وہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ صحیح ہی سے مسائل کا استخراج واستنباط کرتے رہے، اور پچھلی چودہ صدیوں سے اسی طرح حلال وحرام کی معرفت حاصل کیجاتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے......!!

- رسولِ عربی، آقا مدنی ﷺ کو جن کے ذریعہ ہمیں مصادرِ شرعیہ عطا ہوئے۔
- حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جنہوں نے علوم وحی کو پوری امانتداری کے ساتھ اپنے بعد والوں تک پہنچا دیا۔
- حضرات فقہاء کرام، مفسرین ومحدثین عظام اور علماء دین کو جنہوں نے کمالِ احتیاط اور نظم وضبط کے ساتھ اصول وقواعد کو مدِ نظر رکھ کر بے شمار مسائل کو حل فرمایا۔

الحمدللہ! جامعہ میں تقریباً ۵؍سال قبل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، اول یوم سے ہی یہ کوشش کی گئی کہ اس سے امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے، اور ہر ممکن طریقہ سے امت کو حلال وحرام سے واقف کرایا جائے، اسی کے پیشِ نظر یہ کتاب ﴿**المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة**﴾ کی طباعت عمل میں آرہی ہے، جو سلسلۂ مسائلِ مہمہ کی پانچویں کڑی ہے، سالِ گزشتہ مسائل مہمہ کی جلد رابع شائع ہوکر منظر عام پر آچکی، عوام وخواص نے اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا، لہٰذا اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا، اور اب اس کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، آئندہ بھی ان شاء اللہ ہر سال عوام وخواص کو پیش آمدہ مسائل تحقیق، تخریج اور تطبیق کے بعد پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہے گی، قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں، تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابی سے سرخرو ہوجائیں، اور ائمۂ مساجد سے بھی امید کی جاتی ہے کہ وہ اس جانب متوجہ ہوں گے، اور فضائل کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی امت کو آگاہ کریں گے۔

اس کتاب میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی کہ ہر مسئلہ کو خوب سے خوب مدلل کیا جائے، اور مسئلہ کے لیے بطورِ دلیل قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول ﷺ کو بعد از تتبع پیش کیا جائے، اور ساتھ ہی ساتھ فقہاء امت کی تصنیفات وتالیفات سے بھرپور تعاون حاصل کرتے ہوئے، جزئیاتِ فقہیہ سے بھی تقویت دی جائے، تاکہ مسئلہ بالکل منقیٰ ومجلیٰ ہوکر سامنے آجائے۔

اللهم وفقنا لماتحب وترضى . (آمین)

محمد حذیفہ وستانوی

۲۵؍۷؍۱۴۳۳ھ/م-۱۶؍۶؍۲۰۱۲ء

افتتاحیہ

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿**إن الدين عند الله الإسلام، ومن يبتغ غير الإسلام دينًا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين**﴾۔ ’’اور جو کوئی اسلام کے سواء کسی اور دین کو تلاش کرے گا، سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔‘‘ (آل عمران:۸۵)

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ’’**تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك**‘‘۔ ’’میں نے تم کو ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے، اور میرے بعد اس سے وہی شخص انحراف کرے گا، جو تباہ و برباد ہوگا۔‘‘ (اتحاف السادۃ:۱/۱۸۲)

آیت قرآنی و حدیث نبوی دونوں سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں گی کل قیامت کے دن وہی لوگ، کامیاب وکامران، اور شاداں وفرحاں ہوں گے، اور جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر گزریں گی وہ لوگ سخت نقصان وخسارہ میں ہوں گے، اسلامی تعلیمات کی اسی اہمیت وضرورت کے پیش نظر رسول عربی ﷺ نے طلب علم دین کو ہر مسلم مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے، جن لوگوں نے عمر کے اس مرحلہ میں علم دین حاصل نہیں کیا جس میں عموماً علم دین

حاصل کیا جاتا ہے، انہیں دینی تعلم سے آراستہ کرنے اور ان کی زندگیوں کو اسلامی زندگیاں بنانے کے لیے وارثین انبیاء اور بزرگان دین نے بڑی محنتیں اور کوششیں فرمائی ہیں، اور آج بھی یہ محنتیں مختلف انداز و جہتوں سے جاری وساری ہیں۔

علوم اسلامیہ اور احکام شرعیہ کی تعمیم وتشہیر میں مساجد کا بڑا کردار ورول رہا ہے، اور آج بھی مسجدیں اپنے اس اہم کردار کو ادا کررہی ہیں، جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جمعہ واعیاد کے موقع پر علماء اسلام وخطباء عظام، مسلمانوں کے جم غفیر کے سامنے موقع محل، موسم اور حالات کے عین مطابق اسلامی ہدایات اور شرعی احکام بیان فرماتے ہیں، جس سے امت کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے، اور وہ از سرنو اپنے اعمال وزندگیوں کا جائزہ لے کر راہ مستقیم پر چلنے کا عزم وارادہ کرلیتے ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس سے بہت سارے لوگوں کی زندگیوں میں بڑا انقلاب برپا ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب ﴿المسائل المهمة في ما ابتلت به العامة﴾ جلد خامس جو ۲۲۵ ؍ محقق ومدلل، ان مسائل پر مشتمل ہے، جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور روزمرہ زندگی میں عام لوگوں کا ان میں ابتلاء ہے، اس کی طباعت میں بھی یہی جذبۂ خیر کارفرما ہے۔

اس سے قبل بھی اس کی چار جلدیں: جلد اول: ۲۰۳، جلد ثانی: ۲۲۶، جلد ثالث: ۲۳۵، جلد رابع: ۲۳۵ محقق ومدلل مسائل پر مشتمل، آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ سے مزین ہوکر طبع ہوچکیں، الحمد للہ جلد اول کے تین، جلد ثانی وثالث کے دودو، اور جلد رابع کا ایک ایڈیشن ختم ہوچکا ہے۔

دراصل جامعہ کے دارالافتاء کی کوشش ہے کہ ایسے مسائل جن میں ابتلاء عام ہے، ان کی صورتوں کو قلمبند کرکے ان کی تحقیق وتخریج کی جائے اور لوگوں کو ان سے باخبر کیا جائے، تاکہ وہ اپنے اعمال کی پیشی سے پہلے ان کی اصلاح ودرستی کرلیں، اور بروزِ قیامت فوز وفلاح سے ہمکنار رہوں۔

میں مبارکبادی پیش کرتا ہوں افتاء کے طلباء عزیزم مفتی مقیم الدین بیڑوی اور عزیزم مفتی ضیاء الرحمٰن وامبوروی وغیرہ کو، جو ان مسائل میں سے روزانہ ایک ایک مسئلہ بلا ناغہ سال بھر بعد نماز ظہر ومغرب، جامعہ کی ''مسجد میمنی'' و''مسجد السلام'' میں پڑھتے رہے۔ **فزادهم الله علمًا نافعًا وعملا متقبلا .**

اسی طرح میں مشکور ہوں عزیزم مفتی عبد المتین، مفتی مجیب الرحمٰن اور مفتی محمد افضل صاحبان کا جو بڑی محنت ولگن اور شوق وذوق کے ساتھ ان مسائل کی تحقیق، تخریج، تبویب وترتیب اور کمپوزنگ وپروف ریڈنگ جیسے اہم کاموں میں سال بھر بندے کا تعاون کرتے رہے۔ **تقبل الله سعيهم وباركهم في علمهم وعملهم . آمين يا رب العالمين .**

اگر ائمۂ مساجد تھوڑی سی توجہ دیں، اور پنج وقتہ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد روزانہ ایک مسئلہ اپنے مقتدیوں کو سنانے کا اہتمام کرلیں، تو امید ہے کہ دینی، تعلیمی اور اصلاحی اعتبار سے اس کا بڑا فائدہ ہوگا۔ **وما ذلک علی الله بعزیز**

وصلى الله على نبيه الكريم وعلى آله الطيبين الطاهرين وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا .

۲۵/۷/۱۴۳۳ھ/م-۱۶/۶/۲۰۱۲ء

کتاب الإیمان والعقائد

(ایمان وعقائد کے مسائل)

غیر مسلم کو مسلمان بنانے کا طریقہ

مسئلہ (۱): کسی غیر مسلم کو مسلمان بنانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اسے غسل کرایا جائے، پھر اسے: ﴿أشهد أن لا إلهَ إلا اللّٰهُ وَحدَهُ لا شَرِیکَ لَهُ ، وأشهدُ أنّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ ورسُولُه﴾ مع ترجمہ ومختصر مطلب پڑھایا جائے، نیز ایمانِ مجمل ومفصل پڑھانے کے ساتھ، اس سے اپنے سابق مذہب سے برأت کا اقرار بھی لے لیا جائے، اور آئندہ کے لیے اسلامی احکامات سیکھ کر اس کے مطابق زندگی گذارنے کی تلقین بھی کی جائے۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : (وإسلامه أن یتبرّأ عن الأدیان کلها أو عما انتقل إلیه) .... ومراده أن یتبرّأ عن الأدیان کلها سوی دین الإسلام ...... وصرح في العنایة بأن التبرأ بعد الإتیان بالشهادتین . وفي شرح الطحاوي : سئل أبو یوسف کیف یسلم ؟ فقال : أن یقول : أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، ویقر بما جاء من عند الله ، ویتبرأ من الذي انتحله .

(۲۱۶/۵ ، کتاب السیر ، أحکام المرتدین ، ط: رشیدیه کوئٹه و بیروت)

ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : وإسلامه أن یتبرأ عن الأدیان سوی الإسلام أو عما انتقل إلیه بعد نطقه بالشهادتین ، وتمامه في الفتح ، ولو أتی بهما علی وجه العادة لم ینفعه ما لم یتبرأ . بزازیة . (۲۷۴/۶)=

دائرۂ اسلام سے خارج کردینے والے کلمات

مسئلہ (۲): کبھی انسان انتہائی مشکلات وپریشانیوں میں گھِر جاتا ہے، جو اس کی تقدیر کا حصہ ہوا کرتی ہیں، ان حالات میں وہ خوب دعائیں مانگتا ہے، مگر جب اپنی دعا کا اثر نہیں دیکھتا تو جہالت ونادانی میں یوں کہتا ہے: ''ہم دل سے دعا کررہے ہیں لیکن اللہ کہاں ہے؟ اور وہ ہماری دعا کیوں نہیں سنتا؟ وہ ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے تو ہماری مدد کیوں نہیں کرتا؟ وہ ہمارے اور ہمارے بچوں کا درد کیوں نہیں دیکھتا؟ اسے ہمارے اوپر رحم کیوں نہیں آتا؟'' وغیرہ۔

اس طرح کے کلمات اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شک وتردّد ظاہر کرتے ہیں، جو بلا شبہ کفر ہے[1]، اس طرح کے کلمات کہنے کی وجہ سے انسان اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے، اوراس پر ان کفریہ

=ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الحنفية : توبة المرتد أن يتبرأ عن الأديان سوى الإسلام، أو عما انتقل إليه بعد نطقه بالشهادتين ، ولو أتى بالشهادتين على وجه العادة أو بدون التبري لم ينفعه ما لم يرجع عما قال ، إذ لا يرتفع بهما كفره .

(۱۹۲/۲۲ ، ردّة) (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۳/۲، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : فيكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به .

(۲۰۲/۵ ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا وصف الله بما لا يليق به أو سخر بإسم من أسماء الله تعالى ..... يكفر .

(۲۳۴/۴ ، كتاب أحكام المرتدين ، فصل فيما يقال في ذات الله تعالى)

کلمات پر ندامت کے ساتھ ساتھ بصدقِ دل توبہ واستغفار لازم ہوجاتا ہے، نیز اس پر تجدید ایمان ونکاح بھی ضروری ہوجاتا ہے[۱]،اس لیے مصائب وپریشانیوں میں رضا بالقضاء اور قبولیتِ دعا کی امید کے ساتھ دعا کرتے رہنا چاہیے، اور ایسے کلمات سے بچنا چاہیے جو انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کردیتے ہیں۔

سلفِ صالحین کو برا بھلا کہنا

مسئلہ (۳): جو شخص سلفِ صالحین مثلاً حضراتِ صحابہ، ائمۂ اربعہ اور امت کے دیگر اکابرین کو برا بھلا کہتا ہے، وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے[۲]، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو قیامت کی علامت قرار دیا ہے کہ اس امت کے پچھلے لوگ سلف کو لعن طعن کرنے لگیں گے[۳]، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسا کرنا فسق وفجور ہے، اگر اسلامی حکومت نافذ ہوتی، تو ایسے شخص پر تعزیر کی جاتی، تاہم ایسے شخص کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے، اگر نا قابلِ اصلاح ہو تو اس سے قطع تعلق رکھا جائے۔[۴]

---

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ما كان في كونه كفراً اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط .

(۲/۲۸۳ ، قبيل باب العاشر في البغاة ، الفتاوى التاتارخانية : ۴/۲۳۴ ، كتاب أحكام المرتدين ، قبيل فصل فيما يقال في ذات الله تعالى)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر " . (۲/۸۹۳ ، كتاب الأدب ، باب ما ينهى عن السباب واللعن ، السنن للترمذي : ۲/۱۹ ، أبواب البر والصلة، فتح الباري : ۱۰/۴۶۴ ، ط . السلفية ، صحيح مسلم : ۱/۸۱ ، مكتبة الحلبي)=

= ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : "لا تسبّوا أصحابي ، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصيفه " تابعه جرير وعبد الله بن داود وأبومعاوية ومحاضر عن الأعمش . [أخرجه البخاري]

(فتح الباري : ۷/ ۲۱ ، مكتبة السلفية ، صحيح مسلم : ۴/۱۹٦۸ ، مكتبة الحلبي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين العلماء في أنه يحرم سبّ الصحابة رضوان الله عليهم لقوله ﷺ : " لا تسبّوا أصحابي ، فلو أن أحدكم أنفق مثل أُحُد ذهباً ما بلغه مدّ أحُد ولا نصيفه " . (۲۴/ ۱۴۰ ، سبّ الصحابة رضي الله عنهم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : سبّ المسلم معصية ، وصرّح كثير من الفقهاء بأنه كبيرة ، قال النووي : يحرم سبّ المسلم من غير سبب شرعي يجوّز ذلک ، روينا في صحيحي البخاري ومسلم عن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن رسول الله ﷺ قال : " سباب المسلم فسوق " . وإذا سبّ المسلم ففيه التعزير ، وحكى بعضهم الاتفاق عليه. (۲۴/ ۱۴۱ ، سبّ المسلم)

(۳) ما في " سنن الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "إذا اتّخذ الفيءُ دُولا ، والأمانة مَغنماً ، والزكوة مغرماً (إلى قوله) ولعن آخر هذه الأمة أولها ، فليرتقبوا عند فتتابع " . (۲/ ۴۵ ، كتاب الفتن ، باب ما جاء في علامة حلول المسخ والخسف)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن عائشة رضي الله عنها ، أن رسول الله ﷺ قال : " لا يكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلاثة .... " . الحديث . رواه أبوداود.

(۳/ ۱۴۰۰ ، رقم الحديث : ۵۰۳۴، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، المكتب الإسلامي بيروت ، عون المعبود :ص/۲۱۱۵، رقم الحديث : ۴۹۱۰ ، كتاب الأدب، باب في هجرة الرجل أخاه ، رقم الحديث : ۴۹۱۲/۴۹۱۳)=

....
....
....
....

= ما في " التعليق الصبيح " : قال التوربشتي : .... وأما إذا كان الهجران في حق من حقوق الله فله ما فوق ذلك . ولقد هجر رسول الله ﷺ الثلاثة الذي خُلّفوا كعب بن مالک وهلال بن أمية ومرارة بن الربيع رضي الله عنهم ، فلم يكلّمهم خمسين يوماً وأمر الناس بهجرانهم ، ولما أعتل بعير صفية فقال رسول الله ﷺ لزينب : أعطيها بعير أو كان عندها فضل ظهر ، فقالت : أنا أعطي تلک اليهودية ، فغضب رسول الله ﷺ فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر .... قلت : وقد وجدنا من السلف من هجر أخاه المسلم في أمر كرهه عنه من أمور الدين السنة والسنتين ، ومنهم من هاجر صاحبه في ذلک عمره ، ورؤوا أنفسهم في فسحة من ذلک ما لم يعدّ المهجور عما ابتدعه ، كذا في " شرح المصابيح " للتوربشتي .
(۵/۲٦۷ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)
ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : .... وأما هجران الوالد الولد ، والزوج الزوجة ، ومن كان في معناهما فلا يضيق أكثر من ذلک ، وقد هجر رسول الله ﷺ نسائَهُ شهراً . انتهى . قال السيوطي : .... وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب إلى وقت ظهور التوبة ، ومن خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه الدين أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته، والبعد عنه ، وربّ هجر حسن خير من مخالطة مؤذية . (۱۳/ ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، كتاب الأدب ، باب في هجرة الرجل أخاه ، معالم السنن للخطابي : ۴/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۱۳۴۴ ، باب النهي عن التهاجر ، بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۷۰٦)

بعض مشرکانہ توہمات

مسئلہ (۴): برادرانِ وطن اور مشرکانہ ماحول سے متأثر ہونے کی وجہ سے آج کل بہت سے مسلم گھرانوں میں بھی توہمات نے جڑ پکڑ رکھی ہے کہ کھڑا ہوکر کنگھی کی جائے تو تہمت لگے گی، چھپکلی گھر میں آئے تو ایمان کمزور ہوگا، دودھ اُبل جائے تو نقصان ہوگا، تیل گرے تو فائدہ ہوگا، ٹوٹا ہوا آئینہ نہیں دیکھنا چاہیے، جھاڑو کھڑی رکھنے میں گھر میں جھگڑے ہوں گے، جامن کا درخت گھر میں ہو تو غربت آئے گی وغیرہ وغیرہ، شرعاً ان کی کوئی اصل نہیں ہے، کیوں کہ ہم مسلمان ہیں، اور ہمارا عقیدہ ہے کہ نافع اور ضار صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، اس کی ذات کے سوا نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اگر شریعت نے کسی عمل کا کوئی نفع یا نقصان بتلایا ہے، تو اس کے پیچھے بھی اللہ کا حکم ہی کارفرما ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يُّصِيبَنا إلا ما كَتبَ اللّٰهُ لَنا هُو مَوْلٰنا وعلَى اللهِ فَلْيتوَكَّلِ الْمُؤمِنُونَ﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما حظَّ الله تعالى لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : "لا طِيرة وخيرها الفال " .

(ص/۳۷۷ ، باب الفال والطيرة ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۴۵۷۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الشيخ محمد القاري قلت : المستفاد من القاموس أن الفال مختص بالخير ، وقد يستعمل في الشر ، والطيرة لا تستعمل إلا في الشر ، فهما=

انتقام کے خوف سے سانپ کو نہ مارنا

مسئلہ (۵): آج کل بہت سے لوگ زمانۂ جاہلیت کے اہلِ عرب کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر سانپوں کو مارا جائے گا، تو ان کا جوڑی دار آکر بطور انتقام ضرور ڈسے گا، ان کا یہ عقیدہ شرعاً غلط ہے[۱]، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سانپوں کو ان کے انتقام کے خوف سے چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں، ہم نے جب سے ان سے دشمنی کی ہے اس کے بعد ان سے صلح نہیں کی''[۲]، اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''تم سانپوں کو قتل کردو، جس نے ان کے انتقام کے ڈر سے انہیں چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں''[۳]، ان دونوں حدیثوں سے اس طرح کے اعتقاد اور قول کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

= ضدان في أصل الوضع ...... لا يجوز العمل بالطيرة وهي التفاؤل بالطير ، والتشاؤم بها ، كانوا يجعلون العبرة في ذلك تارة بالأسماء ، وتارة بالأصوات ، وتارة بالسنوح والبروح . (۸/ ۳۹۱ ، باب الفال والطيرة)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تاثيره في حدوث الخير والشر لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور . (۱۲/ ۱۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' بذل المجهود في حل سنن أبي داود '' : قوله ﷺ : (فمن خاف ثأرهنّ) أي انتقامهنّ (فليس مني) وكانوا في الجاهلية يظنّون أنه إذا قتل حية فيجيء زوجها فيلسعه ، فنهى رسول الله ﷺ عن هذا الاعتقاد ، وكذلك أهل الهند يظنّون في بعض بلادها أن من قتل حية في حالة مخصوصة فينتقم زوجها ويلسعه في كل سنة .

(۱۳/ ۶۳۵ ، تحت رقم : ۵۲۴۸ ، دار البشائر الإسلامية بيروت)=

....

....

....

= (۲) ما في " السنن لأبي داود " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " من ترك الحيات مخافة طلبهنّ فليس منا ، ما سالمناهنّ منذ حاربناهنّ " .

(ص/۲ ۱۷ ، كتاب الأدب ، باب في قتل الحيات ، قديمي ، بذل المجهود :۱۳/ ۶۳۷ ، رقم الحديث : ۵۲۵۰، فضل المعبود : ۵/۸۳۶)

ما في " بذل المجهود " : قوله ﷺ : (ما سالمناهنّ) أي : ما صالحناهنّ (منذ حاربناهنّ) ولعل المراد ما روي أن إبليس دخل في جثة الحية فدخل الجنة ، ويمكن أن يقال : إن المحاربة بين الحية والإنسان جبلية ، لأن كلا منهما مجبول على طلب قتل الآخر ، كأن المراد ما شرع الله تعالى محبتهنّ لنا ، أو ما نسخ عداوتهنّ منا ، ولهذا شرع قتلهنّ حتى في الحرم .

(۱۳/ ۶۳۵ ، تحت رقم : ۵۲۴۸ ، دار البشائر الإسلامية بيروت)

ما في " عون المعبود " : قوله : (ما سالمناهنّ) أي ما صالحنا الحيات (منذ حاربناهنّ) أي منذ وقع بيننا وبينهنّ الحرب ، فإن المحاربة والمعاداة بين الحية والإنسان جبلية ، لأن كلا منهما مجبول على طلب قتل الآخر . (ومن ترك شيئاً منهنّ) أي ترك التعرض لهنّ (خيفة) أي لخوف ضرر منها أو من صاحبها (فليس منا) أي من المقتدين بسنتنا الآخذين بطريقتنا .

(ص/۲۲۳۰ ، كتاب الأدب ، باب في قتل الحيات ، بيت الأفكار الدولية بيروت)

(۳) ما في " السنن لأبي داود " : عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبيه عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " اقتلوا الحيات كلهنّ ، فمن خاف ثأرهنّ فليس مني " .

(ص/۲ ۱۷ ، كتاب الأدب ، باب في قتل الحيات ، قديمي ، بذل المجهود : ۶۳۶/۱۳ ، رقم الحديث : ۵۲۴۹ ، فضل المعبود : ۵/۸۳۶)

ما في " السنن للنسائي " : عن عبد الله عن رسول الله ﷺ أنه أمر بقتل الحيات ، وقال : " من خاف ثأرهنّ فليس منا " . (۲/۵۵ ، كتاب الجهاد ، من خان غازياً في أهله)

سانپ کو ”جن“ سمجھ کر نہ مارنا

مسئلہ (۶): اگر کوئی شخص اس خیال سے سانپ کو مارنے سے احتراز کرے کہ ”یہ جن ہے جو سانپ کی شکل میں نمودار ہوا ہے، اگر اس کو ماروں گا تو دوسرے جن مجھ سے انتقام لیں گے“ اس خیال سے سانپ کو زندہ چھوڑنا مناسب نہیں [۱]، البتہ اگر کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جائے جس سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ واقعی جن ہے، سانپ نہیں ہے، تو پھر اسے زندہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ تقی الدین ندوی دامت برکاتہم علامہ دمیری کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر گھر میں سانپ آجائے تو اسے مارنے سے پہلے تین دن کی مہلت دینی چاہئے، مہلت کے لیے یہ الفاظ کہے جائیں: ”میں تمہیں اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو تم سے حضرت نوح اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے دیا تھا کہ تم ظاہر نہیں ہوگے، اور ہمیں تکلیف نہیں پہنچاؤ گے، اگر یہ جن ہوگا تو خود ہی چلا جائیگا“۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” السنن لأبي داود “ : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : ” من ترک الحيات مخافة طلبهنّ فليس منا ، ما سالمناهنّ منذ حاربناهنّ “ .

(ص/۲/۷۱۲ ، کتاب الأدب ، باب في قتل الحيات ، قديمي ، بذل المجهود :۱۳/۶۳۷ ، رقم الحديث : ۵۲۵۰، فضل المعبود : ۵/۸۳۶)

ما في ” السنن لأبي داود “ : عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبيه عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : ” اقتلوا الحيات كلهنّ ، فمن خاف ثأرهنّ فليس مني “ .

(ص/۲/۷۱۲ ، کتاب الأدب ، باب في قتل الحيات ، قديمي ، بذل المجهود : ۱۳/۶۳۶ ، رقم الحديث : ۵۲۴۹ ، فضل المعبود : ۵/۸۳۶)=

....

....

....

= ما في " سنن النسائي " : عن عبد الله ، عن رسول الله ﷺ أنه أمر بقتل الحيات ، وقال : " من خاف ثأرهنّ فليس منا " . (۲/۵۵ ، كتاب الجهاد ، من خان غازياً في أهله)

(۲) ما في " السنن لأبي داود " : عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن أبيه : " أن رسول الله ﷺ سئل عن حيّات البيوت فقال : " إذا رأيتم منهنّ شيئاً في مساكنكم فقولوا : أنشدكنّ العهدَ الذي أخذ عليكنّ نوحٌ ، أنشدكنّ العهدَ الذي أخذ عليكنّ سليمانُ أن تؤذوناَ (أن لا تؤذونا) فإن عُدْنَ فاقتلوهنّ " .

(ص/۷۱۳ ، كتاب الأدب ، باب في قتل الحيات ، قديمی)

ما في " التعليق للشيخ تقى الدين الندوي على هامش بذل المجهود " : (اقتلوا) .... قال الدميري : أمره عليه السلام بقتل الحيات أمر ندب ، وحيات البيوت لا تقتل حتى تنذر ثلاثة أيام أو ثلاث مرات ، والجمهور على الأول بأن يقول : أنشدكنّ بالعهد الذي أخذه عليكنّ نوح وسليمان أن لا تبدو لنا ولا تؤذونا .... وقال الطحاوي : لابأس بقتل الجميع ، والأول الإنذار .

(۱۳/۶۳۶ ، تحت رقم : ۵۲۴۹ ، دار البشائر الإسلامية بيروت)

ما في " حيوة الحيوان الكبرى للدميري " : وقد اختلف العلماء في الإنذار هل هو ثلاثة أيام أو ثلاث مرات ، والأول هو الذي عليه الجمهور ، وكيفيته أن يقول : أنشدكنّ بالعهد الذي أخذه عليكنّ نوح وسليمان عليهما الصلاة والسلام أن لا تبدو لنا ولا تؤذونا . وفي " أسد الغابة " : عن عبد الرحمن بن أبي يعلى أنه قال : قال رسول الله ﷺ: " إذا ظهرت الحية في المسكن فقولوا لها : إنا نسئلک بعهد نوح وبعهد سليمان بن داود عليهم الصلاة والسلام لا تؤذينا ، فإن عادت فاقتلوها " ..... وقال الطحاوي : لا بأس بقتل الجمع والأولى الإنذار .

(۱/۲۷۱ ، تحت عنوان " الحية " ، دار احياء التراث)

بدفالی اور نیک فالی لینا

مسئلہ (۷): آج کل ہمارے معاشرہ میں بہت سے ایسے توہّمات عام ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً کالی بلی سامنے سے گذر جائے تو راستہ بدل لینا چاہیے، ورنہ اسی راستے پر چلنے سے نقصان ہوسکتا ہے، چھُری گرے یا خالی قینچی چلائی جائے تو لڑائی ہوجاتی ہے، کوا بولے تو مہمان آجاتا ہے، دائیں آنکھ پھڑکے تو اچھی اور بائیں آنکھ پھڑکے تو بری خبر ملتی ہے، ہتھیلی میں کھجلی ہو تو دولت آجاتی ہے، جوتی پر جوتی چڑھ جائے تو سفر پیش آتا ہے، وغیرہ۔اس طرح کی تمام بد شگونیوں اور بدفالیوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے[۱]، جب کہ اچھی اور نیک فال لینا مستحب ومندوب اور حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے[۲]، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ کی طرف سے جب سہیل بن عمرو صلح نامہ کے وکیل بن کر آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''قد سہل لکم من أمرکم'' کہ تمہارا معاملہ سہل وآسان ہوگیا۔[۳]

نوٹ: اگر کسی کے دل میں بدشگونی وبدفالی کا خیال آئے تو وہ یہ دعا پڑھے: ''اللهم لا طَيْرَ إلا طَيْرُکَ ، ولا خَيْرَ إلا خَيْرُکَ ، ولا إلٰهَ غَيْرُکَ''۔[۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : '' لا عدوٰي ولا طِيَرة '' الخ . (ص/۱۰۴۶ ، كتاب الطب ، باب الفأل ، رقم الحديث : ۵۷۵۶، بيروت ، صحيح البخاري : ۲/۸۵۷ ، قديمي ، الصحيح لمسلم: ۲/۲۰۳، مشكوة : ص/۳۹۱ ، باب الفأل والطيرة)=

= ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : ﴿وما تشآء ون إلا أن يشآء الله﴾. [سورة الدهر: ۳۰] . فأخبر تعالى : إنا لا نشاء شيئاً إلا قد شاء الله أن يشاءه .... أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن . (ص/۱۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يُّصيبنا إلا ما كتب الله لنا ، هو مولٰنا ، وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خطّ الله لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في الحدوث الخير أو الشر لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور .

(۱۸۳/۱۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك جلياً . (۳۹۱/۸)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوا اطيرنا بك وبمن معك﴾ . (سورة النمل : ۴۷)

ما في " معارج التفكر ودقائق التدبر " : والتطير هو التشاؤم بالأشياء وبالأشخاص أو بمسموع أم بمرئ أو بنحو ذلك .

(۳۹۹/۹ ، القول المفيد على كتاب التوحيد : ۱۲/۱ ، باب التطير)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتٰب من قبل أن نبرأها﴾ . (سورة الحديد : ۲۲)

ما في " روح المعاني " : والكلام على العموم بجميع الشرور أي مصيبة في الأرض كجدب وعاهة في الزرع والثمار والزلزلة وغيرها ، ولا في أنفسكم كمرض وآفة كالجرح والكسر إلا في كتاب أي إلا مكتوبة مثبتة في اللوح المحفوظ ، وقيل في علم الله عزّ وجلّ . (۲۸۵/۱۵)

ما في " التفسير الكبير " : هذه الآية دالة على أن جميع الحوادث الأرضية قبل دخولها في الوجود مكتوبة في اللوح المحفوظ . (۴۶۷/۱۰)=

= وما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوآ إنا تطيرنا بكم﴾ . (سورة يٰسٓ : ۱۸)

ما في " تفسير المظهري " : يعنون أن ما نزل بنا إنما هو يشؤمكم وذلك لاستغرابهم ما ادعوه واستقباحهم له وتنفرهم عنه ، فإن عادة الجهال أن يتمنوا كل شيء مالت إليه طباعهم ويتشاء موا ما كرهوه . (۳۵/۸)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ، ويُعجبني الفأل الصالح ، الكلمة الحسنةُ " .

(ص/۱۰۴۶ ، كتاب الطب ، باب الفأل ، رقم الحديث : ۵۷۵۶ ، مشكاة المصابيح: ص/۳۹۱ ، باب الفال والطيرة)

ما في " فتح الباري " : عن أبي هريرة قال: قال النبي ﷺ : " لا طيرة وخيرها الفال ". قال : وما الفال يا رسول الله ؟ قال : " الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم " .

(۲۴۹/۱۰ ، باب الفال ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التفاؤل مباح بل حسن إذا كان متعيناً للخير ، كأن يسمع المريض يا سالم ، فينشرح لذلك صدره ، ولا خلاف بين الفقهاء في جواز التفاؤل بالكلمة الحسنة من غير قصد . (۷۷/۱۳)

(۳) ما في " التفسير لإبن كثير " : وقال معمر : أخبرني أيوب عن عكرمة أنه قال : لما جاء سهيل بن عمرو قال النبي ﷺ : " قد سهل لكم من أمركم " .

(۳۵۱/۳ ، سورة الفتح)

(۴) ما في " كتاب عمل اليوم والليلة لإبن السني " : عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " يسلم من أرجعته الطيرة عن حاجته فقد أشرك ، قالوا : وما كفارة ذلك يا رسول الله ؟ قال : يقول أحدهم : " اللهم لا طير إلا طيرك ، ولا خير إلا خيرك ، ولا إله غيرك" . (ص/۱۰۶ ، رقم الحديث : ۲۹۲ ، باب ما يقول إذا تطيّر من شيء، مؤسسة الكتب والثقافة بيروت ، شعب الإيمان للبيهقي : ۶۵/۲ ، رقم الحديث : ۱۱۸۰ ، باب التوكيل والتسليم ، بيروت)

خط پر ''قطمیر'' لکھنا

مسئلہ (۸): بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے خط پر ''اَلْـقِطْمِیْر'' لکھتے ہیں، اُن کا یہ عمل شرعاً صحیح ہے، کیوں کہ یہ ایک نیک فال ہے، اور وہ جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس ، عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة، ويعجبني الفألُ الصالحُ ، الكلمة الحسنة " .

(ص/۲۴۶ ۱ ، كتاب الطب ، بال الفأل ، رقم الحديث : ۵۷۵۶ ، احياء التراث)

ما في " فتح الباري " : وإنما كان النبي ﷺ يعجبه الفأل ، لأن التشاؤم سوء ظنّ بالله تعالى بغير سبب محقق ، والتفاؤل حسن ظن به ، والمؤمن مأمور بحسن الظن بالله تعالى على كل حال ، وقال الطيبي : معنى الترخص في الفأل والمنع من الطيرة .

(۲۶۵/۱۰ ، كتاب الطب ، باب الفأل)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "لا طيرة وخيرها الفأل " . قالوا : وما الفأل ؟ قال : " الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم " . متفق عليه . (ص/ ۳۹۱ ، كتاب الطب والرقى ، باب الفأل والطيرة ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والتفاؤل المتعارف فيما بينهم الطيبة الصالحة ، لأن يؤخذ منها الفأل الحسن كطالب ضالة يا واجد ! وكتاجر يا رزاق ! وكمسافر يا سالم ! ..... قال الطيبي : معنى الترخص في الفأل والمنع من الطيرة .

(۳۹۲/۸ ، كتاب الطب والرقى ، باب الفأل والطيرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التفاؤل مباح بل حسن إذا كان متعينا للخير ، كأن يسمع المريض يا سالم ! فينشرح لذلک صدره ، ولا خلاف بين الفقهاء في جواز التفاؤل بالكلمة الحسنة من غير قصد . (۷۷/۱۳)

نیک فال یہ ہے کہ " قِطْمِیْر "اصحابِ کہف کے کتے کا نام تھا[۱]، اور "قِطْمِیْر" لکھنے والے اس سے یہ نیک فال لیتے ہیں کہ جیسے کتا غار پر بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی اندر نہ آسکے، اسی طرح کوئی غیر آدمی اس خط کو نہ دیکھ سکے، اور نہ پڑھ سکے، اور خط محفوظ طریقے سے مکتوب الیہ کے پاس پہنچ جائے۔

اسلام میں نحوست کا تصور

مسئلہ (۹): بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب انہیں کوئی نقصان ہوتا ہے، یا کسی مقصد میں ناکامی ہوتی ہے، تو وہ یہ جملہ کہتے ہیں کہ " آج صبح سویرے نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی"۔ اُن کا اس طرح کہنا شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ اسلام میں نحوست کا تصور نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔[۲]

---

(۱) ما في " التفسیر الکبیر للرازي " : وإسم کلبھم قطمیر .

(۲۲۸/۷ ، سورۃ الکھف ، تحت آیة/۲۲)

ما في " روح المعاني " : ﴿وکلبھم باسطٌ ذراعیه بالوصید﴾ قال الآلوسي رحمه الله : وفي إسمه فأخرج ابن أبي حاتم ، عن الحسن : أنه قطمیر .

(۳۲۶/۹ ، سورۃ الکھف ، تحت آیة/۱۸) (فتاویٰ محمودیہ:۳۰/۲۸۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿مآ أصاب من مصیبة في الأرض ولا في أنفسکم إلا في کتٰب من قبل أن نبرأھا﴾ . (سورۃ الحدید : ۲۲)

ما في " روح المعاني " : والکلام علی العموم بجمیع الشرور أي مصیبة في الأرض کجدب وعاھة في الزرع والثمار والزلزلة وغیرھا ، ولا في أنفسکم کمرض وآفة کالجرح والکسر إلا في کتاب أي إلا مکتوبة مثبتة في اللوح المحفوظ ، وقیل في علم الله عزّ وجلّ . (۲۸۵/۱۵)=

کٹے ہوئے ناخن پیروں کے نیچے

مسئلہ(۱۰): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کٹے ہوئے ناخن کسی کے پاؤں کے نیچے آجائیں، تو جس کے ناخن ہیں اس کو اس شخص کی بیماری لگ جاتی ہے، جس کے پاؤں کے نیچے ناخن دبے تھے، ان کا یہ خیال محض توہم پرستی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے (۱)، مگر ناخن انسان کا جز ہے، اور انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مکرم ہے، اس لیے ناخنوں کو کاٹنے کے بعد انہیں اِدھر اُدھر نہیں پھیکنا چاہیے، کہ وہ کسی کے پاؤں تلے آجائیں، بلکہ انہیں کسی ایسی جگہ ڈال دیا جائے یا دفن کیا جائے کہ وہ روندے نہ جاسکیں۔ (۲)

= ما في " التفسير الكبير " : هذه الآية دالة على أن جميع الحوادث الأرضية قبل دخولها في الوجود مكتوبة في اللوح المحفوظ . (۱۰/۴۶۷)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوا الطيرنا بک وبمن معک﴾ . (سورة النمل : ۴۷)

ما في " معارج التفكر ودقائق التدبر " : والتطير هو التشاؤم بالأشياء وبالأشخاص أو بمسموع . (۹/۳۹۹)

ما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر " . (۲/۸۵۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئًا سوى الله ينفع أو يضرّ بالاستقلال فقد أشرک جليًا . (۸/۳۹۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في الحدوث الخير أو الشر لما في ذلک من الإشراک بالله في تدبير الأمور . (۱۲/۱۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنآ إلا ما كتب الله لنا ، هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)=

....

....

....

= ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۲)
ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر " . (۸۵۷/۲ ، كتاب الطب ، باب لا هامة)
ما في " مرقاة المفاتيح " : (لا عدوى) قال التوربشتي : العدوى هنا مجاوزة العلة من صاحبها إلى غيره. (۳۹۳/۸ ، كتاب الطب والرقى ، باب الفال)
ما في " القول المفيد على كتاب التوحيد " : قوله ﷺ : (لا عدوى) لا نافية للجنس ، ونفي الجنس أعم من نفي الواحد والإثنين والثلاثة ، لأنه نفي للجنس كله ، فنفى الرسول ﷺ العدوى كلها . والعدوى : انتقال المرض من المريض إلى الصحيح ، وكما يكون في الأمراض الحسية يكون أيضًا في الأمراض المعنوية الخُلُقية ، ولهذا أخبر النبي ﷺ أن جليس السوء كنافخ الكير ، إما أن يحرق ثيابک ، وإما أن تجد منه رائحة كريهة ، فقوله : (لا عدوى) يشمل الحسية والمعنوية ، وإن كانت في الحسية أظهر . (۹۸/۲ ، باب ما جاء في التطيّر)
(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وروي أن النبي ﷺ أمر بدفن الشعر والظفر .... وفي الخانية : ينبغي أن يُدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره ، وإن رماه فلا بأس . (ص/۵۲۷ ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۴۶۴/۱ ، الفتاوى الهندية : ۳۵۸/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر)
ما في " المغني " : عن مثلة بنت مشرح الأشعرية قالت : "رأيت أبي يقلم ويدفنها ويقول : " رأيت النبي ﷺ يفعل ذلک " .... وعن ابن جريج ، عن النبي ﷺ يعجبه دفن الدم ، وكان ابن عمر يدفن شعره وأظفاره ..... كلهم .
(۸۸/۱ ، كشاف القناع : ۸۴/۱ ، حاشية الفقه الإسلامي وأدلته : ۴۶۵/۱)

مصیبت آنے پر کالا بکرا یا مرغا ذبح کرنا

مسئلہ(۱۱): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی مصیبت پیش آئے، یا طبیعت خراب ہو، تو کالا بکرا یا کالا مرغا ذبح کرکے صدقہ کردینے سے مصیبت ٹل جاتی ہے، اور بیمار صحت یاب ہوجاتا ہے، ان کی یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ صدقہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں، مگر اس کے لیے کالے بکرے، یا کالے مرغے کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر وہ چیز جو رضائے الٰہی کے لیے اس کی راہ میں دی جائے وہ صدقہ کہلاتی ہے، لہٰذا صدقہ کے لیے کسی جنس اور رنگ ونسل کی قید لگانا شرعاً غلط ہے، جو لوگ اس طرح کی قید لگاتے ہیں وہ اکثر بددین ہوتے ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن للترمذي " : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدقة لتطفئ غضب الرب ، وتدفع ميته السوء " .

(۱/۱۴۴ ، كتاب الزكاة ، باب ما جاء في فضل الصدقة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي لتمنع من إنزال المكروه والبلاء في الحال ، وتدفع سوء الخاتمة في المآل . (۴/۳۵۲ ، كتاب الزكاة ، باب فضل الصدقة ، الفصل الثاني)

ما في " مشكاة المصابيح " : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " بادروا بالصدقة ، فإن البلاء لا يتخطاها " . (ص/۱۶۷ ، كتاب الزكاة ، قبيل باب فضل الصدقة)

ما في " كنز العمال " : " الصدقة تمنع سبعين نوعاً من أنواع البلاء ، أهونها الجذام والبرص" . (۶/۱۴۸ ، رقم الحديث : ۱۵۹۷۸)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (الصدقة) هي ما يخرجه الإنسان من ماله ، على وجه القربة واجباً كان أو تطوعاً . (۴/۳۳۸ ، باب فضل الصدقة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲۲۱۷)

دعا میں صاحبِ قبر بزرگ کا وسیلہ

مسئلہ (۱۲): اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول وبرگزیدہ بندوں پر بے شمار رحمت کی بارش ہوتی ہے، ان کی قبر کے قریب پہنچ کر بے مثال سکون نصیب ہوتا ہے، اوران کی قبر کے پاس اوران کے وسیلہ سے دعا- خدائے پاک سے مانگی جائے، تو جلد قبول ہوتی ہے، نیز ان کی برکت سے اللہ پاک مصائب دور فرماتے ہیں(۱)، لیکن براہِ راست صاحبِ قبر بزرگ کو خطاب کرکے ان سے مانگنا، اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے۔(۲)

فائدہ: ''جو بات جس قدر ثابت ہے اس کو تسلیم کیا جائے، اور جو ثابت نہ ہو اس سے پرہیز کیا جائے''۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا إليه الوسيلة﴾ .
(سورة المائدة : ۳۵)

ما في " جامع الترمذي " : عن عثمان بن حنيف أن رجلاً ضريرا البصر أتى النبي ﷺ فقال: أدع الله أن يعافيني ، قال : "إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خير لک فادعه قال : فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه ويدعو بهذا الدعاء ، أللهم إني أسألک وأتوب إليک بنبيک محمد نبي الرحمة إني توجهت بک إلى ربي في حاجتي هذه لتقتضي لي ، أللهم فشفعه فيّ " . (۱۹۸/۲ ، باب الدعوات)

ما في " رد المحتار " : وقد قال تعالى : ﴿وابتغوا إليه الوسيلة﴾ .... وقد عد من آداب الدعاء التوسل على ما في الحصن . وجاء في رواية : " اللهم إني أسألک بحق السائلين عليک ، وبحق ممشاي إليک ، فإني لم أخرج أشراً ولا بطراً ". الحديث .
(۵۶۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، بيروت)=

....

....

....

....

= (۲) ما في " روح المعاني " : وأما إذا كان المطلوب منه ميتاً أو غائباً فلا يستريب عالم أن غير جائز، وأنه من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف .

(۱۸۳/۴ ، مکتبہ زکریا دیوبند ، ۱۲۵/۴ ، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند)

ما في " روح المعاني " : واستدل بعض الناس بهذه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالى وبين العباد .... ومنهم من يقول للغائب أو الميت من عباد الله تعالى الصالحين : يا فلان ادع الله تعالى ليرزقني كذا وكذا ، ويزعمون أن ذلك من باب ابتغاء الوسيلة ، ويروون عن النبي ﷺ أنه قال : " إذا أعيتكم الأمور فعليكم بأهل القبور . أو : فاستغيثوا بأهل القبور " . وكل ذلك بعيد عن الحق بمراحل . (۱۸۳/۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : " يا معاذ ! أتدري ما حق الله على العباد ؟ قال : الله ورسوله أعلم ، قال: أن يعبدوه ولا يشركوه به شيئاً ، أتدري ما حقهم عليه ؟ قال : الله ورسوله أعلم ، قال : ألا يعذبهم " .

(۱۰۹۷/۲ ، كتاب الأدب ، تكملة فتح الملهم : ۲۲۰/۵ ، مكتبة أشرفية ديوبند)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ:۴۵/۳،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا

مسئلہ (۱۳): جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور سلام کرتے ہیں، اور اس کے بعد مصافحہ بھی کرتے ہیں، تو اللہ پاک ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں، اتنی بات حدیث سے ثابت ہے، لیکن مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا، نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ ہی فقہاء کرام نے اسے ذکر فرمایا ہے، یہ محض ایک رواج ہے، اس سے بچنا چاہیے، کیوں کہ جو عمل آپ ﷺ سے جس کیفیت اور کمیت میں ثابت ہے، اسے اسی کیفیت اور کمیت میں کرنا چاہیے، اس میں کمی بیشی نہ کرنا یہی کمالِ اتباع ہے، جس کے ہم مکلّف و پابند ہیں۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن البراء قال : قال رسول الله ﷺ : " ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا " .

(ص/۷۰۸ ، كتاب الأدب ، باب في المصافحة، جامع الترمذي : ۲/۱۰۲ ، كتاب الاستئذان والآداب ، باب ما جاء في المصافحة)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن مسعود ، عن النبي ﷺ قال : " من تمام التحية الأخذ باليد " . (۲/۱۰۲ ، كتاب الاستئذان والآداب ، باب ما جاء في المصافحة)

ما في " تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي " : وهي مفاعلة من إلصاق صفح الكف بالكف . (۷/۵۴۵)

ما في " شرح الطيبي على مشكوة المصابيح " : قوله : (وتمام تحيا تكم بينكم المصافحة) يعني لا مزيد على هذين ، فلو زدتم على هذا دخل في التكلف ، وهو بيان لقصد الأمور ، لأنه نهى عن الزيادة والنقصان . (۹/۴۱ ، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة ، الفصل الثاني ، مرقاة المفاتيح : ۸/۴۹۴) (کتاب الفتاویٰ:۶/۱۲۷)

محرم کا چاند دیکھنے اور شبِ برأت منانے دلہن کو میکے بھیجنا

مسئلہ (۱۴): ہمارے عرف وسماج میں شادی سے پہلے اور شادی کے بعد، جہاں بہت ساری غیر شرعی رسومات نے جگہ لی ہے، ان ہی میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ بعض لوگ شبِ برأت اور محرم کے موقع پر بیوی کو اس کے باپ کے گھر بھیج دیتے ہیں، اور وہ اپنے والدین کے یہاں آکر یہ کہتی ہے کہ میں ''محرم کا چاند دیکھنے آئی ہوں'' یا ''شبِ برأت منانے آئی ہوں''، دراصل ان دونوں رسموں کے پیچھے بھی وہی خیالِ جاہلیت کارفرما ہے کہ محرم اور شبِ برأت منحوس ونامبارک ہیں، ان دونوں زمانوں میں لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر نہیں، بلکہ باپ کے گھر ہونا چاہیے، یہ دونوں رسمیں غلط ہیں، کیوں کہ کوئی مہینہ اور کوئی گھڑی منحوس ونامبارک نہیں، مبارک گھڑی وہ ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالائے، اور نامبارک وہ ہے جس میں وہ اس کی نافرمانی کرے، البتہ اگر ان دونوں موقعوں پر لڑکی کو اس کے میکے بھیجنے میں یہ خیالِ جاہلیت کارفرما نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يّصيبنآ إلاّ ما كتب الله لنا ، هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في "روح المعاني" : أي لن يصيبنا إلاّ ما خط الله لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى .

(۱۶۶/۱۰/۶)=

= ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوا الطّيرنا بک وبمن معک﴾ . (سورة النمل : ۴۷)

مـا فـي " معارج التفكر ودقائق التدبر " : والتطيّر هو التشاء م بالأشياء وبالأشخاص أو بمسموع أو بمرئي أو بنحو ذلک . (۳۹۹/۹)

وما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر " . (۸۵۷/۲ ، الصحيح لمسلم : ۲۳۰/۲)

مـا في " شرح النووي على هامش مسلم " : قوله : (ولا صفر) قال النووي : إن الصفر دواب فـي الـبـطـن وهـي دودٌ ، وكـانـوا يعتقدون أن في البطن دابة تهيج عند الجوع ، وربـمـا قتـلـت صـاحبهـا ، وكانت العرب تراها أعدى من الجرب ، وهذا التفسير هو الصحيح ، وبه قال مطرف وابن وهب وابن حبيب وأبوعبيدة.

(۲۳۰/۲ ، باب لا عدوى ولا طيرة ، مرقاة المفاتيح : ۳۹۴/۸ ، باب الفال والطيرة)

مـا فـي " مـرقـاة الـمـفـاتيـح " : إن الـطِيـرةَ مصدر التطيّر ، وكان ذلک يصدّهم عن مـقـاصـدهـم ، فنفاه الشرع وأبطله ونهى عنه ، وأخبر أنه ليس له تاثير في جلب نفع أو دفـع ضـرر .... كـانـوا يـجـعـلـون الـعـبـرة فـي ذلک تـارة بالأسماء ، وتارة بالأصوات ، وتارة بالسنوح والبروح ، يهيّجونها من أماكنها .

(۳۹۱/۸ ، باب الفال والطيرة ، بذل المجهود : ۶۳۷/۱۱)

مـا فـي " القول المفيد على كتاب التوحيد " : التطيّر هو التشاء م بمرئي أو بمسموع أو مـعـلوم كالتشائم ببعض الأيام ، أو بعض الشهور ، أو بعض السنوات ، فهذه لا ترى ولا تـسـمـع .... قوله : (ولا صفر) قيل : إنه شهر صفر ، كانت العرب يتشائمون به ، لا سيما في النكاح . (۹۳/۲ ، باب ما جا ء في التطيّر)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوآ إنا تطيّرنا بكم﴾ . (سورة يٰسٓ : ۱۸)

مـا فـي " تـفـسيـر الـمـظـهـري " : يـعـنـون أن مـا نـزل بـنـا إنما هو يشؤمكم ، وذلک لاستـغرابهم ما ادعوه ، واستقباحهم له ، وتنفرهم عنه ، فإن عادة الجهال أن يتمنوا كل شيء مالت إليه طباعهم ويتشاء موا ما كرهوه . (۳۵/۸)

چاند گرہن میں حاملہ کا قینچی، چھری اور چاقو کا استعمال

مسئلہ (۱۵): بعض مرد وعورتیں چاند گرہن میں حاملہ عورت کو قینچی، چھری اور چاقو وغیرہ کے استعمال سے منع کرتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے استعمال سے پیٹ میں موجود حمل میں کوئی نقص پیدا ہوجاتا ہے، یہ محض توہم پرستی ہے، شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا چاند گرہن کے دوران حاملہ عورت بھی بقدرِ ضرورت قینچی، چھری اور چاقو وغیرہ کا استعمال کرسکتی ہے، اس سے حمل پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیوں کہ مؤثر حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، اس لیے اس طرح کے باطل عقائد اور توہمات سے بچنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتٰب من قبل أن نبرأها﴾ . (سورة الحديد : ۲۲)

ما في " روح المعاني " : والكلام على العموم بجميع الشرور ، أي مصيبة في الأرض كجدب وعاهة في الزرع والثمار ، والزلزلة وغيرها ، ولا في أنفسكم كمرض وآفة كالجرح والكسر إلا في كتاب ، أي إلا مكتوبة مثبتة في اللوح المحفوظ ، وقيل في علم الله عزّ وجل . (۱۵/۲۸۵)

وما في " التفسير الكبير " : هذه الآية دالة على أن جميع الحوادث الأرضية قبل دخولها في الوجود مكتوبة في اللوح المحفوظ . (۱۰/۴۶۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد شيئاً سوى ينفع أو يضرّ بالاستقلال ، فقد أشرك أي شركاً جلياً . وقال القاضي : إنما سمّاها شركاً ، لأنهم كانوا يرون ما يتشاء مون به سبباً مؤثراً في حصول المكروه . (۸/۳۹۳ ، رقم الحديث : ۴۵۸۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يّصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)=

حاملہ خواتین کا رات کے وقت گھر کے باہر نکلنا

مسئلہ (۱۶): عام طور پر بڑے بوڑھے لوگ حاملہ خواتین کو رات کے وقت گھر کے باہر نکلنے سے روکتے ہیں، اور خاص طور پر جمعرات کا پورا دن، بڑے بوڑھوں کا یہ طرزِ عمل محض توہم پرستی پر مبنی ہے، جو شرعاً ممنوع ہے (۱)، صحیح بات یہ ہے کہ حاملہ عورت بوقتِ ضرورت، کسی بھی دن اپنے محرم کے ساتھ، شرعی پردے کا لحاظ رکھتے ہوئے باہر نکل سکتی ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ (۲)

= ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلاّ ما خطّ الله لأجلنا في اللوح ولا يتغيّر بموافقتكم ومخالفتكم، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتّفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في الحدوث الخير أو الشر لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور . (۱۸۳/۱۲)

ما في " صحيح البخاري " : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " .

(ص/۳۷۱ ، رقم الحديث : ۲۶۹۷ ، كتاب الصلح ، الصحيح لمسلم : ۷۷/۲ ، كتاب الأقضية ، السنن لأبي داود : ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم الحديث : ۴۶۰۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنآ إلا ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خطّ الله تعالى لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى .

(۱۶۶/۶)

(۲) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ......الخ﴾ ففيه أمر النساء بالقرار في البيوت ، والنهي عن الخروج متبرّجات بزينة على وتيرة الجاهلية الأولى=

غروبِ آفتاب کے بعد جھاڑو لگانا

مسئلہ (۱۷): بعض لوگ غروبِ آفتاب کے بعد صفائی کی غرض سے جھاڑو لگانے سے منع کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ اِس سے رزق میں کمی واقع ہوتی ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ اَغلاط العوام میں سے ہے، اس لیے بوقتِ ضرورت مغرب بعد بھی جھاڑو دی جاسکتی ہے۔ (۱)

=...... فعلم أن حكم الآية قرارهنّ في البيوت إلا لمواضع الضرورة الدينية، كالحجة والعمرة بالنص أو الدنيوية، كعيادة قرابتها وزيارتها، أو احتياج إلى النفقة. (۳/۳۱۷-۳۱۹)

ما في " الدر المختار مع حاشية ابن عابدين " : ولها الخروج من بيت زوجها للحاجة، ولها زيارة أهلها بلا إذنه ما لم تقبضه أي : المعجّل، فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها. (۸/۴۸۳، ۴۸۴، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر، دار الثقافة والتراث بدمشق، سورية) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۳۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنآ إلا ما كتب الله لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾. (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خطّ الله تعالى لأجلنا في اللوح، ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى. (۶/۱۶۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق قال : "إن أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوماً، ثم علقة مثل ذلک، ثم يكون مضغة مثل ذلک، ثم يبعث الله ملكاً فيؤمر بأربع برزقه وأجله وشقي أو سعيد". (۲/۹۷۶، كتاب القدر، باب في القدر، الصحيح لمسلم : ۲/۳۳۲، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۸۰۹)

دفعِ مصائب وبلیّات کے لیے ختم بخاری

مسئلہ (۱۸): بعض لوگ کہتے ہیں کہ دفعِ مصائب وبلیّات کے لیے بخاری شریف ختم کرکے جو دعائیں مانگی جاتی ہیں، اس کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں، اس لیے یہ بدعت ہے، جب کہ دفعِ مصائب کے لیے جو ختم کیا جاتا ہے، مثلاً سوالاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ یا آیت الکرسی کا پڑھنا، یا بخاری شریف کا ختم کرکے دعا مانگنا، یہ بطورِ علاج ہے، اس کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری نہیں ہے، جیسے حکیم نسخے میں لکھتے ہیں: ''عُناب ۵/دانہ، بادام ۷/دانہ'' کہ تجربات سے ثابت ہیں، اس کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے، اور جب اِس ختم کی شان مُعالجہ کی ہے، تعبُّد وعبادت کی نہیں، تو یہ بدعت نہیں، بلکہ اس کو بدعت کی حد میں لانا بدعت ہے، بالخصوص جب کہ اس کی اصل بھی موجود ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اور بخاری شریف کے کلماتِ خیر پر مشتمل ہونے میں کس کو شبہ ہے، لہٰذا دفعِ مصائب وبلیّات کے لیے بخاری شریف کا ختم کرکے دعائیں مانگنا درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مقدمة لامع الدَّراري على جامع البخاري '' : وقال الشيخ عبد الحق الدهلوي في أشعة اللمعات : قرأ كثير من المشايخ والعلماء والثقات صحيح البخاري لحصول المرادات وكفاية المهمات وقضاء الحاجات ، ودفع البليات وكشف الكربات وصحة الأمراض وشفاء المرضىٰ عند المضائق والشدائد فحصل مرادهم=

ابجد حروف کا تعویذ اور اس کا استعمال

مسئلہ (۱۹): جو تعویذات آیاتِ مبارکہ یا احادیثِ مبارکہ سے تیار کیے گئے ہوں، یا بزرگوں سے منقول ہوں، ان کے الفاظ درست ہوں، تو ایسے الفاظ یا ان کے ابجد حروف سے تعویذ بنانا اور اس کا استعمال کرنا درست اور شرعاً جائز ہے، جب کہ مبہم غیر معلوم المعنیٰ یا شرکیہ الفاظ سے تیار کی گئی تعویذ کا استعمال جائز نہیں ہے۔ (۱)

=وفازوا بمقاصدهم ووجدوه كالترياق مجرباً ، وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة . ونقل السيد جمال الدين المحدث عن استاذه السيد أصيل الدين أنه قال : قرأت صحيح البخاري نحو عشرين ومائة مرة في الوقائع والمهمات لنفسي والناس آخرين فبأي نية قرأته حصل المقصود وبقي المطلوب ......

...... وهكذا قال الشيخ مشائخنا الشاه عبد العزيز الدهلوي في " البستان" : ان قرأته في الشدائد والأمراض وخوف الأعداء والغلاء وسائر البلايا ترياق مجربٌ .

(۱/۲۳، ۲۴ ، مقدمة اللامع ، الفائدة الثانية ، المكتبة الأشرفية ديوبند)

(فتاویٰ محمودیہ:۳/ ۲۹۶، کراچی، فتاویٰ حقانیہ:۲/ ۷۳، فتاویٰ رشیدیہ:ص/ ۱۶۶، تالیفاتِ رشیدیہ:ص/ ۱۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قالوا : وإنما تكره العوذة إذا كانت لغير لسان العرب ولا يدري ما هو ، ولعله يدخله سحر أو كفر أو غير ذلك ، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به . اهـ . (۹/ ۵۲۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، ۶/ ۳۶۳ ، ط : دار الفكر)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۳۱۰۵)

گاڑیوں کی پلیٹ نمبر اور موبائل سم کارڈ کے لیے ۳۱۳ کے عدد کا انتخاب

مسئلہ (۲۰): حضراتِ علماء کرام نے اسماء بدریین کے ذکر کے بعد دعا کے قبول ہونے کی صراحت فرمائی ہے، مگر یہ بات تجربہ سے ثابت ہے، نص سے نہیں[1]، نیز قبولیتِ دعا اور حصولِ برکت کا یہ تجربہ اسماء بدریین کے ذکر پر ہے، نہ کہ محض ان کے عدد ''۳۱۳'' کے ذکر یا لکھنے پر، اس لیے کہ نفسِ عدد ''۳۱۳'' کو ان کے اسماء سے کوئی مناسبت نہیں ہے، بلکہ یہ غزوۂ بدر میں شریک حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجموعی عدد ہے، جب کہ آج کل بہت سے لوگ اس عدد کو بطورِ تبرّک اپنی گاڑیوں کے نمبر پلیٹ یا موبائل کے سم کارڈ (Sim Card) نمبر وغیرہ کے لیے منتخب کرتے ہیں، تو ان کا یہ عمل باعتقادِ تبرّک درست نہیں، ہاں! اگر اس اعتقاد کے بغیر محض اپنی طبعی پسند کی وجہ سے انتخاب کرتے ہوں، تو پھر اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہونا چاہیے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' لامع الدّراري على جامع البخاري '' : وقد تقدم ما قال الزرقاني قال العلامة الدّواني : سمعنا من مشائخ الحديث أن الدعاء عند ذكرهم في البخاري مستجاب وقد جرب . (۳/۱۲۳ ، كتاب المغازي ، المكتبة الأشرفية ديوبند ، كذا في شرح الزرقاني : ۱/۴۰۹ ، بحواله سيرة المصطفى ﷺ : ۲/۱۳۶ ، كشف الباري شرح البخاري :ص/۱۷۸ ، كتاب المغازي)

(۲) ما في '' غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر '' : قوله : (الأصل في الأشياء الإباحة) ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعاليقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا ، وقيده فخر الإسلام بزمن الفترة فقال : إن الناس لن يتركوا =

اللہ رب العزت کے لیے لفظِ ’’خدا‘‘ کا استعمال

مسئلہ (۲۱): لفظِ ’’خدا‘‘ فارسی زبان کا لفظ ہے، جو کسی حد تک واجب الوجود کا ترجمہ ہے، اللہ رب العزت کے لیے اس کا استعمال اکابرِ امت سے چلا آرہا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا استعمال جائز ہے، لیکن چوں کہ یہ لفظ ’’اللہ‘‘ (اسمِ ذات) کا نہ نعم البدل ہے، اور نہ اس کے برابر، اس لیے اللہ کی پاک ذات کے لیے اس کا اسمِ ذات ’’اللہ‘‘ کا استعمال سب سے بہتر ہے۔[۲]

= سدًى في شيء من الأزمان ، وانما هذا بناء على زمن الفترة لاختلاف الشرائع ووقوع التحريفات ، فلم يبق الاعتقاد والوثوق على شيء من الشرائع ، فظهرت الإباحة بمعنى عدم العقاب بما لم يوجد له محرم ولا مبيح . انتهى . ودليل هذا القول قوله تعالى: ﴿خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ أخبر بأنه خلقه لنا على وجه المنة علينا، وأبلغ وجوه المنة وإطلاق الانتفاع ، فتثبت الإباحة . (۱/۲۲۳ ، ۲۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " روح المعاني " : أسماء الله تعالى توقيفية يراعى فيها الكتاب والسنة والإجماع ، فكل إسم ورد في هذه الأصول جاز إطلاقه عليه جلّ شانه ، وما لم يرد فيها لا يجوز إطلاقه وإن صحّ معناه . اهـ . (۶/۱۷۷ ، تحت آية الأعراف : ۱۸۰ ،

تفسير المظهري : ۳/۴۶۶ ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۶۲۹)

''جلَّ تو جلال تو، آئی بَلا کو ٹال تو'' کا وظیفہ

مسئلہ (۲۲): بعض لوگ مصیبت یا پریشانی کے وقت ایک مہمل وظیفہ'' جلَّ تو جلال تو، آئی بَلا کو ٹال تو، قدرت ہے کمال تو، نبی جی کی جھولی بھرے، بیچ میں ہے قرآن تو'' پڑھتے ہیں، شرعاً اِس کی کوئی اصل نہیں ہے، اس کی بجائے اندیشہ کے موقع پر ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ﴾ ''میں اللہ کی ذات اور قدرت سے اُس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، جس کو میں پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں'' -پڑھنا چاہیے۔[1]

خطبۃ الوداع کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۲۳): منجملہ رسوماتِ غیر شرعیہ ایک رسم یہ بھی ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں '' الوداع الوداع یا شہر رمضان'' اور '' الوداع الوداع یا سنۃ التراویح'' وغیرہ الفاظ پر مشتمل خطبہ جسے عوام الناس ''خطبۃ الوداع'' سے جانتے ہیں

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' حاشية ابن ماجة '' : '' من شر ما أجد وأحاذر '' تعوّذ من وجع ومكروه هو فيه ومما يتوقع حصوله في المستقبل من الحزن والخوف ، فإن الحذر والاحتراز عن خوف . (ص/ ۲۵۱ ، أبواب الطب ، باب ما عوذ النبي ﷺ وما عُوِّذ به ، صحيح مسلم : ۲/ ۲۲۴ ، كتاب السلام ، باب استحباب وضع يده على موضع ألم مع الدعاء ، رقم الحديث : ۲۲۰۲ ، شرح صحيح مسلم اردو : ۶/ ۵۷۹ ، رقم الحديث : ۵۶۳۲ ، سنن الكبرى للنسائي : ۶/ ۲۴۹ ، رقم الحديث : ۱۰۸۳۹)

(فتاویٰ عثمانی:۱/ ۲۶۲)

اور اسے پڑھنا سنت بلکہ قریب بواجب سمجھتے ہیں، حالانکہ اس طرح کا خطبہ قرونِ مشہود لہا بالخیر میں منقول نہیں ہے، اسے سنت یا قریبِ واجب سمجھ کر پڑھنا تعدیٔ حدود اللہ اور بدعتِ ضالہ ہوگا، کیوں کہ حضراتِ فقہاء کرام کسی امرِ مستحب کے مؤکد جاننے کو بھی تعدیٔ حدود اللہ اور بدعتِ ضالہ قرار دیتے ہیں، تو اس طرح کا خطبہ جو امرِ مُحدَث ہے، بدرجۂ اولیٰ تعدیٔ حدود اللہ اور بدعتِ ضالہ ہوگا، اس لیے اس کا ترک واجب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " . (۱/۳۷۱، كتاب الصلح ، رقم الحديث : ۲۶۹۷ ، الصحيح لمسلم : ۲/۷۷ ،كتاب الأقضية ، السنن لأبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم الحديث : ۴۶۰۶ ، السنن لإبن ماجة : ص/۱۳ ، مشكوة المصابيح :ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم الحديث : ۴۶۰۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : قوله عليه السلام : " كل بدعة ضلالة " .

(ص/۳۰ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الثاني ، شرح الطيبي : ۱/۲۲۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال في الأزهار : " كل بدعة سيئة ضلالة " . (۱/۳۳۷)

وما في " مرقاة المفاتيح " : وقال النووي : " البدعة كل شيء عمل على غير سابق ؛ وفي الشرع : إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ "، والمراد بالبدعة : ما أحدث في الدين ما لا أصل له في الشريعة يدل عليه ، وأما ما كا ن له أصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعاً ، وإن كان بدعة لغة ، وأما ما وقع في كلام السلف من استحسان بعض البدع فإنما ذلک في البدع اللغوية لا الشريعة ، فالبدعة الشرعية كلها مذمومة لأنها موجبة للضلال والغواية " . (۱/۲۶۴)=

بیوہ عورت کی چوڑیاں توڑنا

مسئلہ (۲۴): بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا ہے، تو عورتیں اُس کے ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ دیتی ہیں، اگر یہ چوڑیوں کا توڑنا کسی غلط عقیدے کی بنیاد پر ہے، تو یہ ممنوع ہے۔ (۱)

= ما في " رد المحتار " : ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ في علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .
(۲۵۶/۲ ، مطلب البدعة على خمسة أقسام)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون، ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الملا علي القاري رحمه الله : قال الطيبي : وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطٰن من الإضلال . (۲۶/۳ ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء في التشهد ، السعاية : ۲/ ۲۶۳ - ۲۶۵ ، باب صفة الصلاة ، قبيل فصل في القراءة ، شرح الطيبي : ۲/ ۴۴۶)

(فتاویٰ رشیدیہ: ص/ ۱۴۸، ۱۴۹، احسن الفتاویٰ: ۱/ ۳۷۱، باب ردّ البدعات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولٰينا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح . فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۱۶/۶)

ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن وردًا لقول الله عزّ وجلّ : ﴿وما تشآء ون إلآ أن يشآء الله﴾ . (ص/۱۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جليًا . (۳۹۸/۸ ، تحت رقم الحديث : ۴۵۸۷)=

البتہ عدتِ وفات میں عورت کے لیے زینت وزیبائش، بناؤ سنگھار کرنا منع ہے[۲]، اس لیے بناؤ سنگھار سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اگر چوڑیاں نکال دی جائیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن چوڑیوں کے توڑنے اور تُڑوانے کا جو رواج ہے، وہ ایک رسم ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے، نیز بیوہ عورت عدتِ وفات ختم ہونے کے بعد چوڑی اور زیور وغیرہ پہن سکتی ہے، بشرطیکہ اس میں کفار وفساق کی مشابہت نہ ہو۔[۳]

=(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : إذا كانت معتدة بيت أو موت وإن أمرها المطلق أو الميت بتركه لأنه حق الشرع ، إظهاراً للتأسف على ما فوات النكاح بترك الزينة بحلي أو حرير . " الدر المختار" . قال الشامي تحت قوله : (بحلي) أي بجميع أنواعه من فضة وذهب وجواهر ، قال القهستاني : والزينة ما تتزين به المرأة من حلي أو كحلي كما في الكشاف . (۵/۲۱۷ ، كتاب الطلاق ، باب العدة ، فصل في الحداد)

ما في " البحر الرائق " : وجب في الموت إظهارًا للتأسف على فوات نعمة النكاح فوجب على المبتوتة إلحاقاً لها بالمتوفى عنها زوجها بالأولى ، لأن الموت أقطع من الإبانة .... دخل في ترك الزينة الامتشاط بمشط أسنانه ضيقة لا الواسعة كما في المبسوط ، وشمل لبس الحرير بجميع أنواعه وألوانه ولو أسود ، وجميع أنواع الحلي من ذهب وفضة وجواهر ، زاد في التاتارخانية القصب .

(۴/۲۵۳ ، كتاب الطلاق ، فصل في الإحداد)

ما في " تعليق بدائع الصنائع " : الإحداد في الشرع ترك الزينة ونحوها لمعتدة موت أو طلاق بائن .... وذلك تجتنب المعتدة كل ما يحصل به الزينة فلا تلبس الحلي بأنواعه من ذهب وفضة وجواهر وقصب وزمرد وياقوت ومرجان .

(۴/۴۵۷ ، كتاب الطلاق ، فصل في أحكام العدة ، فتاوى حقانيه : ۴/۵۵۰)

(۳) ما في " تفسير ابن كثير " : إذا طلقت المرأة أو ماتت عنها زوجها فإذا انقضت فلا جناح عليها أن تتزين وتتصنع وتتعرض للتزويج .

(۱/۴۲۸ ، سورة البقرة : ۲۳۴ ، تفسير المظهري : ۱/۳۳۰)=

کتاب الطهارة

(پاکی کے مسائل)

ٹشو پیپر (Tessu Paper) سے استنجاء

مسئلہ (۲۵): استنجاء میں ڈھیلوں کے ساتھ پانی کا استعمال افضل ہے، لیکن دورِ حاضر میں ڈھیلوں کا استعمال بہت کم ہوا ہے، اس کی جگہ ٹشو پیپر (Tessu Paper) نے لے لی ہے، نیز ٹشو پیپر کے استعمال سے وہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے، جو ڈھیلوں کے استعمال میں ہے، یعنی عینِ ناپاکی کو ختم کرنا(۱)، اور چوں کہ ٹشو پیپر اسی مقصد سے بنایا بھی جاتا ہے، اس لیے استنجاء میں ٹشو پیپر اور پانی دونوں کا جمع کرنا بھی افضل ہے۔(۲)

= ما في " اعلاء السنن " : يباح للنساء من حلي الذهب والفضة والجواهر كل ما جرت عادتهنّ بلبسه كالسوار والخلخال والقراط والخاتم وما يلبسه على وجوههنّ وفي أعناقهنّ وأيديهنّ وأرجلهنّ وآذانهنّ . اهـ . (۱۷/۲۹۴، كتاب الحظر والإباحة، اعتبار عادة أهل النواحي في باب التشبه) (فتاویٰ محمودیہ:۲۸/۲۷، میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً ، وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة الكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعاً للنجاسة غير متقوّم . (۱/۵۵۲، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، البحر الرائق : ۱/۴۸۰) (فتاویٰ رحیمیہ :۴/۵۴، کتاب الطہارات، دار الاشاعت کراچی، احسن الفتاویٰ :۲/۱۰۸، فصل فی الاستنجاء، دار الاشاعت دیوبند، فتاویٰ حقانیہ:۲/۵۹۰، باب الأنجاس، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ پاکستان)

(۲) ما في " مراقي الفلاح " : (والأفضل في كل زمان (الجمع بين) استعمال (الماء والحجر) مرتباً (فيمسح) الخارج ثم يغسل المخرج اهـ .

(ص/۴۵، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء، مكتبة شيخ الهند ديوبند)=

مدارس ومکاتب کے چھوٹے بچوں کو وضو کا مکلّف بنانا

مسئلہ (۲۶): مدارس اور مکاتب میں بہت سے چھوٹے اور نابالغ بچے ناظرہ قرآن کریم اور حفظِ کلام پاک کے درجات میں داخل ہوتے ہیں، ابھی وہ شریعت کے مکلّف نہیں ہیں، نیز انہیں قرآن کریم باوضو چھونے کا مکلّف وپابند بنانے میں ان کے لیے بڑا حرج ہے، اور بلوغت تک تاخیر میں تقلیلِ حفظ بھی لازم آتا ہے، اس لیے ان کے لیے بلا وضو قرآن کریم چھونے کی گنجائش ہے، مگر ان کو طہارت کی ہدایت کی جائے اور اس کا عادی بنایا جائے۔(۱)

= ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والأفضل الجمع بين الجامد والماء ، فيقدم الورق ونحوه ، ثم يتبعه بالماء ، لأن عين النجاسة تزول بالورق أو الحجر ، والأثر يزول بالماء . (۱/۳۴۸ ، الفصل الثالث الاستنجاء ، ثالثاً : وسائل الاستنجاء وصفاته أو كيفيته ، مكتبه رشيديه كوئٹه) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۴۳۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولا يكره مس صبي لمصحف ولوح) . الدر المختار. قال الشامي تحت قوله : (ولا يكره مس صبي) فيه أن الصبي غير مكلف ، والظاهر أن المراد لا يكره لوليه أن يتركه يمس . (للضرورة) لأن في تكليف الصبيان وأمرهم بالوضوء حرجاً بهم ، وفي تاخيره إلى البلوغ تقليل حفظ القرآن . (۱/۳۱۶ ، ۳۱۷ ، كتاب الطهارة ، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء)

ما في " مراقي الفلاح " : ويحرم مسّها أي الآية لقوله تعالى : ﴿لا يمسّه إلا المطهّرون﴾ ..... وأمر الصبي بحمله ورفعه له لضرورة التعليم .

(ص/۵۸ ، كتاب الطهارة ، باب الحيض والنفاس)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بدفع المصحف إلى الصبيان وإن كانوا محدثين ، وهو الصحيح ، هكذا في السراج الوهاج .

(۱/۳۹ ، كتاب الطهارة ، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس)=

غیر مسلم کو قرآن پاک کا نسخہ دینا

مسئلہ (۲۷): غیر مسلم کی طرف سے بے ادبی کا اندیشہ نہ ہو، ہدایت کی توقع ہو اور وہ غسل کر کے قرآن پاک کو چھوئے، تو غیر مسلم کو مطالعہ کے لیے قرآن پاک کا نسخہ دینا، یا اسے سکھانا جائز ہے، ممکن ہے وہ ہدایت پالے۔[1]

= ما في " حلبي كبير" : وذكر في الجامع الصغير : لا بأس بدفع المصحف واللوح إلى الصبيان ، لأنهم لا يخاطبون بالطهارة وإن أمروا بها تخلقا واعتياداً . قال في الهداية : لأن في المنع تضييع حفظ القرآن ، وفي الأمر بالتطهير حرج بهم ، هذا هو الصحيح . (ص/ ۵۹ ، مطلب في أصح القولين) (فتاویٰ محمودیہ:۳/۵۲۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطهّرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : .... وإن حمل على النهي وإن كان في صورة الخبر كان عموماً فينا . وهذا أولى لما روي عن النبي ﷺ في أخبار متظاهرة أنه كتب في كتابه لعمرو بن حزم : " ولا يمسّ القرآن إلا طاهر " . فوجب أن يكون نهيه ذلک بالآية . (۳/۵۵۵ ، سورة الواقعة ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في " تفسير المظهري " : فالقول الصحيح أن الضمير راجع إلى القرآن فالمعنى لا يمسّ القرآن إلا المطهرون من الأحداث ، فيكون بمعنى النهي .... ولنا حديث عمرو بن حزم أن رسول الله ﷺ كتب إلى أهل اليمن كتاباً وكان فيه : " لا يمسّ القرآن إلا طاهر " . رواه الدار قطني والحاكم في المعرفة والبيهقي في الخلافيات . وروى الطبراني من حديث حكيم بن حزام قال : لما بعثني رسول الله ﷺ إلى اليمن قال : " لا يمسّ القرآن إلا وأنت طاهر " .

(۹/ ۱۶۲ ، سورة الواقعة ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند)=

جراثیم کش پاؤڈر ڈالے ہوئے پانی سے وضو

مسئلہ (۲۸): بسا اوقات پانی کے جراثیم مارنے کے لیے، پانی میں جراثیم کش پاؤڈر ڈالا جاتا ہے، جس کی وجہ سے پانی میں رِقّت اور سیلان تو باقی رہتا ہے، لیکن اس کا رنگ، بو اور مزہ میں فرق آجاتا ہے، اس طرح کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے، کیوں کہ جب پانی میں کوئی جامد چیز مل جائے اور اسے پکائے بغیر اس کے اوصاف بدل جائیں، تو جب تک اس میں رِقّت اور سیلان باقی رہے، اس سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے۔(۱)

= ما في " الفتاوى الهندية " : قال أبو حنيفة : أعلّم النصراني الفقه والقرآن لعله يهتدي ولا يمس المصحف ، وإن اغتسل ثم مس لا بأس ، كذا في الملتقط .

(۵/۳۲۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويمنع النصراني من مسّه ، وجوّزه محمد إذا اغتسل ، ولا بأس بتعليمه القرآن والفقه عسى يهتدي . (۱/۳۲۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء ، بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۳۴۴۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مراقي الفلاح " : والغلبة تحصل في مخالطة الماء لشيء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رقته ، فلا ينعصر عن الثوب وإخراجه عن سيلانه فلا يسيل على الأعضاء سيلان الماء ، وأما إذا بقي على رقته وسيلانه فإنه لا يضر أي لا يمنع جواز الوضوء به تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران وفاكهة وورق شجر . (ص/۹ ، كتاب الطهارة)

ما في " حلبي كبير " : الضابط عن مخالطة الأشياء الجامدة للماء من غير طبخ فإنه ما دام رقيقاً يسيل سريعاً كسيلانه عند عدم المخالطة فحكمه حكم الماء المطلق يجوز الوضوء به وإلا فلا ، ولا عبرة بزوال اللون ولا الطعم ولا الريح .

(ص/۹۰ ، باب المياه) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۲۹)

کنٹیکٹ لینسیز لگا کر وضو اور غسل

مسئلہ(۲۹): آج کل چشمہ کی بجائے کنٹیکٹ لینسیز کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے، یہ پلاسٹک کی گول شکل میں ہوتا ہے، جو آنکھ کے گول کالے حصے کو ڈھانپ لیتا ہے، بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آنکھ میں لینسیز کے موجودگی کے دوران اگر وضو یا غسل کیا جائے، تو وضو اور غسل درست نہیں ہوتا، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ لینسیز کے آنکھ میں موجود ہونے سے وضو اور غسل پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اور وضو اور غسل درست ہوجاتا ہے، کیوں کہ وضو اور غسل میں آنکھ کے اندرونی حصے کا دھونا، نہ فرض ہے، نہ سنت۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مراقي الفلاح " : ولا يجب إيصال الماء إلى ما انكتم من الشفتين عند الإنضمام ...... ولا باطن العينين ولو في الغسل للضرر .

(ص/٢٦ ، كتاب الطهارة ، فصل في تمام أحكام الوضوء)

ما في " البحر الرائق " : وصرّح الولوالجي في باب الكراهية على أن المفتى به أنه لا يجب إيصال الماء إلى ما تحته كالحاجبين، وذكر في المجتبى: لا تغسل العين بالماء.

(١/٢٧ ، كتاب الطهارة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإيصال الماء إلى داخل العينين ليس بواجب ولا سنة .

(١/٤ ، كتاب الطهارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا غسل باطن العينين . الدر المختار . قال الشامي : لأنه شحم يضره الماء الحارّ والبارد . (١/٢١١ ، كتاب الطهارة)

ما في " بدائع الصنائع " : وإدخال الماء في داخل العينين ليس بواجب ، لأن داخل العينين ليس بوجه ، لأنه لا يواجه إليه ، ولأن فيه حرجاً . (١/٦٧)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹/۲۴۳)

وضو کرنے والے کو سلام کرنا

مسئلہ (۳۰): اگر کوئی شخص وضو کرتے وقت وضو کی دعائیں بھی پڑھ رہا ہو، تو بہتر یہ ہے کہ نہ اسے سلام کیا جائے اور نہ وہ سلام کا جواب دے، اور نہ ہی دنیوی باتیں کریں، بلکہ وضو کی دعائیں پڑھیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويكره للمتوضي .... التكلم بكلام الناس ، والكراهة تنزيهية ، لأنه يشغله عن الأدعية .

(۱/۴۱۵ ، المطلب السادس ، مكروهات الوضوء ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص/۸۱ ، كتاب الطهارة ، فصل في المكروهات ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ومن آدابه) .... (و) عدم (التكلم بكلام الناس) إلا لحاجة تفوته . التنوير مع الدر .

(رد المحتار : ۱/۲۵۰ ، كتاب الطهارة ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأن يقول عند غسل كل عضو : " أشهد أن لا إله إلا الله وحدهٗ لا شريک له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله " . وأن لا يتكلم فيه بكلام الناس . كذا في المحيط .

(۱/۸ ، كتاب الطهارة ، الباب الأول في الوضوء ، الفصل الثالث في المستحبات)

ما في " المحيط البرهاني " : ومن الأدب أن يقول عند غسل كل عضو : " أشهد أن لا إله إلا الله وحدهٗ لا شريک له ، وأن محمدا عبده ورسوله " .... ومن الأدب أن لا يتكلم فيه بكلام الناس . (۱/۴۵ ، كتاب الطهارات ، الفصل الأول في الوضوء ، آداب الوضوء ، دار احياء التراث العربي) (فتاوی محمودیہ:۵/۵۹، باب الوضوء، طبع کراچی)

بچوں کا رخ یا پشت قبلہ کی جانب کرا کے پیشاب پاخانہ کروانا

مسئلہ (۳۱): بعض عورتیں اپنے بچوں کا رُخ یا پشت قبلہ کی جانب کرا کے پیشاب پاخانہ کرواتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ یہ تو ابھی بچہ ہے، ان کا یہ عمل صحیح نہیں ہے، کیوں کہ خانۂ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ اور تجلیاتِ خداوندی کا مرکز ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف پاؤں پھیلانے اور تھوکنے [۱]، نیز اس کی طرف رُخ یا پشت کر کے قضاءِ حاجت سے روکا گیا ہے [۲]، اسی لیے حضراتِ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے بچوں کو پیشاب پاخانہ کراتے وقت اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کا رُخ یا پشت قبلہ کی جانب نہ ہو۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن حذيفة أظنّه عن رسول الله ﷺ قال : " مَن تَفِلَ تِجاهَ القبلة جاء يوم القيامة تفله بين عينيه " .

(ص/۵۳۵ ، كتاب الأطعمة ، رقم الحديث : ۳۸۲۴)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي أيوب الأنصاري قال : قال رسول الله ﷺ : إذا أتى أحدكم الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يولّها ، شرّقوا أو غرّبوا " .

(۱/۲۶ ، كتاب الوضوء ، باب لا تستقبل القبلة بغائط أو بول)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا يكره للمرأة إمساك صغير لبول أو غائط نحو القبلة ، وكذا مدّ رجله إليها . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (إمساك صغير) هذه الكراهة تحريمية ، لأنه قد وجد الفعل من المرأة .

(۱/۵۵۵ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب القول مرجّح على الفعل)

بے شعور بچہ اگر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال دے

مسئلہ (٣٢): بچہ کے اندر بے شعوری ہوتی ہے، اس کے ہاتھوں میں لگی نجاست کا احساس اُسے بھی نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کسی بچہ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈال دیا، تو حضراتِ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر بچہ کے ہاتھ میں نجاست کا لگا ہونا یقینی ہو، تو پانی ناپاک ہوجائے گا، اور اگر ہاتھ کے پاک ہونے کا یقین ہو، تو پھر اس پانی سے پاکی حاصل کرنا جائز ہوگا، اور اگر معاملہ درمیان کا ہو، یعنی نہ ہی ہاتھ کے پاک ہونے کا علم ہو اور نہ ہی ناپاک ہونے کا یقین، تو ایسی صورت میں مناسب ہے کہ اس پانی سے پاکی حاصل نہ کرے، کیوں کہ بچے عادۃً نجاستوں سے بچتے نہیں ہیں، لیکن اگر کسی نے اُسی مشکوک پانی سے وضو یا غسل کرلیا، تو پاکی حاصل ہوجائے گی۔ (١)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا أدخل الصبي يده في كوز ماء أو رجله ، فإن علم أن يده طاهرة بيقين يجوز التوضؤ به ، وإن كان لا يعلم أنها طاهرة أو نجسة فالمستحب أن يتوضأ بغيره ، ومع هذا لو توضأ أجزاه . كذا في المحيط .

(١/٢٥ ، كتاب الطهارة ، الفتاوى التاتارخانية : ١/١١٦ ، ١١٧ ، كتاب الطهارة ، نوع آخر في الحباب والأواني ، المحيط البرهاني : ١/١٢١ ، كتاب الطهارة ، نوع آخر في الحباب والأواني)

کھڑے ہوکر وضو کرنا

مسئلہ (۳۳): بعض لوگ کھڑے ہوکر وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ کھڑے ہوکر وضو کرنا مکروہ نہیں، بلکہ خلافِ ادب ہے، کیوں کہ فقہاء کرام نے بلند جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنے کو آدابِ وضو میں شمار کیا ہے[۱]، اور ادب کی مخالفت سے کراہت لازم نہیں آتی۔[۲]

بچہ کی دودھ کی قے

مسئلہ (۳۴): بعض اوقات بچہ دودھ پینے کے بعد فوراً دودھ کی قے کردیتا ہے، یہ قے کبھی دودھ کے حلق سے نیچے اتر جانے کے بعد ہوتی ہے، اور کبھی حلق سے نیچے اترنے سے پہلے، اگر دودھ حلق سے نیچے اتر جائے، پھر قے ہو تو یہ قے ناپاک ہوگی، کیوں کہ پیٹ کی نجاستیں اس سے مل گئی ہیں، اور اگر دودھ حلق کے نیچے نہیں گیا، بلکہ منہ میں ہی تھا، اور بچہ نے اس کی قے کردیا، تو

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : آداب الوضوء : الجلوس في مكان مرتفع تحرزًا عن الغسالة . (ص/ ۳۱ ، كتاب الطهارة ، فصل من آداب الوضوء، حلبي كبير :ص/ ۳۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب في آداب الوضوء)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الشامي : لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة، إذ لا بدّ لها من دليل خاص .

(۱/ ۲۴۷ ، كتاب الطهارة، مطلب ترك المندوب هل يكره تنزيهًا) (فتاوی محمودیہ:۳۰/۴۱۵)

اس قے کو ناپاک نہیں سمجھا جائے گا، اگر کپڑے پر لگ جائے تو دھونا بھی ضروری نہیں، ہاں! اگر بطورِ نظافت دھولے تو بہتر ہے۔ (۱)

نومولود بچے کا لعاب (رال)

مسئلہ (۳۵): نومولود بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی انگلیوں کو منہ میں رکھ کر چوستے ہیں، جس کے سبب ان کے منہ سے لعاب گرتا رہتا ہے، یہ لعاب اس قدر تسلسل سے گرتا ہے کہ اس سے بچا نہیں جا سکتا، لہٰذا اگر یہ لعاب

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حلبي كبير" : وكذا الصبي إذا ارتضع وقاء من ساعته قيل وهو المختار والصحيح ظاهر الرواية أنه نجس لمخالطة النجاسة وتداخلها فيه بخلاف البلغم وبخلاف ما ذكر في القنية أنه لو قاء دودًا كثيرًا أو حية ملأت فاه لا ينقص ، وذلك لأنه ظاهر في نفسه ولم تتداخله النجاسة وما يستتبعه قليل لا يبلغ ملأ الفم .

(ص/ ۱۲۹ ، كتاب الطهارة ، فصل في نواقض الوضوء ، الدر المختار مع الشامية : ۱/ ۲٦٦ ، كتاب الطهارة ، مطلب نواقض الوضوء)

ما في " البحر الرائق " : قال الحسن : إذا تناول طعاماً أو ماء ثم قاء من ساعته لا ينقض لأنه طاهر حيث لم يستحل وإنما اتصل به قليل القيء فلا يكون حدثاً فلا يكون نجساً ، وكذا الصبي إذا ارتضع وقاء من ساعته وصححه في المعراج وغيره ، ومحل الاختلاف ما إذا وصل إلى معدته ولم يستقر ، أما لو قاء قبل الوصول إليها وهو في المرئى فإنه لا ينقض اتفاقاً كما ذكره الزاهدي ، وفي فتح القدير : لو قاء دودًا كثيرًا أو حية ملأت فاه لا ينقض لأن ما يتصل به قليل وهو غير ناقض .

(۱/ ٦۷ ، كتاب الطهارة) (بچے حقوق واحکام: ص/ ۱۰۱، ۱۰۲)

بدن یا کپڑے پر لگ جائے، تو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ لعاب پاک ہے، ہاں! اگر کوئی بطورِ نظافت دھو لے تو بہتر ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اتحاف أولى الألباب بحقوق الطفل وأحكامه " : إن ريق الطفل ولعابه طاهران لما ثبت عن أبي هريرة قال : رأيتُ النبي ﷺ حامل الحسن بن علي على عاتقه ولعابه يسيل عليه . والأصل الطهارة ما لم ينقل عنها ناقل صحيح لا يعارضه ما يساويه أو يقدم عليه .

قال ابن القيم : هذه المسئلة مما تعم به البلوى ، وقد علم الشارع أن الطفل يقيء كثيرًا ولا يمكن غسل فمه ولا يزال ريقه ولعابه يسيل على من يربيه ولم يأمر الشارع بغسل الثياب من ذلك ولا منع من الصلاة فيها ولا أمر بالتحرز من ريق الطفل .

(ص/۳۴۷ ، مسائل متنوعة)

ما في " مصنف عبد الرزاق " : عن أبي هريرة يقول : " كنا عند رسول الله ﷺ وهو يقسم تمرًا من الصدقة ، والحسن بن علي في حِجره ، فلما فرغ حمله النبي ﷺ على عاتقه ، فسال لعابه على خدّ النبي ﷺ ، فرفع إليه النبي ﷺ رأسه فإذا تمرة في فيه ، فأدخل النبي ﷺ يده فانتزعها منه". (۵۱/۴ ، رقم الحديث : ۶۹۴۰)

كتاب الأذان

(اذان کے مسائل)

وقت سے پہلے اذان

مسئلہ(۳۶): وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے غلطی سے وقت سے پہلے اذان دیدی، تو پہلے غلطی کا اعلان کردے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے، اور وہ دھوکہ میں نہ پڑیں، پھر وقت ہونے پر دوبارہ اذان دے، اور یہی حکم اقامت کا بھی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : قال : (وإن أذن قبل الوقت لم يجزه ويعيده في الوقت) لأن المقصود من الأذان إعلام الناس بدخول الوقت فقبل الوقت يكون تجهيلا لا إعلامًا . (۱/۲۷۸ ، باب الأذان)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : فيعاد أذان وقع بعضه قبله كالإقامة . تنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وقع بعضه) وكذا كله بالأولى .

(۲/۵۰ ، باب الأذان ، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه) أي في الوقت إذا أذن قبله ، لأن يراد للإعلام بالوقت فلا يجوز قبله بلا خلاف في غير الفجر .... وفهم من كلامه أن الإقامة قبل الوقت لا تصح بالأولى كما صرح به ابن الملك في شرح المجمع . (۱/۴۵۶ ، ۴۵۷ ، باب الأذان)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي " الخانية " : إذا أذن قبل الوقت يكره الأذان والإقامة ولا يؤذن لصلاة قبل الوقت .... وأجمعوا أن الإقامة قبل الوقت لا يجوز .

(۱/۳۲۵ ، الأذان ، نوع آخر في بيان الصلوات التي لها أذان والتي لا أذان لها ، وفي بيان في أي حال يوتى بها)=

اذان واقامت کے کلمات ترتیب وار کہنا

مسئلہ (۳۷): اذان واقامت کے کلمات ترتیب وار کہنے چاہییے، اگر کسی نے اذان واقامت کے کلمات آگے پیچھے کردیا، مثلاً ''أشہد أن محمداً رسول اللہ'' کو پہلے کہا اور ''اشہد أن لا إلہ إلا اللہ'' کو بعد میں کہا، تو ازسرنو اذان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے، صرف اس کلمہ کو اس کی جگہ پر دوبارہ کہنا کافی ہے، جس کو پہلے کہا ہے، مثلاً ''حی علی الصلوۃ'' سے پہلے ''حی علی الفلاح'' کہہ دیا، تو ''حی علی الصلوۃ'' کہنے کے بعد دوبارہ ''حی علی الفلاح'' بھی کہہ دے، اور اگر اس کلمہ کو نہیں دہرایا جس کو پہلے کہا تھا تب بھی کوئی حرج نہیں، کیوں کہ اذان واقامت کا مقصد پورا ہوگیا، البتہ بہتر یہی ہے کہ اس کلمہ کا اعادہ کرلے۔ (۱)

= ما في '' بدائع الصنائع '' : حتی لو أذن قبل دخول الوقت لا یجزئه ویعیده إذا دخل الوقت في الصلاة کلها في قول أبي حنیفة ومحمد .

(۱/ ۳۸ ، فصل في بیان وقت الأذان ، فتاوی قاضي خان : ۱/ ۳۸ ، باب الأذان ، مسائل الأذان) (خیر الفتاوی:۲/ ۲۱۰، احسن الفتاوی:۲/ ۲۹۰، کتاب الفتاوی:۲/ ۱۲۹، فتاوی محمودیہ:۹/ ۱۴۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامیة '' : ولو قدم فیهما مؤخرًا أعاد ما قدم فقط . الدر المختار . قال الشامي رحمه الله تعالی : قوله : (أعاد ما قدم فقط) کما لو قدم الفلاح علی الصلاة یعیده فقط : أي ولا یستأنف الأذان من أوله . (۲/ ۵٦ ، باب الأذان ، مطلب في أول من بنی المنائر للأذان)

ما في '' المبسوط '' : وإذا قدم المؤذن في أذانه أو إقامته بعض الکلمات علی بعض فالأصل فیه ان ما سبق أداؤه یعتد به حتی لا یعیده في أذانه . (۱/ ۲۸۵ ، باب الأذان)=

مؤذن کا دوران اذان واقامت بات چیت کرنا

مسئلہ (۳۸): مؤذن کے لیے اذان واقامت کے دوران بات چیت کرنا مکروہ ہے، اگر ایک دو بات کرلی، تو اذان واقامت درست ہے، لوٹانے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر زیادہ بات چیت کی تو اذان کا لوٹانا مستحب ہے، البتہ اقامت کو نہیں لوٹایا جائے گا، کیوں کہ اقامت دوبارہ کہنا ثابت نہیں ہے۔[1]

= ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ويرتب بين كلمات الأذان والإقامة كما شرع ، فإن قدم بعضًا وأخّر بعضًا فالأفضل الإعادة مراعاة للترتيب ،وأن يوالي بين كلمات الأذان والإقامة حتى لو ترك الموالاة فالسنة أن يعيد الأذان .

(۱/۲۴۸ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما في " المحيط البرهاني " : وإذا قدم المؤذن في أذانه وإقامته بعض الكلمات على البعض، نحو أن يقول : " أشهد أن محمدا رسول الله " قبل قوله : " أشهد أن لا إله إلا الله" فالأفضل في هذا أن ما سبق أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه ، لأن الأذان شرعت متطوعة مرتبة فتؤدى على نظيره وترتيبه إن مضى على ذلک جازت صلاتهم . (۱/۳۹۹ ، كتاب الصلاة ، في الأذان ، نوع آخر في تدارک الحد الواقع فيه ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳۲۵ ، الأذان ، نوع آخر في تدارک الخلل الواقع فيه، البحر الرائق : ۱/۴۴۹ ، باب الأذان ، فتاوى قاضيخان : ۱/۳۸ ، مكتبه حقانيه ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۶ ، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما ، خلاصة الفتاوى : ۱/۴۹ ، كتاب الصلاة ، الفصل الأول في الأذان ، في أذان العبد والأعمى والأعرابي) (احسن الفتاویٰ:۲/۲۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : قال : (ولا يتكلم المؤذن في أذانه وإقامته) لأنه ذكر معظم كالخطبة فيكره التكلم في خلاله لما فيه من ترک الحرمة.(۱/۲۷۸، باب الأذان)=

اذان واقامت کے کلمات کے آخر کو ساکن کرنا

مسئلہ(۳۹): اذان واقامت کے تمام کلمات کے آخر کو ساکن کرنا مسنون ہے، حرکت دے کر پڑھنا خلافِ سنت ہے، البتہ پہلے ''اللّٰہ اکبر'' کی ''را'' پر زبر لگا کر دوسرے ''اللّٰہ اکبر'' سے ملا کر اس طرح کہے: ''اللّٰہ اکبرَ اللّٰہ اکبر'' -تو یہ صحیح ہے۔(۱)

= ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولا يتكلم فيهما أصلا ولو ردّ السلام ، فإن تكلم استأنفه . التنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (استأنفه) إلا إذا كان الكلام يسيرًا . (۵٦/۲ ، باب الأذان ، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره الكلام في خلال الأذان ولو بردّ السلام ويكره الكلام في إقامته لتفويت سنة الموالاة ، ويستحب إعادته أي الأذان بالكلام فيه ، لأن تكراره مشروع كما في الجمعة دون الإقامة . قوله : (بالكلام فيه) أي مطلقًا ، وقيل لا يعاد مطلقًا ، ثالثها يعاد بالكلام الكثير دون اليسير . وهو الأشبه كما في البحر عن الخلاصة ، والكلمة والكلمتان يسير كما في القهستاني .
(ص/۲۰۰ ، باب الأذان)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا ينبغي للمؤذن أن يتكلم في الأذان أو في الإقامة أو يمشي فإن تكلم بكلام يسير لا يلزمه الاستقبال . (۵۵/۱ ، الباب الثاني في الأذان ، قبيل الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة الخ ، كذا في فتاوى قاضيخان : ۳۸/۱ ، مسائل الأذان ، البحر الرائق : ۴۴۹/۱ ، باب الأذان ، الفتاوى التاتارخانية : ۳۲۹/۱، الأذان، نوع آخر في المتفرقات من هذا الفصل، خلاصة الفتاوى: ۵۰/۱، كتاب الصلاة ، الفصل الأول في الأذان ، قبيل ومن سمع الأذان)

ما في " الهدية العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية " : ولا يتكلم فيها أصلا ولو ردّ سلام ، ولا يتنحنح إلا لتحسين صوته ، فإن تكلم استأنفه ، إلا إذا كان الكلام يسيرًا .
(ص/۷۰ ، باب الأذان ، كيفية الأذان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويسكّن كلماتها على الوقف . (۵٦/۱، كتاب الصلاة ، الباب الثاني في الأذان ، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة)=

''الصلوۃ خیرٌ من النوم'' بھول گیا

مسئلہ (۴۰): فجر کی اذان میں اگر مؤذن ''الصلوۃ خیرٌ من النوم'' کہنا بھول گیا، اور اذان کے درمیان یا اذان کے فوراً بعد یاد آئے، تو بہتر یہ ہے کہ ''الصلوۃ خیرٌ من النوم'' کہنے کے بعد ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر- لا إلہ إلا اللّٰہ'' بھی کہہ دے، اور اگر کافی وقت گذرنے کے بعد یاد آئے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱)

= ما في '' رد المحتار '' : وحاصلها أن السنة أن يسكّن الراء من ا لله أكبر الأول أو يصلها بألله أكبر الثانية ، فإن سكّنها كفى ، وإن وصلها نوى السكون فحرّك الراء بالفتحة ، فإن ضمّها خالف السنة .

(۵۲/۲ ، باب الأذان ، مطلب في الكلام على حديث '' الأذان جزم '' ، بيروت)

ما في '' الطحطاوي '' : ويجزم الراء في التكبير ويسكّن كلمات الأذان والإقامة ، في الأذان حقيقة وينوى الوقف في الإقامة ، لقوله صلی اللہ علیہ وسلم : '' الأذان جزمٌ والإقامة جزمٌ '' .

(ص/۱۹۵ ، ۱۹۶ ، باب الأذان)

ما في '' السعاية في كشف ما في شرح الوقاية '' : أقول : الحاصل أن ههنا أربعة أقوال: الفتح ، كما هو مختار الدماميني ، وهو مختار صاحب روضة وتبعه الحصكفي .... والحق هو القول الأول ، وقد صنّف الشيخ عبد الغني النابلسي في هذه المسئلة رسالة سمّاها ''تصديق من أخبر بفتح راء الله أكبر '' خلاصة ما ذكره فيها أن السنة أن يسكّن الراء أو يصلها ، فإن سكتها كفى ذلک ، وإن وصلها نوى السكون فحرک الراء بالفتحة . (۱۴/۲ ، ۱۵ ، باب الأذان)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۲۰/۹، میرٹھ، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۲۹۵/۳، نعیمیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : ويرتّب بين كلمات الأذان الإقامة كما شرع . كذا في محيط السرخسي . وإذا قدم في أذانه أو في إقامته بعض الكلمات على بعض نحو=

مؤذن کا اقامت کہنا افضل ہے

مسئلہ (۴۱): افضل یہ ہے کہ جو شخص اذان کہے وہی اقامت کہے، کسی اور شخص کے اقامت کہنے پر اگر مؤذن کو ناگواری ہوتی ہو تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا مکروہ ہے، کیوں کہ اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے، البتہ اگر مؤذن کی غیر موجودگی میں یا اس کی اجازت سے دوسرا شخص اقامت کہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (۱)

= أن يقول : " أشهد أن محمدًا رسول الله " قبل قوله : " أشهد أن لا إله إلا الله " فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه ، وإن مضى على ذلک جازت صلوته . كذا في المحيط .

(۱/ ۵٦ ، كتاب الصلاة ، الباب الثاني في الأذان)

ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يرتّب بين كلمات الأذان والإقامة حتى لو قدم البعض على البعض ترک المقدم ، ثم يرتّب ويؤلف ، ويعيد المقدم ، لأنه لم يصادف محله فلغا . (۱/ ۳٦۹ ، فصل في بيان سنن الصلاة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ومنها أن يرتّب بين كلمات الأذان وأن يوالي بينهما ، حتى لو ترک الموالاة فالسنة أن يعيد . (۱/ ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، الأذان ، نوع في بيان صفته ، البحر الرائق : ۱/ ۴۴۹ ، باب الأذان) (احسن الفتاویٰ:۲/ ۲۸٦،فتاویٰ رحیمیہ:۴/ ۱۰۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن زياد بن نعيم الحضرمي أنه سمع زياد بن الحارث الصدائي قال : " لما كان أول أذان الصبح أمرني يعني النبي ﷺ فأذنتُ فجعلتُ أقول اقيم يا رسول الله ! فجعل ينظر إلى ناحية المشرق إلى الفجر فيقول : لا حتى تطلع الفجر نزل فبرز ثم انصرف إليّ ، وقد تلاحق أصحابه يعني فتوضأ فأراد بلال أن يقيم=

....

....

....

= فقال له نبي الله ﷺ : " إن أخا صداءٍ هو أذّن ، ومن أذّن فهو يقيم " .

(ص/۷۶ ، كتاب الصلاة ، باب من أذّن فهو يقيم ، جامع الترمذي : ۱/۵۰ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء أن من أذّن فهو يقيم ، السنن لإبن ماجة :ص/۵۲ ، أبواب الأذان والسنة فيها، السنة في الأذان ، شرح معاني الآثار : ۱/۱۰۷ ، باب الرجلين يؤذن أحدهما ويقيم الآخر)

ما في " شرح معاني الآثار " : عن عبد الله بن محمد بن عبد الله بن زيد عن أبيه ، عن جده : " انه حين أرى الأذان أمر النبي ﷺ بلالا فأذّن ثم أمر عبد الله فأقام " .

(۱/۱۰۷ ، باب الرجلين يؤذن أحدهما ويقيم الآخر)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : أقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لا يكره مطلقًا ، وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة . التنوير . قال الشامي رحمه الله تعالى : ولكن الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم ، أي لحديث : " من أذّن فهو يقيم " .

(۲/۶۴ ، باب الأذان ، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإن أذّن رجل وأقام رجل آخر إن غاب الأول جاز من غير كراهة ، وإن كان حاضرًا وتلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره ، وإن رضي به لا يكره عندنا .

(۱/۳۲۴ ، الأذان ، نوع آخر في أذان المحدث والجنب ، وبيان من يكره أذانه ومن لا يكره ، المحيط البرهاني : ۱/۳۹۶ ، كتاب الصلاة ، الأذان ، قبيل نوع آخر في الفصل بين الأذان والإقامة ، بدائع الصنائع : ۱/۳۷۵ ، كتاب الصلاة ، صفات المؤذن) (فتاوی محمودیہ:۹/۱۶۶،فتاوی حقانیہ:۳/۵۶،فتاوی دار العلوم:۲/۹۷،کتاب الفتاوی:۲/۱۴۹)

دورانِ اذان واقامت وضوٹوٹ گیا

مسئلہ(۴۲): اذان یا اقامت کے دوران اگر مؤذن کا وضوٹوٹ جائے، تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اذان یا اقامت پوری کرلے پھر وضوکرنے کے لیے جائے، لیکن اگر اذان یا اقامت پوری کیے بغیر وضوکرنے کے لیے چلا گیا، تو دوسرا شخص یا وہی جب وضوکر کے آئے، تو ازسرِنو اذان یا اقامت کہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : قال : (وإن رعف فيها أو أحدث فذهب وتوضأ ثم جاء فأحبّ إليّ أن يبتدئها من أولها) لأن بذهابه انقطع النظم فربما يشتبه على الناس انه كان يؤذن أو يتعلم كلمات الأذان ، والأولى له إذا أحدث في أذانه أو إقامته أن يتمها ثم ذهب فيتوضأ ويصلي ، لأن ابتداء الأذان أو الإقامة مع الحدث يجوز فإتمامه أولى . (۲۸۵/۱ ، باب الأذان ، الدر المختار مع الشامي : ۶۱/۲ ، باب الأذان ، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه ، الفتاوى التاتارخانية : ۳۲۵/۱ ، كتاب الصلاة ، الأذان ، نوع آخر في تدارك الخلل الواقع فيه)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو سبقه الحدث في أحدهما فذهب ليتوضأ يستقبل غيره أو هو إذا رجع . هكذا في فتاوى قاضيخان . قال مشايخنا رحمهم الله : الأولى أن يتم الأذان إن أحدث فيه وأتم الإقامة إن أحدث فيها ، ثم يذهب ويتوضأ . كذا في المحيط. (۵۵/۱، الباب الثاني في الأذان ، الفصل الأول ، فتاوى قاضيخان : ۳۸/۱ ، السعاية: ۲۴/۲ ، باب الأذان ، خلاصة الفتاوى : ۴۹/۱ ، الفصل الأول في الأذان ، في أذان العبد والأعمى الخ) (فتاویٰ محمودیہ:۱۴۹/۹)

قضا نماز کے لیے اذان

مسئلہ (۴۳): اگر کسی شخص کی نماز فوت ہوگئی اور بعد میں وہ اُسے مسجد کے باہر قضا کرے، تو اذان واقامت دونوں کہے گا، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت سے، اور اگر اس فوت شدہ نماز کی قضا مسجد میں جماعت کے ساتھ کی جائے، تو اذان واقامت نہیں کہی جائے گی، کیوں کہ اس میں لوگوں کو تشویش وغلط فہمی میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) يسنّ أن (يؤذّن ويقيم لفائتة) رافعًا صوته لو بجماعة أو صحراء لا ببيته منفردًا .... (ولا فيما يُقضي عن الفوائت في مسجد) لأن فيه تشويشًا وتغليطًا (ويكره قضاؤها فيه) ، لأن التاخير معصية ، فلا يُظهرها . بزازية . تنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لأن فيه تشويشًا الخ) إنما يظهر أن لو كان الأذان لجماعة ، أما إذا كان منفردًا ، ويؤذّن بقدر ما يُسمِعُ نفسَه فلا . (۲/۵۷ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما في " الهندية " : ومن فاتته صلاة في وقتها فقضاها أذن لها وأقام واحدًا كان أو جماعة . هكذا في المحيط . (۱/۵۵ ، الباب الثاني في الأذان ، الفصل الأول)

(فتاویٰ دار العلوم: ۲/۱۲۹)

فاسد نماز کی ادائیگی کے لیے اذان واقامت

مسئلہ (۴۴): اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے، اور وقت کے اندر مسجد میں دوبارہ جماعت کے ساتھ اسے ادا کیا جائے تو اذان واقامت نہ کہی جائے۔(۱)

نماز کے اعادہ کے لیے اذان واقامت

مسئلہ (۴۵): اگر چند دنوں کے بعد نماز باجماعت فاسد ہونے کی تحقیق ہو، اور نماز کا اعادہ جماعت کے ساتھ، مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ ہو، تو اذان واقامت دونوں کہی جائیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوم ذكروا فساد صلاة صلّوها في المسجد في الوقت قضوها بجماعة فيه ولا يعيدون الأذان والإقامة .

(۲/۵۸، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق، الفتاوى التاتارخانية: ۱/۳۲۶ ، الأذان، نوع آخر فيمن يقضي الفوائت يقضيها بأذان وإقامة أو بغيرهما ، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۳۱ ، باب الأذان ، البحر الرائق : ۱/۴۵۶ ، باب الأذان ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۵ ، الباب الثاني في الأذان ، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن)

(فتاویٰ دار العلوم:۲/۱۱۰، خیر الفتاویٰ:۲/۲۱۳، فتاویٰ رحیمیہ:۴/۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : وإن قضوها بعد الوقت قضوها في غير ذلك المسجد بأذان وإقامة . (۲/۵۸ ، باب الأذان ، مطلب في أذان الجوق)=

قضا نمازِ فجر کے لیے اذان

مسئلہ (۴۶): اگر نمازِ فجر قضا ہوجائے اور اُسے مسجد کے باہر جماعت سے ادا کرنا ہے، تو اذان کہنا سنت ہے، اور اذان ویسی ہی ہونی چاہیے جس طرح صبح کی ہے، یعنی ''الصلوۃ خیرٌ من النوم'' کے ساتھ، اور اگر چھوڑ دے تو بھی کوئی حرج نہیں، کیوں کہ یہ نینداور غفلت کا وقت نہیں۔ (۱)

= ما في '' الفتاوى التاتارخانية '' : وفي '' جامع الهاروني '' : قوم ذكروا فساد صلاة صلّوها في غير وقت تلك الصلاة قضوها بأذان وإقامة في غير المسجد الذي صلّوا فيه تلك الصلاة مرة . (۱/۳۲۶ ، الأذان ، نوع آخر فيمن يقضي الفوائت يقضيها بأذان وإقامة أو بغيرهما ، السعاية : ۲/۳۱ ، باب الأذان ، البحر الرائق : ۱/۴۵۶ ، باب الأذان ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۵ ، الباب الثاني في الأذان ، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۲۰۵،میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير وشرحه مع الشامية '' : (وليسنّ أن يؤذن ويقيم لفائتة) رافعًا صوته لو بجماعة أو صحراء لا ببيته منفردًا . التنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لو بجماعة الخ) أي في غير المسجد بقرينة ما يذكره قريبًا من أنه لا يؤذن فيه للفائتة . (۲/۵۷ ، باب الأذان ، مطلب في أذان الجوق)

ما في '' بدائع الصنائع '' : ويستوي في وجوب مراعاة الأذان والإقامة القضاء والأداء . (۱/۳۸۰ ، تكرار الجماعة في المسجد) (فتاویٰ دارالعلوم:۲/۹۶)

مسافر جماعت کے لیے اذان واقامت

مسئلہ (۴۷): اگر مسافروں کی جماعت ہے تو ان کے لیے اذان واقامت کہنا افضل ہے، اور صرف اقامت پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، البتہ دونوں کو ترک کرنا مکروہ ہے، مسافر اگر تنہا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن مالک بن الحويرث قال : قدمتُ علی رسول الله ﷺ أنا وابن عم لي فقال لنا : " إذا سافرتما فأذّنا وأقيما وليؤمّكما أكبركما " . قال أبو عيسی : هذا حديث حسن صحيح ، والعمل عليه عند أكثر أهل العلم اختاروا الأذان في السفر . (۱/۵۰ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في الأذان في السفر)

ما في " الهداية " : والمسافر يؤذن ويقيم لقوله عليه السلام لإبن أبي مليكة : إذا سافرتما فأذّنا وأقيما ، فإن تركهما جميعًا يكره ، ولو اكتفی بالإقامة جاز .

(۱/۹۲ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : وإذا كان هذا الخطاب لهما ولا حاجة لهما مترافقين إلی استحضار أحد علم أن المنفرد أيضًا يسنّ له ذلک .

(۱/۲۶۱ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما في " الفتاوی التاتارخانية " : وإن اقتصر المسافر علی الإقامة وترک الأذان جاز ، وإن تركهما أو ترک الإقامة فقد أساء ويكره . (۱/۲۲۱ ، الأذان ، نوع آخر في بيان ما يفعل فيه ، البحر الرائق : ۱/۴۶۱ ، باب الأذان ، الهدية العلائية : ص/۷۱ ، باب الأذان ، التنوير مع الدر والرد : ۲/۶۳ ، باب الأذان ، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه ، الفتاوی الهندية : ۱/۵۴ ، الباب الثاني في الأذان ، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن ، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ۲/۳۳ ، مسائل الأذان ، بدائع الصنائع : ۱/۳۷۸ ، فصل في بيان محل وجوب الأذان ، تبيين الحقائق : ۱/۲۵۰ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان) (احسن الفتاویٰ:۲/۲۹۳)

کھیت والے کے لیے بستی کی اذان کافی ہے

مسئلہ (۴۸): جو شخص آبادی سے دور کھیت یا جنگل میں تنہا ہو، اس کے لیے اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور اقامت پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، البتہ دونوں کو ترک کرنا خلافِ اولیٰ ہے، ہاں! اگر کھیت یا باغ آبادی سے اتنا قریب ہو کہ بستی کی اذان وہاں تک سنی جاتی ہو، تو پھر اذان واقامت کے بغیر بھی نماز بلاکراہت جائز ہے، آبادی کی اذان واقامت اس کے لیے کافی ہے، اور یہی حکم اس شخص کے لیے ہے جو کسی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکے، اور گھر میں نماز پڑھے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : " يعجب ربک من راعي غنم في رأس شظية للجبل يؤذن بالصلوة ويصلي فيقول الله عزّ وجلّ : انظروا إلى عبدي هذا يؤذن ويقيم الصلوة يخاف مني قد غفرت لعبدي وأدخلته الجنة " . رواه أبوداود والنسائي .

(ص/۶۵ ، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن ، الفصل الثاني ، قديمي)

ما في " اعلاء السنن " : عن سلمان الفارسي رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا كان الرجل بأرض قي فحانت الصلاة فليتوضأ ، فإن لم يجد ماء فليتمم ، فإن أقام صلى معه ملكاه ، وإن أذن وأقام صلى خلفه من جنود الله ما لا يرى طرفاه " . قال المؤلف : ودلالة استحباب الأذان والإقامة في حديث سلمان وعقبة بن عامر للمنفرد صريحة ، وإتيان المنفرد به على سبيل الأفضلية ، فلا يسنّ في حقه مؤكدًا ، والمكروه له ترک الأذان والإقامة معًا ، حتى لو ترک الأذان وأتى بالإقامة لا يكره . كذا في البحر اهـ . (من الطحطاوي على مراقي الفلاح) .

(۲/۱۲۴ ، باب استحباب الأذان والإقامة للمسافر ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۱۹۴ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)=

....

....

....

....

= مـا فـي " الهداية " : والمسافر يؤذن ويقيم لقوله عليه السلام لإبني أبي مليكة : إذا سـافـرتـمـا فـأذّنـا وأقيما ، فإن تركهما جميعًا يكره ، ولو اكتفى بالإقامة جاز .... فإن صـلـى فـي بيتـه في المصر يصلي بأذان وإقامة، ليكون الأداء على هيئة الجماعة ، وإن تركهما جاز لقول ابن مسعود : " أذان الحيّ يكفينا " . (۱/۹۲ ، باب الأذان)

ما فـي " بـدائـع الـصـنائع " : ذكر في الأصل : إذا صلى الرجل في بيته واكتفى بأذان الـنـاس وإقـامتهـم أجزأه، وإن أقام فهو حسن ، لأنه إن عجز عن تحقق الجماعة بنفسه فـلـم يـعجز عن التشبه ...... وإن ترک ذلک واکتفى بأذان الناس وإقامتهم أجزأه ، لـمـا رُوي أن عبـد الـلـه بن مسعود صلى بعلقمة والأسود بغير أذان ولا إقامة وقال : " يـكـفيـنـا أذان الـحيّ وإقامتهم " . أشار إلى أن أذان الحيّ وإقامتهم وقع لكل واحد من أهل الحي ، ألا ترى أن على كل واحد منهم أن يحضر مسجد الحيّ . اهـ . (۱/۲۱۶ ، ۲۱۷ ، فـصـل وأمـا بيـان مـحل وجوب الأذان ، ط . العاصمة ، حاشية ابن عابدين : ۱/۲۶۴ ، ۲۶۵ ، ط : احيـاء التراث ، المصنف لإبن أبي شيبة : ۱/۲۲۰ ، ط : الدار السلفية ، رقم الأثر : ۳۸۸۴ ، الموسوعة الفقهية : ۶/۱۳)

ومـا في " بدائع الصنائع " : وأما المسافر إذا كان وحده فإن ترک الأذان فلا بأس به ، وإن ترک الإقامة يكره ، والمقيم إذا كان يصلي في بيته وحده فترک الأذان والإقامة لا يكره ، والفرق أن أذان أهل المحلة يقع أذانًا لكل واحد من أهل المحلة فكأنه وجد الأذان مـنه في حق نفسه تقديرًا ، فأما في السفر فلم يوجد الأذان والإقامة للمسافر من غيره ، غير أنه سقط الأذان في حقه رخصة وتيسيرًا فلا بد من الإقامة .

(۱/۳۷۸ ، فصل في بيان محل وجوب الأذان)

کتاب الصلوۃ

(نماز کے مسائل)

صفِ اول کونسی؟

مسئلہ (۴۹): فقہاء کرام کی تعریف کے مطابق صفِ اول وہ صف ہے، جوامام کے پیچھے ہواور کسی مقتدی کے پیچھے نہ ہو، اس تعریف سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے ایک جزئیہ یہ مستنبط کیا ہے کہ اگر صفِ اول منبر کی وجہ سے کٹ رہی ہو، تو اس منبر کے بالمقابل دوسری صف میں جو شخص ہو وہ بھی صفِ اول میں شمار ہوگا، اوراس کو بھی صفِ اول کا ثواب ملے گا، اس لیے کہ وہ امام کے پیچھے ہے، اس کے آگے کوئی مقتدی نہیں ہے، فقہاء کرام کی مذکورہ بالا تعریف اور شامی کے مذکورہ بالا جزئیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منبر کی وجہ سے درمیان سے منقطع صف، صفِ اول شمار ہوگی، اس لیے کہ وہ کسی مقتدی کے پیچھے نہیں ہے، بلکہ امام کے پیچھے ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "رد المحتار" : ويعلم منه بالأولى أن مثل مقصورة دمشق التي هي في وسط المسجد خارج الحائط القبلي يكون الصف ما يلي الإمام في داخلها ، وما اتصل به من طرفيها خارجاً عنها من أول الجدار إلى آخره ، فلا ينقطع الصف ببنائها ، كما لا ينقطع بالمنبر الذي هو داخلها فيما يظهر .... ويؤخذ من تعريف الصف الأول بما=

جمع بین الصلوتین یعنی دونمازوں کوایک ہی وقت میں پڑھنا

مسئلہ (۵۰): بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سفر یا کسی اورعذر سے جمع بین الصلوتین یعنی دونمازوں کوایک وقت میں پڑھنا جائز ہے، ان کا یہ خیال درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ کسی عذر کے سبب بھی جمع بین الصلوتین جائز نہیں ہے، البتہ جمع حقیقی کی بجائے جمع صوری کر لی جائے تو یہ شرعاً جائز ہے۔

جمع صوری یہ ہے کہ ظہر کی نماز کومؤخر کرکے اس کے اخیر وقت میں اور نماز عصر کواس کے ابتدائی وقت میں پڑھے، اسی طرح نماز مغرب کواخیر وقت اور عشاء کو اولِ وقت میں پڑھے، اس طرح جمع بین الصلوتین شرعاً جائز بھی ہے اور دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر ادا بھی ہوجائیں گی۔[1]

= هـو خـلف الإمام : أي لا خلف مقتد آخر ، أن من يقام في الصف الثاني بحذاء باب المنبر يكون من الصف الأول ، لأنه ليس خلف مقتد آخر . والله تعالى أعلم .

(۲/۱ ۱ ۳ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب في الكلام على الصف الأول ، بيروت)

مـا فـي " الـمـوسـوعـة الـفـقـهـيـة " : ولكن العلماء اختلفوا في المراد من الصف الأول ، فذهب جمهور الفقهاء إلى أن الصف الأول الممدوح الذي وردت الأحاديث بفضله ، هو الصف الذي يلي الإمام ، سواء تخلله منبر أو مقصورة أو أعمدة أو نحوها . اهـ.

(۲۷/۳۸ ، صف) (فتاویٰ امارتِ شرعیہ:۲/۴۳۱،۴۳۲، باب تسویۃ الصفوف، فتاویٰ رحیمیہ:۵/۳۱، باب صفۃ الصلاۃ، دارالاشاعت کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح معاني الآثار " : قال أبو جعفر الطحاوي : وأما وجه ذلك من طريق النظر فإنا قد رأيناهم أجمعوا أن صلاة الصبح لا ينبغي أن تقدم على وقتها ولا تؤخر =

....

....

....

....

= عنه ، فإن وقتها وقت لها خاصة دون غيرها من الصلوات فالنظر على ذلك أن يكون كذلك سائر الصلوات كل واحدة منهن منفردة لوقتها دون غيرها ، فلا ينبغي أن تؤخر عن وقتها ولا تقدم قبله ..... فثبت بما ذكرنا أن ما روينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من الجمع بين الصلوتين أنه تاخير الأولى وتعجيل الآخرة ، وكذلك كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من بعده يجمعون بينهما .

(۱/۱۲۳ ، كتاب الصلاة ، باب الجمع بين الصلوتين كيف هو؟)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا جمع بين فرضين في وقت بعذر سفر ومطر خلافاً للشافعي، وما رواه محمول على الجمع فعلا لا وقتاً . الدر المختار . قال الشامي تحت قوله : (ما رواه) أي من الأحاديث الدالة على التاخير كحديث أنس أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا عجل السير يؤخر الظهر إلى وقت العصر فيجمع بينهما ويؤخر المغرب حتى يجمع بينها وبين العشاء ، وعن ابن مسعود مثله . وقال تحت قوله : (محمول) أي فعل الأولى في آخر وقتها والثانية في أول وقتها .

(۲/۴۵ ، كتاب الصلاة ، مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۴۱۶)

باب الإمامة

(امامت کے مسائل)

صحنِ مسجد کے پردے اٹھانا یا کواڑ کھولنا

مسئلہ (۵۱): اگر کسی مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت ہورہی ہو اورسب پردے چھوٹے ہوئے ہیں، یا کواڑ بند ہیں، لیکن اس کے باوجود امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا ہے، تو بغیر کواڑ کھولے اور بغیر پردے اٹھائے بھی، باہر صحن میں نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہوجائے گی، مگر بہتر یہ ہے کہ پردے اٹھادیئے جائیں، یا کواڑ کھول دیئے جائیں۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : والحائل لا یمنع الاقتداء إن لم یشتبه حال إمامه بسماع أو رؤیة ولو من باب مشبک لا یمنع الوصول في الأصح ، ولم یختلف المکان حقیقة کمسجد وبیت في الأصح . قنیة . ولا حکماً عند اتصال الصفوف . ” الدر المختار“ . قال ابن عابدین رحمه الله تعالی : قوله : (بسماع) أي من الإمام أو المکبر . التاتارخانیة ..... ینبغي أن تکون الرؤیة کالسماع لا فرق فیها بین أن یری انتقالات الإمام أو أحد المقتدین . (۲/۳۴۴ ، کتاب الصلاة ، باب الإمامة)

ما في ” الفتاوی الهندیة “ : ویصح إن کان صغیراً لا یمنع ، أو کبیراً وله ثقب لا یمنع الوصول ، وکذا إذا کان الثقب صغیراً یمنع الوصول إلیه ، لکن لا یشتبه علیه حال الإمام سماعاً أو رؤیة ، هو الصحیح .

(۱/۸۸ ، الفصل الرابع في بیان ما یمنع صحة الإقتداء وما لا یمنع)=

ائمہ کرام کا جلدی جلدی نماز پڑھانا

مسئلہ (۵۲): علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبِ حلیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''مستحب یہ ہے کہ امام رکوع اور سجدہ میں تسبیحات پانچ پانچ مرتبہ پڑھے، تاکہ مقتدی حضرات تین تین مرتبہ پڑھ سکیں، لہٰذا اگر امام نے اس کی رعایت نہیں کی، تو اُس کا یہ عمل مکروہ ہوگا۔''(۱)

= ما في " البحر الرائق " : وإن كان الباب مسدوداً ، أو الكوة صغيرة لا يمكن النفوذ منها ، أو مشبكة وإن كان لا يشتبه عليه حال الإمام برؤية أو سماع لا يمنع على ما اختاره شمس الأئمة الحلواني ، قال في المحيط : وهو الصحيح ، وكذا اختاره قاضيخان وغيره . (۱/۶۳۴ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وعلى هذا الإقتداء في المساكن المتصلة بالمسجد الحرام وأبوابها من خارجه صحيح إذا لم يشتبه حال الإمام لسماع أو رؤية . (۶/۲۴ ، اقتداء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي " المنية " : ويكره للإمام أن يُعجلم عن إكمال السنة ، ونقل في "الحلية" عن عبد الله بن المبارك واسحاق وابراهيم والثوري أنه مستحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات ليدرك من خلفه الثلاث . اهـ .

(۱/۱۹۹ ، باب صفة الصلاة ، مطلب في إطالة الركوع للجائي ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويقول في سجوده : سبحان ربي الأعلى ثلاثاً ، وذلك أدناه . كذا في المحيط . ويستحب أن يزيد على الثلاث في الركوع والسجود بعد أن يختم بالوتر . كذا في الهداية . فالأدنى فيهما ثلاث مرات والأوسط خمس مرات والأكمل سبع مرات . كذا في الزاد . وإن كان إماماً لا يزيد على وجه يملّ القوم . كذا في الهداية . (۱/۷۵ ، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۵)

فصل في القراءة

(قرأت کے مسائل)

نماز میں مسنون قرأت

مسئلہ (۵۳): امام ومنفرد، دونوں کے لیے بحالتِ حضر واطمینان، فجر وظہر میں طوالِ مفصل، یعنی ''سورۂ حجرات'' سے ''سورۂ بروج'' تک، عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل، یعنی ''سورۂ بروج'' سے ''سورۂ لم یکن'' تک، اور مغرب میں قصارِ مفصل، یعنی ''سورۂ لم یکن'' سے ''سورۂ ناس'' تک کی سورتوں میں سے قرأت کرنا مسنون ہے، کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے، مگر عامۃً ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مشكاة المصابيح '' : عن سليمان بن يسار ، عن أبي هريرة : '' ما صليت وراء أحد أشبه صلاة برسول الله ﷺ من فلان ، قال سليمان : صليت خلفه فكان يطيل الركعتين الأوليين من الظهر ويخفف الأخريين ويخفف العصر ، ويقرأ في المغرب بقصار المفصل ، ويقرأ في العشاء بوسط المفصل ، ويقرأ في الصبح بطوال المفصل '' . رواه النسائي . وروى ابن ماجه إلى '' يخفف العصر '' .

(ص/۸۰ ، ۸۱ ، باب في القراءة)

ما في '' رد المحتار '' : ويسنّ في الحضر لإمام ومنفرد ، ذكره الحلبي ، والناس عنه غافلون ، طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر ، ومنها إلى آخر '' لم يكن '' أوساطه في العصر والعشاء ، وباقيه قصاره في المغرب ، أي في كل=

....

....

....

....

= ركعة سورة مما ذكر ، ذكره الحلبي ، ومقتضاه أنه لا نظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات ، فيترجح على الرواية الأولى (أن السنة في الفجر حضراً أربعون آية) لتايده بالأثر الوارد عن عمر رضي الله عنه أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري : أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل ، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل ، وفي المغرب بقصار المفصل ، قال في الكافي : وهو كالمروي عن النبي ﷺ ، لأن المقادير لا تعرف إلا سماعاً ، فإن كان في السفر في حالة الضرورة بأن كان على عجلة من السير أو خائفاً من عدو أو نص يقرأ الفاتحة وأيّ سورة شاء ، وفي الحضر في حالة الضرورة بأن خاف فوت الوقت يقرأ ما لا يفوته الوقت ، بل تارةً يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر ، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الأعذار ، لأنه عليه السلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشيّة أن يشقّ على أمه .

(۲/ ۲۳۰ ، كتاب الصلاة ، مطلب السنة تكون سنة عين ، دار الكتاب ديوبند ، كذا في غنية المستملي المعروف بحلبي كبير : ص/ ۳۱۲ ، باب صفة الصلاة ، مكتبه سهيل اكيڈمي لاهور) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۴۷۵، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

نماز میں مجہول قرأت

مسئلہ (۵۴): بعض ائمہ مجہول قرأت کرتے ہیں، تو محض مجہول قرأت کی وجہ سے ان کی نماز اور امامت کے صحیح نہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، البتہ اگر دورانِ قرأت لحنِ جلی کی بناء پر کسی کلمہ کا معنی ایسا بگڑ جائے جو فسادِ نماز کا ذریعہ ہو تو نماز فاسد ہوگی، تاہم خصوصاً ائمہ حضرات اور عموماً تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قرأت کی درستگی کی فکر کریں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : (ومنها اللحن في الإعراب) إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ : ﴿لا ترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء لا تفسد صلاته بالإجماع ، وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ : ﴿وعصى آدم ربه﴾ بنصب الميم ورفع الرب ، وما أشبه ذلک مما لو تعمد به يكفر . إذا قرأ خطأ فسدت صلاته في قول المتقدمين . واختلف المتأخرون قال محمد بن مقاتل وأبو نصر محمد بن سلام وأبوبكر بن سعيد البلخي والفقيه أبو جعفر الهندواني وأبوبكر محمد بن الفضل والشيخ الإمام الزاهد وشمس الأئمة الحلواني لا تفسد صلاته ، وما قاله المتقدمون أحوط ، لأنه لو تعمد يكون كفراً ، وما يكون كفراً لا يكون من القرآن ، وما قاله المتأخرون أوسع ، لأن الناس لا يميزون بين إعراب وإعراب ، كذا في فتاوى قاضيخان ، وهو الأشبه ، كذا في المحيط ، وبه يفتى ، كذا في العتابية ، وهكذا في الظهيرية .

(۱ / ۸۱ ، كتاب الصلاة ، الباب الرابع في صفة الصلاة ، الفصل الخامس في زلة القارى)

ما في " المحيط البرهاني في الفقه النعماني " : إذا لحن في الإعراب لحناً فهو على وجهين : إما أن يتغير المعنى بأن قرأ : ﴿لا ترفعوا أصواتكم﴾ .... أو قرأ : ﴿الرحمن على العرش﴾ .... بنصب الرحمن ، وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته =

= بالإجماع . وأما إن تغير المعنى بأن قرأ : ﴿هو الله الخالق البارئ المصوّر﴾ ... بنصب الواو ورفع الميم . أو قرأ : ﴿وعصٰى آدم ربه﴾ ... بنصب الميم ورفع الباء ، أو قرأ :﴿وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمٰتٍ فأتمهنّ﴾ ..... برفع إبراهيم ونصب الرب ، أو قرأ : ﴿من الجنة والناس﴾ ... بنصب الجيم .... وفي هذا الوجه اختلف المشايخ ، قال بعضهم : لا تفسد صلاته ، وهكذا روي عن أصحابنا ، وهو الأشبه ، لأن في اعتبار الصواب في الإعراب إيقاع الناس بالحرج، والحرج مرفوع شرعاً اهـ .

(۱/ ۳۷۹ ، كتاب الصلاة ، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب ، بيروت)

ما في " الخانية على هامش الهندية " : أما الخطأ في الإعراب إذا لم يغير المعنى لا تفسد الصلاة عند الكل ، كما لو قرأ : ﴿إن المؤمنين والمؤمنات﴾ أو قرأ :﴿ولم يجعل له عوجاً﴾ بالنصب ، أو قرأ : ﴿قواما﴾ مكان ﴿قواما﴾ أو قرأ : ﴿الحمد لله رب العٰلمين﴾ بنصب الدال ونصب ميم الرحيم ونون الرحمن ..... لا تفسد الصلاة ، لأن الخطأ في الإعراب مما لا يمكن الاحتراز عنه ، فيعذر ....

وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ : ﴿وعصى آدم ربه فغوٰى﴾ بنصب ميم آدم ورفع باء ربه .... أو قرأ : ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ برفع الله ونصب العلماء .... وما أشبه ذلک مما لو تعمد به يكفر ، إذا قرأ خطأ فسدت صلاته في قول المتقدمين ، واختلف المتأخرون في ذلک ، قال محمد بن مقاتل وأبو نصر محمد بن سلام وأبوبكر بن سعيد البلخي والفقيه أبوجعفر الهندواني والشيخ الإمام أبوبكر محمد بن الفضل والشيخ الإمام إسمعيل الزاهد وشمس الأئمة الحلواني رحمه الله تعالى لا تفسد صلاته ، وما قاله المتقدمون أحوط ، لأنه لو تعمد يكون كفراً .... وما قاله المتأخرون أوسع ، لأن الناس لا يميزون بين إعراب وإعراب فلا تفسد الصلاة . (۱/ ۱۳۹ ، ۱۴۰ ، كتاب الصلاة ، فصل في قراءة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۳۰۶ ، كتاب الصلاة ، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب ، دار الإيمان سهارنفور)

دوسورتوں کے درمیان کسی سورت کے ذریعہ فصل

مسئلہ (۵۵): بعض لوگ فرض نماز میں دوسورتوں کے درمیان کسی سورت کو چھوڑ کر تیسری سورت کے پڑھنے کو مطلقاً مکروہ خیال کرتے ہیں، ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ دوسورتوں کے درمیان کسی ایسی سورت سے فصل کرنا، جس کی وجہ سے دوسری رکعت پہلی رکعت کے مقابلے میں طویل ہوجاتی ہو، مکروہ نہیں ہے، اسی طرح قصداً کسی چھوٹی سورت کے ذریعہ فصل کرنا محض مکروہِ تنزیہی ہے، اور اگر یہ سہواً ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار" : قوله : (ويكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره . شرح المنية . كما إذا كانت سورتان قصيرتان ، وهذا لو في ركعتين . (۲/۲۶۹ ، فصل في القراءة ، بيروت)

ما في " حاشية الطحطاوي " : ويكره فصله بسورة بين سورتين قرأهما في ركعتين لما فيه من شبهة التفضيل والهجر ، وقال بعضهم : لا يكره إذا كانت السورة طويلة ، كما لو كان بينهما سورتان قصيرتان اهـ . (ص/۳۵۲ ، فصل في مكروهات الصلاة ، مكتبة شيخ الهند ديوبند ، الفتاوى الهندية : ۱/۷۸ ، الباب الرابع في صفة الصلاة ، الفصل الرابع في القراءة) (حاشیہ فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۰۳)

نمازِ فجر میں تراویح کی طرح ختم قرآن کریم

مسئلہ (۵۶): اگر کوئی امام نمازِ فجر میں قرآن کریم کو اس طرح ترتیب سے ختم کرے، جیسے تراویح میں ختم کیا جاتا ہے، مثلاً سورۂ بقرہ ''الم'' سے شروع کرے اور روزانہ تھوڑا تھوڑا بالترتیب سورۂ ناس تک اسی طرح پڑھتے رہے، اور پورا قرآن کریم نمازِ فجر میں ختم کرے، تو اس کا یہ عمل خلافِ سنت ہے، ائمہ کرام کو اس سے احتراز ضروری ہے، گو نماز اس طرح ترتیب سے قرأت کرنے سے بھی صحیح ہوجاتی ہے، مگر مسنون طریقہ یہ ہے کہ فجر میں طوالِ مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں، وقت کی گنجائش اور مقتدیوں کے تحمّل کی رعایت کرتے ہوئے پڑھی جائیں[1]، اگر پورا قرآن کریم نماز میں پڑھنا ہو تو اپنی تنہا نفل نماز میں پڑھیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : قوله (إلا بالمسنون) وهو القراءة من طوال المفصل في الفجر والظهر ، وأوساطه في العصر والعشاء ، وقصاره في المغرب . (۱۹۴/۲ ، باب صفة الصلاة ، مطلب قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن ، بيروت)

ما في " رد المحتار " : عن عمر رضي الله عنه أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري رضي الله عنه : أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل ، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل ، وفي المغرب بقصار المفصل .... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم ، ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام ، وهكذا في الخلاصة . اهـ . (۲۶۱/۲/۲۶۲ ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراءة)=

غصہ اور جُھنجھلاہٹ کی وجہ سے طویل قرأت

مسئلہ (۵۷): کبھی کوئی مقتدی امام کو اس کے مختصر قرأت کرنے پر ٹوک دیتا ہے، کہ آپ طویل قرأت نہیں کرتے، جس کی وجہ سے امام غصہ اور جُھنجھلاہٹ میں اس قدر طویل قرأت کرتا ہے کہ مقتدی تکلیف محسوس کرنے لگتے ہیں، تو امام کا یہ فعل غلط ہے، اس سے احتراز ضروری ہے، کیوں کہ امام کو قدرِ مسنون کے بعد مقتدیوں کے حال کی رعایت کرنی چاہیے، کہ ان میں

= ما في " البحر الرائق " : قوله : (وفي الحضر طوال المفصل لو فجراً أو ظهراً ، وأوساطه لو عصراً وعشاءً ، وقصاره لو مغرباً) والأصل فيه كتاب عمر إلى أبي موسى الأشعري رضي الله عنه : أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل ، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل، وفي المغرب قصار المفصل . (۱/۵۹۳ ، باب صفة الصلاة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويسنّ .... طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر ، ومنها إلى آخر لم يكن أوساطه في العصر والعشاء، وباقيه قصاره في المغرب. الدر المختار. (۲/۲۵۹-۲۶۱، فصل في القراءة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " إذا صلى أحدكم للناس فليخفِّفْ ، فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير ، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطوِّل ما شاء " . (۱/۹۷ ، كتاب الأذان ، باب إذا صلى لنفسه فليطوّل ما شاء ، قديمی)

ما في " السنن للترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : " إذا أمّ أحدكم الناس فليخفِّفْ ، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض ، فإذا صلى وحدهٗ فليصلّ كيف شاء " . (۱/۵۵ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء إذا أمّ أحدكم الناس فليخفِّفْ ، قديمی) (فتاویٰ محمودیہ:۷/۸۲،۸۳)

بوڑھے، ضعیف، بیمار ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں[1]، اسی لیے شریعت نے ان کی رعایت کرتے ہوئے طِوال، اوساط اور قصارِ مفصل کی قرأت تجویز کی ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " إذا صلى أحدكم للناس فليخفِّفْ ، فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير ، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطوِّل ما شاء " .

(١/٩٧ ، كتاب الأذان ، باب إذا صلى لنفسه فليطوّل ما شاء ، قديمی)

ما في " السنن للترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : " إذا أمّ أحدكم الناس فليخفِّفْ ، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض ، فإذا صلى وحدهٗ فليصلّ كيف شاء " .

(١/٥٥ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء إذا أمّ أحدكم الناس فليخفِّفْ ، قديمی)

ما في " السنن لأبي داود " : أخبرنا سفيان عن عمرو سمعه من جابر : " كان معاذ يصلي مع النبي ﷺ ثم يرجع فيؤمّنا ، قال مرة : ثم يرجع فيصلي بقومه ، فأخّر النبي ﷺ ليلة الصلاة، وقال مرة : العشاء ، فصلى معاذ مع النبي ﷺ ثم جاء يؤمُّ قومه فقرأ البقرة فاعتزل رجلٌ من القوم فصلى ، فقيل : نافقتَ يا فُلانُ ، فقال : ما نافقتُ ، فأتى النبي ﷺ فقال : إن معاذاً يصلي معك ثم يرجعُ فيؤمّنا يا رسول الله ، وإنما نحن أصحابُ نواضحَ ونعملُ بأيدينا وإنه جاء يؤمّنا فقرأ بسورة البقرة ، فقال : يا معاذ ! أفتّانٌ أنت ، أفتّانٌ أنت ، اقرأ بكذا " . (ص/١١٥ ، كتاب الصلاة ، باب تخفيف الصلاة ، قديمی)

ما في " عون المعبود " : قوله : (أفتّان أنت) : أي أمنفّرٌ ومُوقعٌ للناس في الفتنة ، قال الطيبي : استفهام على سبيل التوبيخ وتنبيه على كراهة صنعه لأدائه إلى مفارقة الرجل الجماعة فافتتن به . في شرح السنة : الفتنة صرف الناس عن الدين وحملهم على الضلالة ، قال تعالى : ﴿ما أنتم عليه بفاتنين﴾ أي بمضلّين . انتهى . وقال الحافظ : =

= ومعنى الفتنة ههنا أن التطويل يكون سبباً لخروجهم من الصلاة وللتكره للصلاة في الجماعة ، وروى البيهقي في الشعب بإسناد صحيح أن عمر قال : " لا تبغضوا إلى الله عباده يكون أحدكم إماماً فيطوّل على القوم الصلاة حتى يبغض إليهم ما هم فيه " . اهـ . (ص/۳٦۹ ، كتاب الصلاة ، باب تخفيف الصلاة ، تحت رقم الحديث : ۷۰۹)

ما في " تبيين الحقائق " : قال : (وتطويل الصلاة) أي كره تطويل الصلاة لقوله عليه الصلاة والسلام : " إذا أمّ أحدكم الناس فليخفِّف ، فإن فيهم الكبير والصغير والضعيف والمريض . وإذا صلى وحده فليصلّ كيف شاء " . ولحديث أنس أنه قال : " ما صليتُ وراء إمام قطُّ أخف صلاة ولا أتم صلاة من رسول الله ﷺ " .

(۱/۳۴۸ ، باب الإمام والحدث في الصلاة ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكره تطويل الصلاة . كذا في التبيين . وينبغي للإمام أن لا يطوّل بهم الصلاة بعد القدر المسنون ، وينبغي له أن يراعي حال الجماعة ، هكذا في الجوهرة النيرة . (۱/۸۷ ، كتاب الصلاة ، الباب الخامس في الإمامة ، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره)

ما في " الجوهرة النيرة " : قوله : (وينبغي للإمام أن لا يطوّل بهم الصلاة) يعني بعد القدر المسنون لما روي : أن معاذاً رضى الله عنه صلى بقوم فأطال القيام ، فشكوه إلى رسول الله ﷺ فقال له : " أفتّان أنت يا معاذ ! قالها ثلاثاً " .... وروي أنه قال : " صلِّ بهم صلاة أضعفهم فإن فيهم المريض والكبير وذا الحاجة " . اهـ .

(۱/۱٦۰ ، كتاب الصلاة ، مطلب في كراهة الإمامة ، بيروت)

(۲) ما في " الهندية " : واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر والظهر ، وأوساطه في العصر والعشاء ، وقصاره في المغرب . كذا في الوقاية .

(۱/۷۷ ، الباب الرابع في صفة الصلاة ، الفصل الرابع في القراءة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويسنّ .... طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر ، ومنها إلى آخر لم يكن أوساطه في العصر والعشاء ، وباقيه قصاره في المغرب . الدر المختار .

(۲/۲۵۹–۲٦۱ ، فصل في القراءة ، البحر الرائق : ۱/۵۹۳ ، باب صفة الصلاة ، بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ : ۷/۸۹ ، کراچی)

مصلیوں کی فرمائش پر قرأت

مسئله (۵۸): کبھی مصلی امام صاحب سے یہ فرمائش کرتے ہیں کہ آج ''سورۂ رحمٰن'' پڑھیے، یا آج ''سورۂ ملک'' پڑھیے، تو امام پر مصلیوں کی اس فرمائش کا پورا کرنا لازم نہیں ہے، لیکن اگر امام صاحب نے مصلیوں کی فرمائش پوری کی، تو نماز تو ہو جائے گی، مگر مصلیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے امام کو اس طرح کی فرمائش کا مکلّف و پابند نہ بنائیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " الإمام ضامن " الحديث .

(ص/۷۷ ، كتاب الصلاة ، باب ما يجب على المؤذن من تعهد الوقت ، قديمي)

ما في " عون المعبود شرح أبي داود " : (الإمام ضامن) أي متكفل لصلاة المؤتمين بالإتمام، فالضمان هنا ليس بمعنى الغرامة ، بل يرجع إلى الحفظ والرعاية ، قال الخطابي : قال أهل اللغة : الضامن في كلام العرب معناه : الراعي ، والضمان الرعاية ، فالإمام ضامن بمعنى أنه يحفظ الصلاة وعدد الركعات على القوم ...... وقد تأوله قوم على معنى أنه يتحمل القراءة عنهم في بعض الأحوال . اهـ .

(ص/۲۶۷ ، رقم الحديث :۵۱۷، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت ، بيروت ، معالم السنن للخطابي : ۱/۱۳۴ ، رقم الحديث : ۱۷۴ ، باب ما يجب على المؤذن من تعهد الوقت ، بيروت ، حاشية ابن العربي مع أبي داود :ص/۷۷)

ما في " فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوي " : " الإمام ضامن ، فإن أحسن فله ولهم ، وإن أساء فعليه ولا عليهم " . قوله : (الإمام ضامن) أي متكفل بصحة صلاة المقتدين لارتباط صلاتهم بصلاته ، لأنه يتحمل الفاتحة عن المأموم إذا أدركه في الركوع . (۳/۱۸۲ ، رقم الحديث : ۳۰۷۷ ، دار المعرفة بيروت)=

....

....

....

....

= ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس بن مالک رضي الله عنه : ...... قال رسول الله ﷺ : " إنما جعل الإما ليؤتم به " .

(۱/۱۷٦، ۱۷۷ ، كتاب الصلاة ، باب ائتمام المأموم بالإمام ، قديمي)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وفيه متابعة الإمام في الأفعال والتكبير . اهـ . (۱/۱۷٦)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله ﷺ : (إنما جعل الإمام ليؤتم به) الإئتمام : الاقتداء والإتباع ، أي جعل الإمام إماماً ليقتدى به ويتبع ، ومن شأن التابع أن لا يسبق متبوعه ولا يساويه ولا يتقدم عليه في موقفه ، بل يراقب أحواله ، ويأتي على أثره بنحو فعله ، ومقتضى ذلک أن لا يخالفه في شيء من الأحوال ، قاله الحافظ رحمه الله .

(۳/۳۴۵ ، رقم الحديث : ۹۲۰ ، كتاب الصلاة ، باب ائتمام المأموم بالإمام)

ما في " مراقي الفلاح " : ويكره تعيين سورة غير الفاتحة ، لأنها متعينة وجوباً ، وكذا المسنون المعين ، وهذا بحيث لا يقرأ غيرها لما فيه من هجر الباقي إلا ليسر عليه أو تبركاً بقراءة النبي ﷺ فلا يكره . (ص/۱۳۲ ، كتاب الصلاة ، فصل يكره للمصلي سبعة وسبعون أشياء ، بيروت ، مراقي مع الحاشية : ص/۳٦۳ ، كتاب الصلاة ، فصل في المكروهات ، مكتبة شيخ الهند ديوبند ، الفتاوى الهندية : ۱/۷۸ ، الفصل الرابع في القراءة) (فتاویٰ محمودیہ:۷/۸۸،کراچی،۱۰/۴۹۱،۴۹۲،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

خلافِ ترتیب قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۵۹): قرآن مجید کی بالترتیب تلاوت کرنا آدابِ تلاوت میں سے ہے، اس لیے محققین فقہاء کرام کے نزدیک قرآن کریم کی خلافِ ترتیب تلاوت مطلقاً مکروہ ہے، صرف بچوں کی تعلیم کے لیے منکوس تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويكره الفصل بسورة قصيرة ، وأن يقرأ منكوسًا . الدر المختار . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وأن يقرأ منكوسًا) بأن يقرأ في الثانية سورة أعلى مما قرأ في الأولى ، لأن ترتيب السور في القراء ة من واجبات التلاوة ، وإنما جوّز للصغار تسهيلا لضرورة التعليم .

(۲۶۹/۲ ، باب صفة الصلاة ، مطلب الاستماع للقرآن فرضُ كفاية ، بيروت)

ما في " حاشية الطحطاوي " : ويكره قراء ة سورة فوق التي قرأها ، قال ابن مسعود رضي الله عنه : " من قرأ القرآن منكوسًا فهو منكوسٌ " وما شرع لتعليم الأطفال إلا لتيسير الحفظ بقصر السور . (ص/۳۵۲ ، فصل في المكروهات)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : والصحيح ان رعاية ترتيب المصاحف لازمة عملا بإجماع الصحابة ، لكن لا يجب السهو بترك هذا الترتيب .

(۲۸۲/۱ ، فصل في القراء ة ، نوع آخر)

ما في " رد المحتار " : واعترض ح أيضًا بأنهم نصوا بأن القراء ة على الترتيب من واجبات القراء ة فلو عكسه خارج الصلاة يكره .

(۲۶۹/۲ ، ۲۷۰ ، باب صفة الصلاة ، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية)=

نماز میں قرآن مجید کی ترتیب بدل کر پڑھنا

مسئلہ (۶۰): قرآن مجید کی ترتیب بدل کر اُلٹا پڑھنا مکروہ ہے، اور یہ کراہت قصدًا پڑھنے کی صورت میں ہے، اگر کوئی شخص قصدًا نماز میں ایسا کرے، تو نماز ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی، اور اگر بلا قصد ایسا ہوجائے تو کراہت بھی نہیں، اور نماز بلا کراہت درست اور صحیح ہوگی۔ (۱)

= ما في " حاشية الطحطاوي " : واستثنى في الأشباه النافلة فلا يكره فيها ذلك ..... وفيه تأمل لأن النكس إذا كره خارج الصلاة كما يرشد إليه قوله : وما شرع لتعليم الأطفال الخ لكون الترتيب من واجبات التلاوة ففي النافلة أولى .

(ص/۳۵۲ ، فصل في المكروهات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما قراء ة السورة من آخرها إلى أولها فمتفق على منعه ، لأنه يذهب بعض نوع الإعجاز ويزيل الحكمة الترتيب ، لما روي عن ابن مسعود أنه سئل عن رجل يقرأ القرآن منكوساً ؟ قال : ذاك منكوس القلب .

(۲۵۹/۱۳ ، تلاوة ، ترتيب القراء ة) (فتاویٰ حقانیہ:۱۶۸/۳، ۱۶۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا . الدر المختار . قال الشامي رحمه الله : قوله : (وأن يقرأ منكوسًا) بأن يقرأ في الثانية سورة أعلى مما قرأ في الأولى ، لأن ترتيب السور في القراء ة من واجبات التلاوة ..... أفاد أن التنكيس أو ا لفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصده ، فلو سهوًا فلا . كما في شرح المنية .

(۲۶۹/۲ ، باب صفة الصلاة ، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية ، بيروت)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا قرأ في ركعة سورة وفي الأخرى سورة فوق =

قرآن مجید کی قصداً اخلافِ ترتیب قرأت

مسئلہ (۶۱): قصداً اقرآن مجید کی کی خلافِ ترتیب قرأت مکروہ ہے، اس لیے اگر کوئی شخص بلا قصد پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ لے، تو اُسے چاہیے کہ وہ بقیہ رکعت میں بھی سورۂ ناس ہی پڑھے[۱]، کیوں کہ تکرارِ سورۃ منکوس اور اُلٹی قرأت سے اَہون ہے۔[۲]

= تلک السورة ، أو قرأ في ركعة سورة ثم قرأ في تلک الركعة سورة أخرى فوق تلک السورة يكره ، وفي " السفية " : وسئل أبو الفضل عمن قرأ في النفل في الركعة الأولى : ﴿تبت يدا أبي لهب﴾ وفي الثانية : ﴿إذا جاء نصر الله﴾ ؟ قال : إن تعمد ذلک يكره . (۱/۲۸۰ ، فصل في القراءة ، نوع آخر)

ما في " البحر الرائق " : ومنها أن يقرأ في ركعة أخرى سورة وفي ركعة أخرى سورة فوق تلک السورة أو فعل ذلک في ركعة فهو مكروه ، وإن وقع هذا من غير قصد بأن قرأ في الركعة الأولى : ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ يقرأ في الركعة الثانية هذه السورة أيضًا . (۲/۵۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (کفایت المفتی:۳/۳۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : وإن قرأ في ركعة سورة وفي الثانية ما فوقها أو فعل ذلک في ركعة فهو مكروه ، وإن وقع هذا من غير قصد بأن قرأ في الأولى بـ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ يقرأ في الثانية هذه السورة أيضًا . (۱/۳۵۲ ، قبيل باب الإمامة)

ما في " النهر الفائق " : فإن اضطر بأن قرأ في الأولى : ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة . (۱/۲۳۷ ، قبيل باب الإمامة والحدث في الصلاة ، كذا في التاتارخانية : ۱/۲۸۱ ، فصل في القراءة ، نوع آخر ، حلبي كبير :ص/۳۵۵ ، كراهية الصلاة ، البحر الرائق : ۲/۵۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(۲) ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : أما بلا قصد بأن قرأ في الأولى : ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ يكررها في الثانية ، لأن التكرار أهون من القراءة منكوسًا .

(۴/۴۰، الحادي عشر في القراءة، كذا في رد المحتار: ۲/۲۶۸، باب صفة الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية) (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۹۹)

عورت کا جہری قرأت کرنا

مسئلہ (٦٢): بعض فقہاء کرام کے نزدیک عورت کی آواز بھی ستر ہے، اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عورت جہری نمازوں میں جہری قرأت نہ کرے، ورنہ ان فقہاء کے قول کے مطابق اُس کی نماز فاسد ہوگی، البتہ جو نمازیں جہری قرأت کے ساتھ پڑھ چکی، اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " رد المحتار " : قوله : (وصوتها) معطوف على المستثنى : يعني أنه ليس بعورة. قوله: (على الراجح) عبارة " البحر " عن " الحلية " أنه الأشبه . وفي " النهر ": وهو الذي ينبغي اعتماده ، ومقابله ما في النوازل : نغمة المرأة عورة .

(٢/٧٧، كتاب الصلاة، مطلب في ستر العورة، كذا في البحر الرائق: ١/٤٧٠/٤٧١، باب شروط الصلاة ، النهر الفائق : ١/١٨٣ ، باب شروط الصلاة)

ما في " رد المحتار " : وفي " الكافي " : ولا تلبي جهرًا لأن صوتها عورة ، ومشى عليه في " المحيط " في باب الأذان . بحر . قال في " الفتح " : وعلى هذا لو قيل إذا جهرت بالقراءة في الصلاة فسدت كان متجهًا ، ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق ، وأقرّه البرهان الحلبي في " شرح المنية الكبير " . وكذا في " الإمداد " .

(٢/٧٧ ، كتاب الصلاة ، مطلب في ستر العورة) (فتاویٰ محمودیہ:١١/٦٤)

شروط الصلوة وأركانها

(نماز کی شرائط وارکان)

تعدیلِ ارکان میں کوتاہی

مسئلہ (۶۳): امام ومنفرد دونوں کے لیے بحالتِ حضر واطمینان، نمازوں میں قرأتِ مسنونہ کا لحاظ کرنا مسنون ہے [۱]، اسی طرح نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے [۲]، اطمینان کا مطلب یہ ہے کہ رکوع وسجود میں اس قدر ٹھہرا رہے کہ اعضاء کی حرکت ختم ہوکر کامل سکون پیدا ہوجائے، اور تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ آکر ٹھہر جائیں، جس کو فقہاءِ کرام نے ایک تسبیح سے مقدر فرمایا ہے، یعنی ایک مرتبہ " سبحان اللہ " کہنے کی بقدر ٹھہرا رہے [۳]، اگر نماز میں تعدیلِ ارکان کی رعایت نہیں کی گئی، تو اس سے سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور نہ کرنے کی وجہ سے نماز ادا نہیں ہوگی [۴]، لہٰذا امام ہو یا منفرد اُسے چاہیے کہ نماز میں قرأتِ مسنونہ اور تعدیلِ ارکان کا خوب خیال رکھے، کیوں کہ تعدیلِ ارکان میں کوتاہی "تطفیف" میں داخل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جس نے نماز میں رکوع وسجود کو جلدی جلدی ادا کیا، فرمایا: " لقد طففتَ " تو نے اللہ کے حق میں کوتاہی کر دی، فاروقِ اعظم کے اِس قول کو نقل کرکے حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: " لكلّ شيء وفاءٌ وتطفيفٌ "، یعنی پورا حق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے۔ [۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن سليمان بن يسار ، عن أبي هريرة : " ما صليت=

= وراء أحد أشبه صلاة برسول الله ﷺ من فلان ، قال سليمان : صليت خلفه فكان يطيل الركعتين الأوليين من الظهر ويخفف الأخريين ويخفف العصر ، ويقرأ في المغرب بقصار المفصل ، ويقرأ في العشاء بوسط المفصل ، ويقرأ في الصبح بطوال المفصل . رواه النسائي . وروى ابن ماجه إلى " يخفف العصر " .

(ص/ ۸۰ – ۸۱ ، باب في القراءة)

ما في " رد المحتار " : ويسنّ في الحضر لإمام ومنفرد ، ذكره الحلبي ، والناس عنه غافلون ، طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر ، ومنها إلى آخر " لم يكن " أوساطه في العصر والعشاء ، وباقيه قصاره في المغرب ، أي في كل ركعة سورة مما ذكر ، ذكره الحلبي ، ومقتضاه أنه لا نظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات ، فيترجح على الرواية الأولى (أن السنة في الفجر حضراً أربعون آية) لتايده بالأثر الوارد عن عمر رضي الله عنه أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري : أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل ، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل ، وفي المغرب بقصار المفصل ، قال في الكافي : وهو كالمروي عن النبي ﷺ ، لأن المقادير لا تعرف إلا سماعاً ، فإن كان في السفر في حالة الضرورة بأن كان على عجلة من السير أو خائفاً من عدو أو نص يقرأ الفاتحة وأيّ سورة شاء ، وفي الحضر في حالة الضرورة بأن خاف فوت الوقت يقرأ ما لا يفوته الوقت ، بل تارةً يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر ، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الأعذار ، لأنه عليه السلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشيّة أن يشقّ على أمه .

(۲/ ۲۳۰ ، كتاب الصلاة ، مطلب السنة تكون سنة عين ، دار الكتاب ديوبند ، كذا في غنية المستملي المعروف بحلبي كبير :ص/ ۳۱۲ ، باب صفة الصلاة ، مكتبه سهيل اكيڈمي لاهور) (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/ ۴۷۵،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

(۳/۲) ما في " عمدة القاري " : قوله : (ما خلا القيام) .... ويعلم أن فيه مكثاً زائداً على أصل حقيقة الركوع والسجود وبين السجدتين ، وعند رفع رأسه من الركوع =

= والمكث الزائد هو الطمأنينة والاعتدال في هذه الأشياء فافهم .

(۹۲/٦، باب حد إتمام الركوع والاعتدال فيه والإطمأنينة)

ما في " فتح الملهم بشرح صحيح مسلم " : قوله : (قريباً من السواء) الخ ، ....

وهو دال على الطمأنينة في الاعتدال وبين السجدتين لما علم من عادته من تطويل الركوع والسجود . (۴۴۴/۳ ، تحت رقم : ۱۰۵۷ [۱۹۳] بيروت ، شرح النووي على مسلم : ۲۸۳/۳ ، ۲۸۴ ، رقم الحديث : ۱۰۵۸ ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتعديل الأركان) أي تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود ، وكذا في الرفع منهما على ما اختاره الكمال . الدر المختار . وفي الشامي : ...... وجزم بالثاني في الكنز والوقاية والملتقى ، وهو مقتضى الأدلة كما يأتي .... قوله : (وكذا في الرفع منهما) أي يجب التعديل أيضاً في القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين ، وتضمن كلامه وجوب نفس القومة والجلسة أيضاً ، لأنه يلزم من وجوب التعديل فيهما وجوبهما . قوله : (على ما اختاره الكمال) قال في البحر : ومقتضى الدليل وجوب الطمأنينة في الأربعة: أي في الركوع والسجود وفي القومة والجلسة . اهـ .

(۱۵۷/۲ ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ، مطلب قد يشار إلى المثنّى بإسم الإشارة الموضوع للمفرد، بيروت ، نور الإيضاح ونجاة الأرواح :ص/۲۰۷ ، فصل في واجب الصلاة ، مكتبة كنوز العلم ، ص/ ٦۹ ، مكتبه بلال ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على وجوب تعديل الأركان في الصلاة ، بمعنى الطمأنينة فيها ، من ركوع وسجود وجلوس بين السجدتين ، واعتدال من الركوع ، إلا أن الحنفية قالوا بالوجوب دون الفرضية .

(۲۴۱/۱۲ ، تعديل ، تعديل الأركان في الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تعديل الأركان : وهو : تسكين الجوارح في الركوع والسجود حتى تطمئن مفاصله، وأدناه قدر تسبيحة ، وهو واجب في تخريج الكرخي، ووجهه أنه شرع لتكميل ركن فيكون واجباً .... قال ابن عابدين :=

....

....

....

....

= والحاصل أن الأصح رواية ودراية وجوب تعديل الأركان . (۱۲/۷۸-۷۹ ، كذا في تبيين الحقائق : ۱/۲۷۷ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، بيروت)

ما في " حاشية الإصباح على نور الإيضاح " : قوله : (والإطمئنان) وهو التعديل في الأركان بتسكين الجوارح في الركوع والسجود حتى تطمئن مفاصله في الصحيح ، ويستقر كل عضو في محله بقدر تسبيحة ، كما في القهستاني .

(ص/۲۰۷ ، مكتبة كنوز العلم ، ص/۶۹ ، مكتبه بلال ديوبند ، أشرف الإيضاح شرح نور الإيضاح :ص/۱۲۴)

(۴) ما في " رد المحتار " : قوله : (وتعديل الأركان) .... وفي تخريج الكرخي : واجب حتى تجب سجدتا السهو بتركه ، كذا في الهداية .

(۲/۱۵۷ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، مطلب قد يشار إلى المثنّى بإسم الإشارة الموضوع للمفرد ، بيروت)

(۵) ما في " الموطا للإمام مالک رحمه الله تعالى " : قال الإمام مالک رحمه الله تعالى بعد قول عمر : " طفّفتَ " : ويقال : " لكلّ شيء وفاءٌ وتطفيفٌ " .

(ص/۴ ، كتاب وقوت الصلاة ، جامع الوقوت ، مكتبة دار السلام سهارنفور ، أوجز المسالک إلى موطا مالک : ۱/۳۱۰ ، رقم الحديث : ۲۲ ، باب جامع الوقوت ، دار القلم دمشق) (معارف القرآن "مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ": ۶۹۴/۸)

باب صفة الصلوة

(نماز کا طریقه)

تشہد میں ''وحدہٗ لاشریک لہٗ'' کا اضافہ

مسئلہ (۶۴): بعض لوگ تشہد (التحیات) میں ''اشہد أن لا إلہ إلا اللہ'' کے بعد ''وحدہٗ لاشریک لہٗ'' بھی پڑھتے ہیں، گرچہ ''وحدہٗ لاشریک لہٗ'' کے الفاظ بعض روایات میں وارد ہیں[1]، لیکن حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ملتے[2]، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسی روایت کو اختیار فرمایا ہے[3]، اس لیے ''وحدہٗ لاشریک لہٗ'' کا نہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' السنن لأبي داود '' : عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ في التشهد : '' التحيّات لله الصلوات الطيبات السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته '' . قال : قال ابن عمر رضي الله عنهما : زدت فيها : '' وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أشهد أن لا إله إلا الله '' . قال ابن عمر رضي الله عنهما : زدت فيها : '' وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله '' .

(ص/ ۱۳۹ ، كتاب الصلاة ، أبواب تفريع استفتاح الصلاة بعد التشهد ، السنن للنسائي : ۱/ ۱۵۷ ، كتاب الصلاة ، باب الإشارة بالأصبع في التشهد الأول)

(۲) ما في '' صحيح البخاري '' : عن شقيق بن سلمة قال : قال عبد الله رضي الله عنه: كنا إذا صلينا خلف النبي ﷺ قلنا : '' السلام على جبرئيل وميكائيل ، السلام على فلان وفلان '' . فالتفت إلينا رسول الله ﷺ فقال : '' إن الله هو السلام ، فإذا صلى=

أحكام المسبوق

(مسبوق کے احکام)

مسبوق کو مسبوقیت یاد نہ رہی

مسئلہ (۶۵): کوئی شخص نماز میں مسبوق ہو، یعنی اُس کی کوئی رکعت چھوٹ گئی ہو، مگر اُسے اپنی مسبوقیت یاد نہیں رہی، جس وقت امام نے سلام پھیرا تو ساتھ ساتھ اُس نے بھی سلام پھیرلیا، اب اُس کے پہلو میں نماز پڑھنے والے شخص نے اُس سے کہا کہ آپ کی ایک رکعت باقی ہے، اگر یہ مسبوق اس کے کہنے

= أحدكم فليقل : التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فإنكم إذا قلتموها أصابت كل عبد الله صالحٍ في السماء والأرض ، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله " .

(۱/۱۱۵ ، كتاب الأذان ، باب التشهد في الآخرة ، السنن لأبي داود :ص/۱۴۰ ، كتاب الصلاة ، باب التشهد ، السنن للترمذي : ۱/۶۵ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في التشهد)

(۳) ما في " البحر الرائق " : وقرأ تشهد ابن مسعود وهو ما رواه أصحاب الكتب الستة . (۱/۵۶۵ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويقرأ تشهد ابن مسعود وجوباً كما بحثه في البحر ، لكن كلام غيره يفيد ندبه ، وجزم شيخ الإسلام بأن الخلاف في الأفضلية . الدر المختار . قال الشامي : (كما بحثه في البحر) حيث قال : ثم وقع لبعض الشارحين أنه قال : والأخذ بتشهد ابن مسعود أولى ، فيفيد أن الخلاف في الأولوية .

(۲/۲۱۸ ،كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۳۲)

پر کھڑا ہوا، تو اس کی نماز فاسد ہوگی، اُسے دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی، اور اگر کہنے والے کے کہنے سے یاد آیا اور پھر کھڑا ہوا، تو نماز فاسد نہیں ہوگی[۱]، البتہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی وجہ سے اُس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قلت : والذي ينبغي أن يقال : إن حصل التذكّر بسبب الفتح تفسد مطلقًا ، أي سواء شرع في التلاوة قبل تمام الفتح أو بعده لوجود التعليم ، وإن حصل تذكّره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقًا ، وكون الظاهر أنه حصل بالفتح لا يؤثر بعد تحقق أنه من نفسه ، لأن ذلک من أمور الديانة لا القضاء حتى يبنى على الظاهر . (۲/ ۳۲۹ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها ردّ السلام)

ما في " خلاصة الفتاوى " : ولو فتح على المصلي رجل ليس في الصلاة فأخذ المصلي بفتحة تفسد صلاته . (۱/ ۱۲۱ ، الفصل الثالث عشر فيما يفسد الصلاة وما لا يفسد ، كذا في الهندية : ۱/ ۹۹ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/ ۱۳۷ ، فصل فيما يفسد الصلاة)

(۲) ما في " رد المحتار " : قوله : (والمسبوق يسجد مع إمامه) قيد بالسجود لأنه لا يتابعه في السلام .... فإن سلم ، فإن كان عامدًا فسدت وإلا لا . ولا سجود عليه إن سلم سهوًا قبل الإمام أو معه ، وإن سلم بعده لزمه لكونه منفردًا حينئذٍ ، وأراد بالمعية المقارنة ، وهو نادر الوقوع كما في " شرح المنية " . (۲/ ۴۷۷ ، باب سجود السهو)

ما في " بدائع الصنائع " : وهل يلزمه سجود السهو لأجل سلامه ، ينظر إن سلم قبل تسليم الإمام أو سلما معًا لا يلزمه ، لأن سهوه سهو المقتدي ، وسهو المقتدي متعطل ، وإن سلم بعد تسليم الإمام لزمه ، لأن سهوه سهو المنفرد ، فيقضي ما فاته ، ثم يسجد للسهو في آخر صلاته . (۱/ ۴۲۲ ، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا يجب عليه) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۵۱)

مکروهات الصلوة ومفسداتها

(مکروہات ومفسداتِ نماز)

عملِ کثیر کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ (٦٦): عملِ کثیر نمازی کے اس عمل کو کہا جاتا ہے جو اصلاحِ صلوۃ کے لیے نہ ہو، اور اعمالِ صلوۃ میں سے بھی نہ ہو، اور اس کو اس انداز سے کیا جائے کہ اچانک دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، ایسے عمل سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، بہت سے لوگوں سے نماز میں عملِ کثیر سرزد ہوتا ہے[۱]، جس کی وجہ سے ان کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، مگر عملِ کثیر کی یہ تعریف معلوم نہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نماز ہوگئی، اس لیے نماز میں خوب اطمینان وسکون سے کھڑا ہونا چاہیے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : (الأول) أن ما يقام باليدين عادة كثيرٌ ، وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشدّ السراويل ، والرمي عن القوس ، وما يقام بيد واحدة قليلٌ ، وإن فعل بيدين كنزع القميص وحلّ السراويل ، ولبس القلنسوة ونزعها ، ونزع اللجام . هكذا في التبيين .

(۱/۱۰۱ – ۱۰۲ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، تبيين الحقائق : ۱/۲۱۴ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " رد المحتار " : (و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها ولا لإصلاحها ، وفيه أقوال خمسة : أصحها (ما لا يشكّ) بسببه (الناظر) من بعيد (في فاعله أنه ليس=

....

....

....

= فيها) . التنوير وشرحه . قال الشامي : القول الثاني : أن ما يعمل عادة باليدين كثيرٌ، وإن عمل بواحدة كالتعمّم وشدّ السراويل ، وما عمل بواحدة قليلٌ ، وإن عمل بها كحلّ السراويل ولبس القلنسوة ونزعها إلا إذا تكرّر ثلاثاً متواليةً . اهـ.

(۲/۳۳۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره)

ما في " البحر الرائق " : إذا رآه على هذا العمل وتيقن أنه ليس في الصلاة فهو عمل كثير ، وإن شک فهو قليل ، ثانيها أن ما يقام باليدين عادة كثير ، وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص ، وشد السراويل، والرمي عن القوس ، وما يقام بيد واحدة قليلٌ ، ولو فعله باليدين كنزع القميص، وحلّ السراويل ، ولبس القلنسوة ونزعها ، ونزع اللجام ، وما أشبه ذلک . (۲/۲۰ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، ط : دار الكتاب ديوبند) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۲۵۶۹)

(۲) ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : (يكره للمصلي سبعة وسبعون شيئًا) .... (كعبثه بثوبه وبدنه) لأنه ينافي الخشوع الذي هو روح الصلاة ، فكان مكروهاً ، لقوله تعالى : ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلوتهم خاشعون﴾ قوله ﷺ : " إن الله تعالى كره لكم العبث في الصلاة ، والرفث في الصيام، والضحک عند المقابر". ورأى عليه الصلاة والسلام رجلا بعث بلحيته في الصلاة فقال : لو خشع قلبه لخشعت جوارحه ، والعبث عمل لا فائدة فيه ، ولا حكمة تقتضيه، والمراد بالعبث هنا فعل ما ليس من أفعال الصلاة ، لأنه ينافيها . " مراقي " . وفي الطحطاوي : قوله : (لأنه ينافي الخشوع الخ) الخشوع حضور القلب ، وتسكين الجوارح والمحافظة على الأركان . " قهستاني " .

(ص/۳۴۵ ، كتاب الصلاة ، فصل في المكروهات)

نماز میں کھجلانا

مسئلہ(۶۷): اگر کسی شخص نے نماز کے کسی ایک رکن میں تین مرتبہ کھجلایا، اور کھجلانے کے لیے ہر مرتبہ ہاتھ اٹھایا، تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر ہر مرتبہ علیحدہ سے ہاتھ نہ اٹھایا، بلکہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ کھجلایا، تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر کھجلانا ایک مرتبہ ہوتو یہ مکروہ ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : إذا حكّ ثلاثاً في ركن واحد تفسد صلاته ، هذا إذا رفع يده في كل مرة، أما إذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد ، ولو كان الحكّ مرة واحدة يكره.
(۱/۱۰۴ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " حلبي كبير " : ولو حكّ المصلي جسده مرة أو مرتين متواليتين لا تفسد صلاته للقلة ، وكذا لا تفسد إذا فعل ذلک الحكّ مراراً غير متواليات بأن لم تكن في ركن واحد ، ولو فعل ذلک مراراً متواليات أي في ركن واحد تفسد صلاته ، لأنه كثير ، هذا إذا رفع يده في كل مرة ، أما إذا لم يرفع يده في كل مرة فلا تفسد لأنه حكّ واحد . (ص/۴۴۸ ، مفسدات الصلاة)

ما في " رد المحتار " : الحكّ بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلاة إن رفع يده في كل مرة . (۲/۴۰۷ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في الخشوع)

ما في " فتح القدير" : ومن الفروع المؤسسة ...... أو حكّ ثلاثاً في ركن يرفع يده كل مرة ..... تفسد .
(۱/۴۱۳ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره) (فتاویٰ محمودیہ:۶/۶۰۲)

گیس ہیٹر سامنے رکھ کر نماز پڑھنا

مسئلہ (٦٨): بعض علاقے انتہائی سرد ہوتے ہیں، ان میں سردی سے بچنے کے لیے مختلف چیزیں استعمال کی جاتی ہیں، ان میں سے ایک گیس ہیٹر بھی ہے، جو مکان، دکان اور مساجد وغیرہ میں نصب کیے جاتے ہیں، ان گیس ہیٹروں کی پلیٹوں پر انگاروں کی شکل بنی ہوتی ہے، جب ہیٹر جلتے ہیں تو وہ انگاروں کی طرح بھڑکتے نظر آتے ہیں، اس طرح کے ہیٹر سامنے رکھ کر نماز جائز تو ہے، مگر آتش پرستوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے ان کو اطرافِ مسجد یا سجدہ کی جگہ سے اونچا کر کے نصب کرنا چاہیے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (أو شمع أو سراج) لأنهما لا يعبدان والكراهة باعتبارها ، وإنما يعبدها المجوس إذا كانت في الكانون وفيها الجمر أو في التنور فلا يكره التوجه إليها على غير هذا الوجه . (۲/٥٦ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " السنن لأبي داود " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (ص/٥٥٩ ، كتاب اللباس)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (فهو منهم) أي في الإثم والخير ، قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار ، ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب ، قلت : بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير . (۸/۲۲۲ ، كتاب اللباس) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۰۹۸)

نمازی کوسہو سے آگاہ کرنا

مسئلہ (۶۹): اگر کسی شخص کونماز کی حالت میں اپنے برابر یا قریب کے کسی دوسرے نمازی کا سہو معلوم ہوجائے، جوخود اُسے معلوم نہ ہوا ہو، مثلاً وہ چار کی بجائے تین یا پانچ رکعتیں پڑھ لے، تو نماز سے فراغت کے بعد اُس کوآگاہ کردینا ضروری ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إن أحدكم مرآة أخيه ، فإن رأى به أذى فليُمط عنه " . رواه الترمذي وضعَّفه .

(ص/۴۲۴ ، كتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة على الخلق ، الفصل الثاني ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فإن رأى به أذى أي عيبًا مما يؤذيه أو يؤذي غيره فليُمط عنه أي عن أخيه إما بإعلامه حتى يتركه أو بالدعاء له حتى يرفع عنه .

(۱۹۵/۹ ، تحت رقم : ۴۹۸۵)

ما في " حاشية المشكوة " : قوله ﷺ : (المؤمن مرآة المؤمن) أي يريه ما فيه من العيوب بإعلامه بها كالمرآة ترى كل ما في وجه الشخص ولو كان أدنى شيء ، فالمؤمن يطلع على عيوبه بإعلام من آخر كما يطلع على قبائح وجهه بالنظر في المرآة فينبغي للمؤمن أن يميط الأذى والعيب عنه ويشتغل بإصلاح حاله بأي وجه .

(ص/۴۲۴) (فتاویٰ محمودیہ:۱۲/۱۵۶)

غیر نمازی کا نمازی کے سر پر ٹوپی رکھنا

مسئلہ(۷۰): اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی نمازی کی ٹوپی سر سے اُتر جائے، اورکوئی دوسرا غیرنمازی شخص اُس کے سر پر ٹوپی اٹھا کر رکھنا چاہے، تو رکھ سکتا ہے،اسی طرح نمازی معمولی ہاتھ کی حرکت سے خود بھی رکھ سکتا ہے، اوراگر ٹوپی سر پر نہ رکھی اوربغیرٹوپی کے نماز پڑھ لی،تب بھی نماز ہوجائے گی۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) مـا فـي " الدر المختار مع الشامية " : ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل ، إلا إذا احتاجت لتكوير أو عمل كثير .

(۲/ ۱ ۵ ۳ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الخشوع)

مـا فـي " حلبي كبير " : ذكر في فتاوى الحجة ان رفع القلنسوة أو العمامة بعمل قليل إذ سقطت أفضل من الصلاة مع كشف الرأس . (ص/۳۴۳ ، مفسدات الصلاة)

ما في " الفتاوى الهندية " : أن ما يقام باليدين عادة كثير وإن فعله بيد واحدة ..... وما يـقام بيد واحدة قليل، وإن فعل بيدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونـزعهـا ونـزع الـلـجـام . هـكـذا في التبيين . وكل ما يقام بيد واحدة فهو يسير ما لم يتكرر . كذا في فتاوى قاضيخان .

(۱/ ۲ ۰ ۱ ، الـنوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة ، البحر الرائق : ۲/ ۲۰ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۸۴)

لاؤڈ اسپیکر پر نماز باجماعت

مسئلہ (۱۷): اعلیٰ بات یہ ہے کہ نماز باجماعت سادہ طریقے پر سنت کے مطابق (بغیر لاؤڈ اسپیکر کے) ادا کی جائے، مجمع زیادہ ہو اور تکبیراتِ انتقالاتِ امام کی آواز سب تک نہ پہنچ سکے، تو مکبروں کا انتظام کیا جائے، ان کے لیے جگہ اور صف متعین کردی جائے، تاکہ تمام مصلیوں تک آواز پہنچ سکے، قرأتِ امام کی آواز سب تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔

نیز لاؤڈ اسپیکر کے خراب وغیرہ ہوجانے کی صورت میں بعض مفاسد بھی سامنے آتے ہیں، لیکن اگر مجمع کی کثرت کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کے بغیر زیادہ انتشار ہونے کا اندیشہ ہو، تو وہاں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال یقیناً مناسب اور بہتر ہوگا، اور نماز کے بلاشبہ درست ہوجانے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ مائک سے جو آواز نکلتی ہے وہ متکلم کی آواز ہے، مائک اُسے محض بلند کرتا ہے، اکثر ماہرینِ فن کا اس پر اتفاق ہے، مگر اس صورت میں یہ باتیں ملحوظ رہنی چاہیے کہ لاؤڈ اسپیکر اعلیٰ قسم کا ہو کہ امام کو اس کی طرف منہ کرنے کی ضرورت نہ ہو، کہ توجہ الیٰ غیر اللہ مقصودِ صلوۃ کے منافی ہے، مکبرین کا مکمل انتظام ہو، تاکہ لاؤڈ اسپیکر فیل ہوجائے تو نماز میں گڑبڑ نہ ہو۔ (۱)

---

(۱) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۱۶۸، فتاویٰ عثمانی:۱/ ۵۵۸، امداد الفتاویٰ:۱/ ۶۷۰، جواہر الفقہ: ۵/ ۹۹)

نمازی کے سامنے سے کھسکنا

مسئلہ (۷۲): اگر کوئی شخص عین کسی کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوجائے، تو اگلا شخص اپنی ضرورت کے لیے وہاں سے کھسک سکتا ہے، اور یہ کھسکنا ممنوع مرور میں داخل نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة ذكر عندها ما يقطع الصلاة الكلب والحمار والمرأة فقالت : " شَبَّهْتُمُوْنَا بالحُمُر والكلاب ، والله لقد رأيتُ النبي ﷺ يصلي وأني على السرير بينه وبين القبلة مضطجعة فتبدو لي الحاجة فأكره أن أجلس فأوذي النبي ﷺ فانسَلُّ من عند رجليه".

(۱/۷۳ ، كتاب الصلاة ، باب من قال لا يقطع الصلاة شيء)

ما في " رد المحتار " : المرور بين يدي المصلي ، فإن كان معه شيء يضعه بين يديه ثم يمرّ ويأخذه، ولو مر إثنان يقوم أحدهما أمامه ويمر الآخر ويفعل الآخر هكذا ويمرّان.

(۲/۳۴۵ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا قرأ قوله تعالى جدك بدون ألف لا تفسد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو مر إثنان يقوم أحدهما أمامه ويمرّ الآخر ويفعل الآخر هكذا ويمرّان كذا في القنية . (۱/۱۰۴ ، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة)

ما في " السنن للنسائي " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " كنتُ بين يدي رسول الله ﷺ وهو يصلي فإذا أردت أن أقوم كرهتُ أن أقوم فأمرّ بين يديه انسللتُ انسلالا " .

(۱/۸۷ ، كتاب القبلة ، ذكر ما يقطع الصلاة وما لا يقطع إذا لم يكن بين يديه المصلي سترة)

آئینہ اور ٹائلس کے سامنے نماز

مسئلہ (۷۳): اگر نمازی کے سامنے آئینہ ہو، یا ایسی ٹائلس ہو، جس میں نمازی کو اپنا عکس نظر آرہا ہو، جو اس کے لیے مخل خشوع اور دل کی مشغولی کا باعث ہو، تو اس صورت میں اس کی نماز مکروہِ تنزیہی ہوگی۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وتكره بحضرة كل ما يشغل البال كزينة وبحضرة ما يخل بالخشوع كلَهُوٍ ولعب .

(ص/۳۶۰ ، فصل في المكروهات)

ما في " رد المحتار " : تتمة : بقي من المكروهات أشياء آخر ذكرها في المنية ونور الإيضاح وغيرهما : منها : الصلاة بحضرة ما يشغل البال ويخلّ بالخشوع كزينة ولهو ولعب ..... قوله : (لأنه يلهي المصلي) أي فيخلّ بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه ، وقد صرّح في البدائع في مستجاب الصلاة أنه ينبغي الخشوع فيها ، ويكون منتهى بصره إلى موضع سجوده . اهـ . وكذا صرّح في الأشباه أن الخشوع في الصلاة مستحب ، والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية . فافهم .

(۲/۴۲۵-۴۳۱ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه وخلاف الأولى ، ومطلب كلة لا بأس دليل على المستحب غيره الخ)

ما في " البحر الرائق " : أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي كما في فتح القدير وغيره . (۲/۶۵ ، قبيل باب الوتر والنوافل) (خیر الفتاویٰ:۲/۴۳۱، فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۸۹، میرٹھ)

نماز کی ترکیب تصویروں کے ساتھ

مسئلہ (۴۷): بعض لوگ نماز کی صحیح ترکیب ذہن نشین کرانے کے لیے، نماز کا پورا مسنون طریقہ تصویروں کے ساتھ شائع کرتے ہیں، جس میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ کی مسنون ہیئت بنی ہوتی ہے، اگر یہ تصویریں بغیر سر کی، صرف گردن تک بنائی جائیں، تو جائز ہیں، کیوں کہ وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہیں (۱)، اور اگر یہ تصویریں سر کے ساتھ بنائی جائیں، تو جائز نہیں ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا كانت الصورة مجسمة كانت أو مسطحة مقطوعة عضو لا تبقى الحياة معه ، فإن استعمل الصورة حينئذ جائز ، وهذا قول جماهير العلماء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة ، والحجة لذلک ما مرّ أن جبرئيل عليه السلام قال للنبي ﷺ : " مر برأس التمثال فليقطع ، حتى يكون كهيئة الشجرة " . وفي رواية أنه قال : " إن في البيت ستراً ، وفي الحائط تماثيل ، فاقطعوا رؤوسها " . (۱۲/۱۱۷)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى . (۲/۳۶۰ ، كتاب الصلاة ، باب مكروهات الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أي سواء أكان للصورة ظلّ أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۲/۱۰۳)

(کفایت المفتی: ۹/ ۲۳۸، جدید مسائل کا حل: ص/ ۴۶۲)

غیر مقتدی کا لقمہ لینا

مسئلہ (۷۵): اگر کوئی غیر نمازی کسی امام کو لقمہ دے، اور امام لقمہ نہ لے مگر کوئی مقتدی اس لقمہ کو لیکر امام کو دے، اور امام وہ لقمہ لے لے تو اس صورت میں بھی سب کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، کیوں کہ مقتدی نے جب غیر نمازی کا لقمہ لیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اور وہ نماز سے نکل گیا، اور جب امام نے اس کا لقمہ لیا، تو یہ مقتدی اس وقت نماز سے نکل چکا تھا، لہٰذا غیر نمازی کا لقمہ لینے کی وجہ سے امام اور تمام مقتدیوں کی بھی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : إلا إذا سمعه المؤتم من غير مصلّ ففتح به تفسد صلاة الكل . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (إلا إذا سمعه المؤتم الخ) في البحر عن القنية : ولو سمعه المؤتم ممن ليس في الصلاة ففتح به على إمامه يجب أن تبطل صلاة الكل ، لأن التلقين من خارج ، وأقرّه في النهر ووجهه أن المؤتم لما تلقن من خارج بطلت صلاته ، فإذا فتح على إمامه وأخذ منه بطلت صلاته .

(۲/۳۲۹ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها ردّ السلام ، النهر الفائق : ۱/۲۶۹ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، البحر الرائق : ۲/۱۱ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

فصل في السنن والنوافل

(سنن ونوافل کے مسائل)

اشراق وچاشت کے متعلق تحقیق

مسئلہ (۷۶): فقہاء کرام اور محدثین عظام کے ظاہری اقوال کے تتبّع سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اِشراق وچاشت دو الگ الگ نمازیں نہیں، بلکہ دونوں ایک ہی ہیں (۱)، البتہ بعض علماء کے نزدیک اِشراق وچاشت دو الگ الگ نمازیں ہیں، ماضی قریب کے مستند حنفی عالم، محدث وفقیہ، علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی نمازِ اشراق وچاشت کو دو علیحدہ نمازوں کے طور پر ذکر کیا ہے (۲)، اور دونوں کی فضیلتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے (۳)، شارحِ ترمذی علامہ سراج احمد کی بھی یہی رائے ہے، بلکہ انہوں نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ایک ایسی حدیث کی بھی تخریج کی ہے، جس میں نمازِ اشراق کا تذکرہ ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : بتتبّع ظاهر أقوال الفقهاء والمحدثين يتبين أن صلاة الضحى وصلاة الإشراق واحدة ، إذا كلهم ذكروا وقتها من بعد الطلوع إلى الزوال ، ولم يفصلوا بينهما ، وقيل : إن صلاة الإشراق غير صلاة الضحى .

(۲۷/ ۲۲۲ ، صلاة الإشراق)

(۲/۳/۴) ما في " اعلاء السنن " : عن أبي الدرداء - رضي الله عنه - وعن أبي ذر - رضي الله عنه - عن رسول الله ﷺ ، عن الله تبارک وتعالى أنه قال کـ " یا ابن آدم ! لا تعجزني من أربع رکعات من أول النهار أکفک آخره " . رواه الترمذي ، وقال : =

= حديث حسن غريب .... قوله : " عن أبي الدرداء الخ " . قال المؤلف : الحديث يدل على فضل الأربع في أول النهار وهو صلاة الإشراق ....
.... فقد قال العلامة سراج أحمد في شرح الترمذي له : إن المتعارف في أول النهار صلاتان : الأولى بعد طلوع الشمس وارتفاعها قدر رمح أو رمحين ، ويقال لها : صلاة الإشراق ، والثانية عند ارتفاع الشمس قدر ربع النهار إلى ما قبل الزوال ، ويقال لها : صلاة الضحى ، واسم الضحى في كثير من الأحاديث شامل لكليهما ، وقد ورد في بعضها لفظ الإشراق أيضاً ، فقد أخرج السيوطي عن أم هانئ أن رسول الله ﷺ قال لها : " يا أم هانئ ! هذه صلاة الإشراق " . وعزاه إلى الطبراني ، وبالجملة فقد ورد إطلاق الإشراق والضحى على كل من الصلاتين ، وبعضهم يطلقون على الأولى الضحوة الصُغرى ، وعلى الثانية الضحوة الكُبرى اهـ . وقد ورد حديث في " سنن الترمذي" : دال على التغاير بين صلاة الإشراق والضحى ، وهو ما رواه عن علي - رضي الله عنه - : " كان رسول الله ﷺ إذا كانت الشمس من ههنا كهيئتها من ههنا عند العصر صلى ركعتين ، وإذا كانت الشمس من ههنا . الحديث " . قال أبو عيسى : حديث حسن اهـ . ولفظ النسائي : " كان نبي الله ﷺ إذا زالت الشمس من مطلعها قدر رمح أو رمحين كفدر صلا ة العصر من مغربها صلى ركعتين ، ثم أمهل حتى إذا ارتفع الضحى صلى أربع ركعات " . كذا في تخريج الإحياء للعراقي .

(۳۲/۷ – ۳۳ ، تحت رقم الحديث : ۱۷۷۶ ، بيروت)

ما في " اعلاء السنن " : عن أنس بن مالک – رضي الله عنه – قال : قال رسول الله ﷺ : "من صلى الصبح في جماعة ثم قعد يذكر الله ، حتى تطلع الشمس ، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة ، قال : قال رسول الله ﷺ : تامة تامة " . رواه الترمذي ، وقال : حديث حسن غريب ، ورواه الطبراني عن أبي أمامة - رضي الله عنه - مرفوعاً بمعناه، وإسناده جيد ، هذا كله من الترغيب .

(۳۴/۳۳/۷ ، رقم الحديث : ۱۷۷۷)

علامہ علاء الدین علی متقی رحمہ اللہ مرتب ''کنز العمال'' کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی عظیم شاہکار تصنیف ''کنز العمال'' میں اشراق وچاشت کی نمازوں کا الگ الگ باب کے تحت تذکرہ کیا ہے (۵)، اس لیے اگر کوئی شخص اشراق وچاشت کی دو دو رکعتیں پڑھے، تو یہ بھی درست ہے، البتہ چاشت کی نماز چار رکعت پڑھنا بہتر ہے۔ (۶)

(۵) ما في " كنز العمال " : " أمرتُ بركعتي الضحى ولم تؤمروا بها ، وأمرتُ بالأضحى ولم تُكتب " . (حم عن ابن عباس) وفيه أيضًا : " إن الله تعالى يقول : يا ابن آدم اكفني أول النهار أربعَ ركعات أكفك بهنّ آخر يومك " . (حم عن عقبة بن عامر) . (۷/ ۳۳۱ ، كتاب الصلاة ، قسم الأقوال ، الفرع الثالث في صلاة الضحى ، رقم الحديث : ۲۱۴۸۲ – ۲۱۴۸۳ ، بيروت)

وما في " كنز العمال " : " من صلى الفجرَ في جماعة ثم قعد يذكر الله تعالى حتى تطلع الشمسُ ، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة تامة تامة " . (ت عن ابن عباس) .

(۷/۳۳۳ ، رقم الحديث : ۲۱۵۰۴ ، كتاب الصلاة ، قسم الأقوال ، صلاة الإشراق)

(۶) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۳۴)

سنتوں کے بعد باتیں کرنا

مسئلہ (۷۷): بعض لوگ اذان کے فوراً بعد مسجد آجاتے ہیں، جو یقیناً بڑی اچھی بات ہے، لیکن وہ سنت سے فارغ ہوکر اِدھراُدھر کی باتیں کرتے بیٹھتے ہیں، اس سے پڑھی ہوئی سنتیں باطل تو نہیں ہوتیں کہ ان کا اعادہ لازم ہو، مگر ثواب باطل ہوجاتا ہے، اس لیے سنتوں کے ثواب کو بچانے کے لیے خاموش بیٹھے رہنا، یا ذکر وتسبیح اور تلاوت میں ہی مشغول رہنا چاہیے، ورنہ ثواب باطل ہوجائے گا۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى ابن نجيم الحنفي " : سئل عمن يتكلم بين السنة وبين الفرض هل تبطل السنة ويلزمه إعادتها ؟ أجاب : لا تبطل ، ولكن يبطل ثوابها ولا يلزمه إعادتها .
(ص/ ۹، كتاب الصلاة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها وقيل : تسقط . (۲/ ۴۲۱ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب في تحية المسجد)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۱۳۶)

فصل في سجدة السهو

(سجدۂ سہو کے مسائل)

نماز میں تکبیراتِ انتقال کا چھوٹ جانا

مسئلہ (۷۸): اگر امام بھول کی وجہ سے رکوع یا سجدہ میں جانے کی تکبیر جہراً کہنے کی بجائے سراً کہہ کر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے، تو اِس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ امام کا تکبیراتِ انتقال کو بآوازِ بلند کہنا سنت ہے، اور ترکِ سنت سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وسننها) ترک السنة لا یوجب فساداً ولا سهواً .... وجهر الإمام بالتكبير بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال .

(۲/ ۱۷۱، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

ما في " مراقي الفلاح " : ويسنّ جهر الإمام بالتكبير والتسميع لحاجته إلى الإعلام بالشروع والإنتقال . (ص/۹۵ ، كتاب الصلاة ، فصل في بيان سننها)

ما في " حلبي كبير " : جهر الإمام بالتكبير مطلقاً .

(ص/۳۸۲ ، كتاب الصلاة ، فصل في سنن الصلاة)

(امداد الفتاویٰ: ۱/ ۱۸۷)

فصل في سجدة التلاوة

(سجدۂ تلاوت کے مسائل)

بچہ یا بچی پر سجدۂ تلاوت

مسئلہ(۷۹): اگر بچہ یا بچی آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے، یا کسی دوسرے سے آیتِ سجدہ کو سن لے، تو ان پر سجدۂ تلاوت کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے لیے اہلیتِ سجدہ ضروری ہے، اور بچہ یا بچی میں اس کی اہلیت نہیں ہے، لیکن اگر کوئی عاقل بالغ شخص آیتِ سجدہ کو کسی بچہ یا بچی سے سنے تو وجوبِ سجدہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ بچہ یا بچی سنِ شعور وتمیز کو پہنچ گئے ہیں، تو اس سننے والے شخص پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، ورنہ نہیں۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وصبي مميز) في الفتح : ذكر شيخ الإسلام أنها لا تجب بالسماع من مجنون ، أو نائم ، لأن السبب سماع تلاوة صحيحة ، وصحتها بالتمييز ، ولم يوجد اهـ . قال : وهذا التعليل يفيد التفصيل في الصبي إن كان له تمييز وجب بالسماع منه وإلا فلا ، فليكن هو المعتبر اهـ .

(ص/۴۸۴ ، كتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (فلا تجب على كافر وصبي ومجنون وحائض ونفساء ، قرؤوا أو سمعوا) لأنهم ليسوا أهلا لها (وتجب بتلاوتهم) . الدر المختار مع التنوير . وفي الشامية : قوله : (وتجب بتلاوتهم) أي وتجب على من سمعهم بسبب تلاوتهم .... قال في الفتح : لكن ذكر شيخ الإسلام أنه لا يجب بالسماع من =

استاذ پرسجدۂ تلاوت

مسئلہ (۸۰): کوئی استاذ مختلف بچوں سے ایک ہی آیتِ سجدہ، ایک ہی مجلس میں سنے، تو استاذ پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اور اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیاتِ سجدہ سنے، تو جتنی آیاتِ سجدہ سنی اتنے سجدے واجب ہوں گے، اور اگر مجلس بدل جائے، تو جتنی مجلسیں ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔[1]

= مجنون أو نائم أو طير ، لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها بالتمييز ، ولم يوجد ، وهذا التعليل يفيد التفصيل في الصبي فليكن هو المعتبر إن كان مميزًا وجب بالسماع منه ، وإلا فلا اهـ . واستحسنه في الحلية .

(۲/ ۵۸۱ ، كتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولو كررها في مجلسين تكررت ، وفي مجلس واحد لا تتكرر بل كفته واحدة .... والأصل أن مبناها على التداخل دفعًا للحرج بشرط اتحاد الآية والمجلس . الدر مع التنوير . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (دفعًا للحرج) لأن في إيجاب السجدة لكل تلاوة حرجًا خصوصًا للمعلّمين والمتعلّمين ، وهو منفي بالنص . بحر. قوله: (بشرط اتحاد الآية والمجلس) أي بأن يكون المكرر آية واحدة ، فلو تلا آيتين في مجلس واحد أو آية واحدة في مجلسين فلا تداخل .

(۲/ ۵۱۵ ، ۵۱۶ ، كتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة ، البحر الرائق : ۲/ ۲۲۰ ، باب سجود التلاوة ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۳۴ ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة)

ما في " بدائع الصنائع " : والأصل أن السجدة لا يتكرر وجوبها إلا بأحد أمور ثلاثة : اما اختلاف المجلس ، أو التلاوة ، أو السماع ، حتى ان من تلا آية واحدة مرارًا في =

....

....

....

....

= مجلس واحد تكفيه سجدة واحدة ، والأصل فيه ما روي أن جبريل عليه السلام كان ينزل بالوحي فيقرأ آية السجدة على رسول الله ﷺ ، ورسول الله ﷺ كان يسمع ويتلقّن ثم يقرأ على أصحابه ، وكان لا يسجد إلا مرة واحدة . وروي عن أبي عبد الرحمن السلمي معلم الحسن والحسين رضي الله عنهم أنه كان يعلّم الآية مرارًا ، وكان لا يزيد على سجدة واحدة ، والظاهر أن عليًا رضي الله عنه أنه كان عالمًا بذلك ولم ينكر عليه . وروي عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه أنه كان يكرر آية السجدة حين كان يعلّم الصبيان ، وكان لا يسجد إلا مرة واحدة ، ولأن المجلس الواحد جامع للكلمات المتفرقة كما في الإيجاب والقبول ، ولأن في إيجاب السجدة في كل مرة إيقاع في الحرج لكون المعلّمين مبتلين بتكرار الآية لتعليم الصبيان ، والحرج منفي بنص الكتاب ، ولأن السجدة متعلقة بالتلاوة ، والمرة الأولى هي الحاصلة للتلاوة ، فأما التكرار فلم يكن لحق التلاوة بل للتحفظ أو للتدبر والتأمل في ذلك من عمل القلب ، ولا تعلق لوجوب السجدة به ، فجعل الاجراء على اللسان الذي هو من ضرورة ما هو فعل القلب أو وسيلة إليه من أفعاله فالتحق بما هو فعل القلب ، وذلك ليس بسبب ، كذا علل الشيخ أبو منصور رحمه الله تعالى .

(۱/ ۴۳۱، كتاب الصلاة، فصل في سبب وجوب السجدة ، اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۱۰۹ ، باب سجود التلاوة) (خیر الفتاویٰ:۲/۶۵۶،فتاویٰ رحیمیہ:۵/۲۰۶)

دعا کے لیے سجدہ کا التزام

مسئلہ (۸۱): عام حالات میں دعا کے لیے سجدہ جائز ہے، مگر اس کا التزام بدعت ہے، اور نماز کے بعد متصلاً چونکہ سجدۂ تلاوت بھی مکروہِ تحریمی ہے، اس لیے نماز کے بعد متصلاً سجدہ میں جا کر دعا مانگنا مکروہ ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حلبي كبير " : وسجدة شكر ذكر الطحاوي عن أبي حنيفة قال : لا أراه شيئًا إلى قوله وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه ، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة ، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه . (ص/ ۵۲۹ ، مسائل شتى)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وسجدة الشكر مستحبة . به يفتى . لكنها تكره بعد الصلاة . الدر المختار . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لكنها تكره بعد الصلاة) الضمير للسجدة مطلقًا ، قال في " شرح المنية " آخر كتاب عن " شرح القدوري " للزاهدي : أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه ، وما يفعل عقب الصلاة فمكروه ، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة ، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه . انتهى . قوله : (فمكروه) الظاهر أنها تحريمية لأنه يدخل في الدين ما ليس منه .

(۲/ ۵۲۲ ، باب سجود التلاوة ، مطلب في سجدة الشكر ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/ ۵۰۰ ، فصل سجدة الشكر مكروهة ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۳۶ ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة ومما يتصل بذلك مسائل سجدة الشكر) (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۲۷، خیر الفتاویٰ: ۲/ ۴۴۴)

باب صلوة المسافر

(مسافر کی نماز کے مسائل)

بس اسٹینڈ یا ریلوے اسٹیشن پر نماز

مسئلہ (۸۲): اگر کوئی شخص اپنے گھر سے سفرِ شرعی (یعنی تقریباً ساڑھے ستہتر کلومیٹر) کے ارادے سے نکل کر بس اسٹینڈ یا ریلوے اسٹیشن پہنچے، ابھی بس یا ٹرین کے آنے میں دیر ہے، اور وہاں وقتیہ نماز پڑھنا چاہتا ہے، تو وہ پوری نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟ اس کا مدار اس پر ہے کہ شہر کی آبادی بس اسٹینڈ یا ریلوے اسٹیشن تک مسلسل ہے یا نہیں؟ اگر مسلسل ہے تو وہ نماز پوری پڑھے گا، اس لیے کہ وہ ابھی مسافر نہیں ہوا، اور اگر مسلسل نہیں ہے، یعنی بس اسٹینڈ یا ریلوے اسٹیشن شہر کی آبادی سے کچھ باہر دوری پر واقع ہے، تو وہ قصر کرے گا، اس لیے کہ اب وہ مسافر ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر مع الدر والرد " : من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدًا مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة صلی الفرض الرباعي رکعتین . تنویر مع الدر . قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی : قوله : (ولا اعتبار بالفراسخ) الفرسخ : ثلاثة أمیال ، والمیل : أربعة آلاف ذراع .... قال في الهدایة : هو الصحیح احترازًا عن قول عامة المشایخ من تقدیرها بالفراسخ ، ثم اختلفوا فقیل أحد وعشرون ، وقیل ثمانیة عشر ، وقیل خمسة عشر ، والفتوی علی الثاني لأنه الأوسط . (۲/ ۵۹۹ – ۶۰۳ ، باب صلاة المسافر)=

= ما في " الفتاوى الهندية " : أقل مسافة تتغير فيها الأحكام ثلاثة أيام . كذا في التبيين . هو الصحيح . كذا في جواهر الأخلاطي .... قال محمد رحمه الله تعالى : يقصر حين يخرج من مصره ويخلف دور المصر . كذا في المحيط . وفي الغياثية : هو المختار ، وعليه الفتوى . كذا في التتارخانية ، الصحيح ما ذكر انه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير إلا إذا كان ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرية التي متصلة بفناء المصر فإنه يقصر الصلاة وإن لم يجاوز تلك القرية . كذا في المحيط .

(۱/۱۳۸/۱۳۹ ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

ما في " حلبي كبير " : من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر أو قرية ناويًا الذهاب إلى موضع بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرًا ، فلا يصير مسافرًا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج منه حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به لا يصير مسافرًا ما لم يجاوزها ولو جاوز العمران من جهة خروجه وكان بحذائه محلة من الجانب الآخر يصير مسافرًا إذ المعتبر جانب خروجه وإن كان هناك قرية متصلة بربض المصر فلا بد من مجاوزتها على الصحيح . (ص/۵۳۶ – ۵۳۷ ، فصل في صلاة المسافر ، البحر الرائق : ۲/۲۲۶ ، باب صلاة المسافر ، المحيط البرهاني : ۲/۱۲۷ ، الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر ، نوع آخر في بيان المسافر متى يقصر الصلاة ، بدائع الصنائع : ۱/۲۶۱ ، فصل في بيان ما يصير به المقيم مسافرًا)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن يحى بن يزيد الهُنائي قال : سألت أنس بن مالك عن قصر الصلاة ، فقال : " كان رسول الله ﷺ إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال أو ثلاثة فرسخ (شعبة الشّاكُّ) صلى ركعتين" . (۱/۲۴۲ ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، فصل في القصر في السفر الخ ، رقم الحديث : ۶۹۱)

(فتاوی محمودیہ:۱۱/۵۶۴،میرٹھ،خیر الفتاوی:۲/۶۶۹)

فصل في الجمعة

(جمعه کے مسائل)

اذانِ اول پر سعی کا وجوب اور بیع کی کراہت

مسئلہ (۸۳): آج کل آبادیاں بڑھ گئیں جس کی وجہ سے ایک ہی گاؤں اور شہر میں متعدد مسجدیں بن گئیں، اور متعدد مسجدوں میں نمازِ جمعہ بھی پڑھی جانے لگی، ہر مسجد میں اذان و جماعت کا ایک وقت مقرر ہے، جس کی بنا پر کسی مسجد میں اذان پہلے اور کسی مسجد میں بعد میں ہوتی ہے، جمعہ کے دن اذانِ جمعہ کے بعد سعی واجب اور خرید وفروخت مکروہ ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حکم اپنے محلّہ کی اذان کے بعد ہوگا، یا شہر میں کسی بھی مسجد میں پہلے دی جانے والی اذان کے بعد؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کی روایتِ صریحہ احقر نے نہیں دیکھی، لیکن فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ جب متعدد اذانیں سنی جائیں، تو ان میں سے پہلی اذان کا جواب دے، خواہ وہ اذان مسجدِ محلّہ کی ہو یا غیر محلّہ کی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعی کا وجوب اور بیع کی کراہت بھی شہر کی اذانِ اول پر ہو، خواہ یہ اذان مسجد محلّہ میں ہو یا غیر محلّہ میں۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو تكرر أجاب الأول . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (أجاب الأول) سواء كان مؤذن مسجده أو غيره .

(۲/۶۲ ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد)=

بچے کا خطبۂ جمعہ

مسئلہ(۸۴): نمازِ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے[۱]، لہٰذا خطبہ کے لیے عاقل، بالغ اور صالح آدمی زیادہ مناسب اور بہتر ہے، تاہم اگر کوئی ذی شعور مراہق جو خطبہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، خطبہ دے، اور بالغ آدمی نماز پڑھائے، تب بھی درست ہے[۲]، نیز افضل اور اشہر یہی ہے کہ امام اور خطیب ایک ہی ہو۔[۳]

= ما في " حاشية الطحطاوي " : قوله : (وإذا تعدد الأذان يجيب الأول) مطلقاً ، سواء كان مؤذن مسجده أم لا ، لأنه حيث سمع الأذان ندبت له الإجابة .

(ص/۳۰۲ ، باب الأذان)

ما في " البحر الرائق " : وسئل ظهير الدين عمن سمع في وقت من جهات ماذا عليه ؟ قال : إجابة أذان مسجده بالفعل ، وفي فتح القدير : وهذا ليس مما نحن فيه ، إذ مقصود السائل أي مؤذن يجيب باللسان استحباباً أو وجوباً ، والذي ينبغي إجابة الأول ، سواء كان مؤذن مسجده أو غيره . (۱/۴۵۲ ، باب الأذان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : لا تصح الجمعة إلا بستة شروط .... الخطبة قبلها ، أي قبل الجمعة ، فلو صلى ثم خطب لا تصح ، لأنها شرط .

(۱/۲۴۶ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، خلاصة الفتاوى : ۱/۲۰۵)

(۳/۲) ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : اختلف المشايخ فيه ، والخلاف في صبي يعقعل فما هنا على أحد القولين ، وما سيأتي عن المجتبى مبني على الآخرة ، قال الشيخ إسماعيل : والأكثر على الجواز . (۲/۲۶۰ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب ، لأنهما كشيء واحد ، فإن فعل بأن خطب صبيّ بإذن السلطان وصلى بالغ جاز . الدر المختار . =

فصل في الجنازة

(احکام جنازہ)

بچوں پر مرتے وقت تلقین

مسئلہ (۸۵): شریعتِ اسلامیہ میں قریب المرگ شخص پر تلقین کا حکم دیا گیا ہے[۱]، بچوں پر مرتے وقت تلقین کے سلسلے میں حضراتِ فقہاء نے لکھا ہے کہ ان پر تلقین کی حاجت نہیں ہے، کیوں کہ جن لوگوں سے قبر میں سوال نہیں کیا جائیگا، ان کے لیے تلقین کی ضرورت نہیں ہے، اور صحیح قول کے مطابق بچوں سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا۔[۲]

= قال الشامي: في الظهيرية : لو خطب صبيّ اختلف المشائخ فيه ، والخلاف في صبيّ يعقل، والأكثر على الجواز .

(۳/ ۳۹ – ۴۰ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۴۷ ، كتاب الصلاة ، الباب السادس عشر في الجمعة) (فتاویٰ محمودیہ:۸/ ۲۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي سعيد الخدري يقول : قال رسول الله ﷺ : " لقِّنوا موتاكم لا إله إلا الله " . (۱/ ۳۰۰ ، كتاب الجنائز ، باب تلقين الموتى ، قديمي)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ومن لا يسأل ينبغي أن لا يلقن ، والأصح أن الأنبياء لا يسألون ولا أطفال المؤمنين . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (ومن لا يسأل) أشار إلى أن سؤال القبر لا يكون لكل أحد .... ونقل عن الحافظ ابن الحجر العسقلاني أن الذي يظهر اختصاص السؤال بالمكلف ، وقال : وتبعه شيخنا يعني الحافظ السيوطي . (۳/ ۸۱ ، ۸۲ ، باب صلاة الجنائز)=

نومولود بچہ کا غسل اور اس پر نمازِ جنازہ

مسئلہ(۸۶): اگر نومولود بچہ پیدائش کے بعد روئے پھر مر جائے، تو اسے غسل بھی دیا جائے گا، اور اس پر نمازِ جنازہ بھی ادا کی جائے گی، نیز اس کا نام بھی رکھا جائے گا، کیوں کہ پیدائش کے بعد نومولود کا رونا یہ بچے کے اندر زندگی کے پائے جانے کی علامت ہے۔[1]

= ما في " فتاوى شرعية معاصرة للحفناوي ": وهذا التلقين في حق المكلف الميت، أما الصبي فلا يلقن ، وعلى هذا فلا أدعى للخلاف ، فالدعاء للميت والاستغفار له بعد الموت أمرٌ مشروعٌ . (ص/۲۲۳)

ما في " فتاوى الإمام النووي " : وهذ التلقين إنما هو في حق الميت المكلف ، وأما الصبي فلا يلقن . (ص/۱۴۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : (ومن استهل صلى عليه) قال ابن نجيم : استهلال في اللغة : أن يرفع صوته بالبكاء عند ولادته ، وفي الشرع : أن يكون منه ما يدل على حياته من رفع صوت أو حركة عضو ، ولو أن يطرف بعينه ، وذكر المصنف أن حكمه الصلاة عليه ، ويلزمه أن يغسل ، وأن يرث ويورث ، وأن يسمى وإن لم يبق بعده حياً لإكرامه ، لأنه من بني آدم . (۲/۳۳۰ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": من ولد فمات يغسل ويصلى عليه ، يرث ويورث، ويسمى إن استهل ، أي وجد منه ما يدل على حياته .

(۳/۱۲۹ ، كتاب الصلاة ، صلاة الجنازة)

ما في " الهندية " : ومن استهل بعد الولادة سمى وغسل وصلى عليه .

(۱/۱۵۹ ، الفصل الثاني في الغسل)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإن استهلّ المولود غسل وصلى عليه ، وورث وورّث عنه ، لأنه صار أصلا بنفسه . (۱/۱۶۰ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث عشر)

بے شعور بچے کو غسل جنازہ میں وضو نہیں کرایا جائے گا

مسئلہ (۸۷): بالغ شخص نیز باشعور بچے کو غسلِ جنازہ دیتے وقت وضو بھی کرایا جائے گا، لیکن بے شعور بچہ جسے نماز وغیرہ کی واقفیت نہ ہو، کو غسلِ جنازہ دیتے وقت وضو نہیں کرایا جائیگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : قال الحلواني : ما ذكر من الوضوء في البالغ والصبي الذي يعقل الصلاة ، فأما الذي لا يعقلها فيغسل ولا يوضأ ، لأنه لم يكن بحيث يصلي . (۲/۱۱۰ ، كتاب الصلاة ، فصل في الغسل)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : والصبي والصبية إذا كانا يعقلان بمنزلة البالغ ، وإذا كانا لا يعقلان لا يوضآن عند الغسل اعتبارًا بحالة الحياة ، فإن وضوء الصبي العاقل معتبر ، وإن لم يعقل لا يكون معتبرًا .(۱/۱۶۱ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث عشر)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ووضئ في الصحيح إلا أن يكون صغيرًا لا يعقل الصلاة فلا يوضأ ، لأنه لم يكن من أهل الصلاة . قاله الحلواني .
(ص/۵۶۷ ، كتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، حلبي كبير : ص/۵۷۸)

نابالغ یا نابالغہ کو صنفِ مخالف کا غسل دینا

مسئلہ (۸۸): مُردے کو غسل دینے میں چوں کہ میت کی بے پردگی کا بہت زیادہ اندیشہ رہتا ہے، اس لیے میت کے صنفِ مخالف کو اُسے غسل دینے سے منع کیا گیا ہے (۱)، لیکن اگر لڑکا لڑکی حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں، تو اُن کو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وأما الغاسل فمن شرطه أن يحل له النظر إلى المغسول ، فلا يغسل الرجل المرأة ، ولا المرأة الرجل .

(۲/۳۰۵ ، كتاب الجنائز ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۵۹۱)

(۲) ما في " اتحاف أولى الألباب بحقوق الطفل وأحكامه " : إذا مات الصبيّ أو صبيّة لم يبلغا حدًا يشتهي ، جاز للرجال والنساء جميعًا غسله ، فإن بلغت الصبية حدًا يشتهي فيه لم يغسلها إلا النساء، وكذا الغلام إذا بلغ حدًا يجامع ألحق بالرجال ، حكاه النووي عن الشافعية ، وصحّ عن الحسن أنه كان لا يرى بأسًا أن تغسل المرأة الغلام إذا كان فطيمًا أو فوقه بقليل ، وصحّ عن ابن سيرين أنه سئل عن المرأة تغسل الصبي ؟ قال : لا أعلم به بأسًا . (ص/۴۵۶)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " :وتغسل المرأة الصبي الذي لم يتكلم ، ويغسل الرجل الصبية التي لم تتكلم ، وفي الخانية : إذا لم يبلغا حد الشهوة ، لأنه ليس لأعضائهما حكم العورة . (۱/۵۹۲ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء، وقدّره في الأصل بأن يكون قبل أن يتكلم .

(۲/۱۱۳ ، كتاب الصلاة ، باب الجنائز)

ما في " فتاوى شرعية معاصرة " : يجوز للرجل أن يغسل صغيرة لا تشتهي ، وللمرأة أن تغسل صغيرًا لا يشتهي .

(ص/۱۴۵ ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۵۷۳)

نمازِ جنازہ میں بچے کے لیے استغفار

مسئلہ(۸۹): بچہ کے نمازِ جنازہ میں بچہ کے لیے استغفار نہیں ہے، کیوں کہ گناہوں سے استغفار اور گناہوں کی معافی کی درخواست تو ان لوگوں کے حق میں ہے، جن کے اعمال، ثواب وگناہ سے مخلوط ہوں، حالانکہ بچہ احکامِ اسلام کا مخاطب ہی نہیں، بلکہ وہ معصوم ہوتا ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے خود نمازِ جنازہ میں بچہ کی مغفرت کے لیے دعا کا حکم نہیں فرمایا، اور بچہ کے والدین کے لیے اس بچہ کو مغفرت ورحمت کا ذریعہ بنانے کی دعا کی تلقین فرمائی۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نيل الأوطار للشوكاني " : إذا كان المصلّٰى عليه طفلا استحب أن يقول المصلِّي : " اللهم اجعله لنا سلفًا وفرطاً وأجرًا " . روى ذلک البيهقي من حديث أبي هريرة . (۴/ ۷۰ ، كتاب الجنائز ، أبواب الصلاة على الميت ، باب الدعاء للميت ، رقم الحديث : ۱۴۲۷)

ما في " السنن لأبي داود " : عن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " والسقط يُصلّٰى عليه ، ويُدعٰى لوالديه بالمغفرة والرحمة " .

(ص/۴۵۳ ، كتاب الجنائز ، باب المشي أمام الجنازة ، رقم الحديث : ۳۱۸۰)

ما في " الهداية " : ولا يستغفر للصبي ولكن يقول : " اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا أجرًا وذخرًا ، واجعله لنا شافعًا ومشفعًا " .

(۱/ ۱۸۰ ، كتاب الصلاة ، باب الجنائز ، الصلاة على الميت)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام الحنفي " : لا يستغفر للصبي لأنه لا ذنب له .

(۲/ ۱۲۹ ، كتاب الصلاة ، فصل في الصلاة على الميت)

دورانِ ولادت بچہ انتقال کر جائے

مسئلہ (۹۰): اگر بچہ دورانِ ولادت انتقال کر جائے، تو اس پر نمازِ جنازہ کے سلسلے میں حضراتِ فقہاء کرام نے یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر بچہ کے بدن کا اکثر حصہ یعنی سَر کی طرف سے پیدا ہونے کی صورت میں سینے تک، اور پیر کی طرف سے پیدا ہونے کی صورت میں ناف تک، باہر آنے تک اس میں آثارِ حیات باقی ہوں، تو یہ بچہ زندہ شمار ہوگا، اور مسنون طریقے سے اس کی تجہیز و تکفین کے بعد اس پر نمازِ جنازہ پڑھ کر اسے دفن کیا جائے گا، اور اگر اکثر حصہ نکلنے سے پہلے ہی وہ مر جائے، تو اسے مردہ شمار کیا جائے گا، اور اس کو دھو کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر بلا نمازِ جنازہ کے دفن کر دیا جائے گا، البتہ نام دونوں صورتوں میں رکھا جائے گا۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه) ويرث ويورث ويسمى (إن استهل) بالبناء للفاعل : أي وجد منه ما يدل على حياته بعد خروج أكثره ، حتى لو خرج رأسه فقط وهو يصيح فذبحه رجل فعليه الغرّة ، وإن قطع أذنه فخرج حيًا فمات فعليه الدية (وإلا) يستهل (غسل وسمى) عند الثاني ، وهو الأصح ، فيفتى به على خلاف ظاهر الرواية إكراماً لبني آدم كما في ملتقى البحار .
وفي النهر عن الظهيرية : وإذا استبان بعض خلقه غسل وحشر هو المختار (وأدرج في خرقة ودفن ولم يصلّ عليه) . (۳/۱۲۹-۱۳۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، بيروت ، البحر الرائق : ۲/۳۲۰ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته)=

میت کا پلاسٹر چھڑا کر غسلِ جنازہ دینا

مسئلہ (۹۱): اگر کسی شخص کا پیر کسی حادثہ میں ٹوٹ گیا، اور ڈاکٹروں نے اس پر پلاسٹر چڑھا دیا، پھر وہ شخص انتقال کر گیا، تو اب اس کا وہ پلاسٹر چھڑا کر غسلِ جنازہ دیا جائے، کیوں کہ اب پلاسٹر کی ضرورت باقی نہ رہی۔[1]

= ما في " المحيط البرهاني " : وإذا مات المولود في حال ولادته وإن كان خرج أكثره صلى عليه ، وإن كان أقل لم يصل عليه ، لأن للأكثر حكم الجميع ، فإذا مات بعد ما خرج أكثره فكأنه مات بعد الولادة ، وإذا مات بعد ما خرج الأقل منه فكأنه مات في البطن .

(۲/۳۱۵ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، القسم الثالث في بيان من عليه ومن لا يصلى عليه ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۳ ، كتاب الصلاة ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الخامس ، بدائع الصنائع : ۲/۳۳۷ ، فصل في بيان من يصلى عليه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويمسح) نحو (مفتصد وجريح على كل عصابة) مع فرجتها في الأصح (إن ضرّه) الماء ، (أو حلّها) وفيه أن لا يمكنه ربطها بنفسه ولا يجد من يربطها . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (إن ضرّه الماء) : أي الغسل به أو المسح على المحل .... إذ الثابت بالضرورة يتقدّر بقدرها . اهـ .

(۱/۴۷۱ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفّين ، مطلب في لفظ كلٍّ إذا دَخَلَتْ علـى مُنَكَّرٍ أو مُعَرَّفٍ ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۵ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثاني في نواقض المسح) (فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۰۰، باب الجنائز، کراچی)

میت کو سرد خانہ (Cold House) میں رکھنا

مسئلہ (۹۲): بعض دفعہ کسی شخص کا ایسے مقام پر انتقال ہوجاتا ہے، جہاں اس کے ورثاء نہیں ہوتے، اوران کے پہنچنے میں وقت درکار ہوتا ہے، یا بعض دفعہ کوئی قانونی پیچیدگی پیدا ہوجاتی ہے، یا بعض دفعہ شناخت مشکل ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے تدفین میں تاخیر ہوتی ہے، ایسے موقع پر میت میں تعفّن پیدا نہ ہو، اس لیے اُسے سرد خانہ (Cold House) میں رکھتے ہیں، شرعاً اس کی گنجائش ہے[۱]، لیکن محض اس غرض سے سرد خانہ میں رکھنا کہ اس پر جمعِ عظیم نمازِ جنازہ پڑھ سکے، مکروہ ہے۔[۲]

غیر مسلم کے مرنے کی خبر سنے تو کیا پڑھے؟

مسئلہ (۹۳): بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کسی غیر مسلم کے مرنے کی خبر سنی جائے، یا اس کی نعش لے جاتے ہوئے دیکھے، تو ﴿**في نار جهنّم خٰلدين فيهآ أبدًا**﴾ پڑھنا چاہیے، جب کہ فقہ کی کتابوں میں اس طرح کی کوئی عبارت

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : يندب دفنه في جهة موته وتعجيله اهـ . الدر المختار . قال ابن عابدين الشامي : قوله : (وتعجيله) أي تعجيل جهازه عقب تحقق موته ، ولذا كره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة .
(۱۴۶/۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت ، بيروت)
(فتاوی بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۱۱۹۶)

نہیں ملتی، ہاں! کسی بھی میت کی خبر ملے، یا کوئی بھی میت سامنے جاتے ہوئے دیکھے، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اس کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، جس کے لیے بہتر الفاظ یہ ہیں: ﴿إنا لله وإنا إليه راجعون﴾۔ [1]

نماز جنازہ کے بعد میت کا دیدار

مسئلہ (۹۴): بعض لوگ نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد، میت کے دیدار سے منع کرتے ہیں کہ نماز کے بعد عالمِ برزخ کے احوال شروع ہوجاتے ہیں، حالانکہ موت کے بعد ہی انسان عالمِ برزخ میں پہنچ جاتا ہے، اور موت کے بعد نمازِ جنازہ سے پہلے کسی نے بھی دیدار کو منع نہیں کیا، کیوں کہ یہ حضراتِ صحابہ کے عمل سے ثابت ہے [2]، اس لیے موت کے بعد احوالِ برزخ کا آغاز، دیدار کے ممنوع ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الذين إذآ أصابتهم مصيبة قالوا إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يعني إقرارهم في تلك الحال بالعبودية والملك له ، وأنّ له أن يبتليهم بما شاء تعريضاً منه لثواب الصبر واستصلاحاً لهم لما هو أعلم به ، إذ هو تعالى غير متهم في فعل الخير والصلاح ، إذ كانت أفعاله كلها حكمة ، ففي إقرارهم بالعبودية تفويض الأمر إليه ورِضىً بقضائه فيما يبتليهم به ، إذ لايقضى إلا بالحق . (۱/۱۱۴) (فتاویٰ محمودیہ:۱۳/۳۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن الزهري قال : أخبرني أبو سلمة أن عائشة زوج النبي ﷺ أخبرته قالت : " أقبل أبو بكر على فرسه من مسكنه بالسّنح حتى نزل فدخل المسجد فلم يكلم الناس حتى دخل على عائشة فتيمم النبي ﷺ وهو مسجّى ببرد حبرة فكشف عن وجهه ثم أكبّ عليه فقبّله ثم بكى ، فقال : بأبي أنت يا نبي الله !=

بعض علماء، نمازِ جنازہ کے بعد دیدار کو اس لیے مکروہ قرار دیتے ہیں کہ یہ ایک ایسی رسم ہے جس کی شرعاً کوئی اصل نہیں، اور اس کی وجہ سے عملِ تدفین میں تاخیر ہوتی ہے، جب کہ اس میں تعجیل کا حکم دیا گیا ہے (۱)، لیکن اگر کسی مصلحت کی بنا پر، کسی شخص کی نمازِ جنازہ پہلے پڑھ لی جائے اور پھر اس گے گھر والوں کو اس کا دیدار کرایا جائے، اور اس عمل میں زیادہ تاخیر بھی نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۲)، البتہ اتنی بات یاد رہے کہ موت کے بعد انسان کو دیکھنے کے وہیں آداب ہیں جو زندہ کو دیکھنے کے ہیں، کہ مرد، مرد کا چہرہ، عورت، عورت کا چہرہ، بیوی، شوہر کا چہرہ، اور مرد، محرم عورت کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، غیر محرم عورت کو جیسے زندگی میں دیکھنا جائز نہیں ہے، موت کے بعد بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (۳)

= لا يجمع الله عليک موتتين ، أما الموتة التي كتب الله عليک فقد مُتّها " .

(۱ /۱۶۶ ، کتاب الجنائز ، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في أكفانه)

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " أسرعوا بالجنازة ، فإن تک صالحة فخير تقدمونها ، وإن تک سوى ذلک فشرّ تضعونه عن رقابكم " . (۱ /۱۷۶ ، كتاب الجنائز ، باب السرعة بالجنازة)

ما في " السنن لأبي داود " : عن الحصن بن وحوج أن طلحة بن البراء مرض فأتاه النبي ﷺ يعوده فقال : " إني لا أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت فاذنوني به وعجلوا ، فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله " .

(ص/ ۴۵۰ ، كتاب الجنائز ، باب تعجيل الجنازة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأن يرفع ستر الميت ليرى وجهه ، وإنما يكره ذلک بعد الدفن . كذا في القنية . (۵/ ۳۵۱ ، كتاب الكراهية ، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۱۲۷، فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۴۶۸، کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۱۴۴)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أنه يحرم نظر الرجل إلى عورة =

مرد کا اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا دینا اور اس کا چہرہ دیکھنا

مسئلہ (۹۵): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ موت کی وجہ سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، اس لیے شوہر موت کے بعد نہ اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، اور نہ اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں، کیوں کہ فقہاء کرام نے شوہر کو اپنی بیوی کی موت کے بعد اس کا چہرہ دیکھنے، اور اس کے جنازے کو کندھا دینے کی اجازت دی ہے، نیز عقل بھی اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ دونوں چیزیں جائز ہوں، اس لیے کہ انسان جس رفیقۂ حیات کے ساتھ اپنی عمر کی ایک لمبی مدت اور اس میں پیش آنے والے خوشی وغمی کے لمحات کو گذارتا ہے، اُسے اسکے آخری دیدار اور اس کی آخری منزل تک پہنچانے کے لیے کندھا دینے سے محروم کرنا معقول نہیں ہے۔[۱]

= المرأة الأجنبية . (۴۰/۳۴۶ ، نظر ، تبيين الحقائق : ۶/۱۷ - ۱۸ ، دار الكتاب الإسلامي ، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير : ۱/۲۱۴ ، دار الفكر بيروت ، روضة الطالبين للنووي : ۷/۲۱ ، المكتب الإسلامي ، الإنصاف للمرداوي : ۸/۳۰ ، ط : احياء التراث)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ويمنع زوجها من غسلها ومسّها لا من النظر إليها على الأصح . وقالت الأئمة الثلاثة : يجوز ، لأن علياً غسل فاطمة رضي الله عنهما ، قلنا : هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله عليه الصلاة والسلام : " كل سبب ونسب ينقطع بالموت إلا سببي ونسبي ، مع أن بعض الصحابة أنكر عليه . الدر المختار .=

دھنسی ہوئی قبر کو درست کرنا

مسئلہ(۹۶): بسا اوقات زمین کے نرم ہونے یا کسی اور وجہ سے قبر دھنس جاتی ہے، تو اس صورت میں اس پر دوبارہ مٹی ڈال کر، اسے برابر اور درست کرنا بلا شبہ جائز ہے۔[1]

= قال الشامي : قوله : (لا من النظر إليها على الأصح) عزاه في المنح إلى القنية .... ولعل وجهه أن النظر أخف من المسّ فجاز لشبهة الاختلاف . والله أعلم .
(۹۰/۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة)

ما في " البحر الرائق " : وضع مقدمها على يمينه ، ثم مؤخرها ، ثم مقدمها على يسارک مؤخرها . قال ابن نجيم : ينبغي أن يحمل من كل جانب عشر خطوات للحديث : " من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت أربعين كبيرة " .
(۳۳۸/۲ ، باب صلاة الجنائز)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ومن أراد كمال السنة في حمل الجنازة ، ينبغي له أن يحملها من الجوانب الأربع .... وينبغي أن يحمل من كل جانب عشر خطوات ، جاء في الحديث : " من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت له أربعون كبيرة " .
(۸۸/۲ ، باب حمل الجنازة) (فتاویٰ دار العلوم:۲۴۶/۵، ۲۷۵، ۲۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن حسان بن ثابت عن أمه سيرين قالت : .... ورأى رسول الله ﷺ فرجة في اللبن فأمر أن تسد ، فقال : " إن العبد إذا عمل عملا أحب الله أن يتقنه " . (۳۰۶/۲۴ – ۳۰۷ ، رقم الحديث : ۷۷۶)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا خربت القبور فلا بأس بتطينها ، لما روي أن النبي ﷺ مر بقبر ابنه إبراهيم فرأى فيه حجرا سقط منه فسده وأصلحه ..... وفي " كفاية الشعبي " : كان عصام بن يوسف يطوف حول المدينة يعمّر القبور الخربة .
(۶۱۳/۱ ، ۶۱۴ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، نوع آخر من هذا الفصل في القبر والدفن)=

مرنے والے کے عیوب بیان کرنا

مسئلہ (۹۷): بعض لوگ کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی برائی کرتے ہیں کہ وہ ایسا تھا، وہ یوں تھا وغیرہ، جب کہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو معاف کر دینا چاہیے، کیوں کہ "کفنوں کو میلا کرنے" اور "پھٹے میں ٹانگ اَڑانے" سے کچھ ہاتھ نہیں آتا، اُن کو اُجلا رہنے دینا ہی بہتر ہے، ایک دن ہمیں بھی قبر کی گود میں جانا ہے، تب ہمیں بھی زمانے سے یہی توقع ہوگی کہ وہ ہمارے

= ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها . كذا في التتارخانية ، وهو الأصح، وعليه الفتوى . كذا في جواهر الأخلاطي . (۱/ ۱۶۶ ، كتاب الصلاة ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل السادس في القبر والدفن الخ)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وفي النوازل : لا بأس بتطيينه ، وفي التجنيس والمزيد : لا بأس بتطيين القبور خلافا لما في مختصر الكرخي ، لأن رسول الله ﷺ مر بقبر ابنه إبراهيم فرأى فيه حجراً سقط فيه فسده ، وقال : من عمل عملا فليتقنه . (ص/ ۶۱۱ ، باب أحكام الجنائز ، فصل في حملها ودفنها)

ما في " كتاب التجنيس والمزيد " : تطيين القبور لا بأس به خلافا لما قاله الكرخي رحمه الله في مختصره ، لأن رسول الله ﷺ مر بقبر ابنه إبراهيم ، فرأى فيه حجراً فسده وقال : من عمل عملا فليتقنه .

(۲/ ۲۷ ، باب في الجنائز ، فصل في الدفن ، رقم المسئلة : ۱۰۲۲)

ما في " مجمع الأنهر " : لكن المختار أن التطيين غير مكروه ، وكان عصام بن يوسف يطوف حول المدينة ، ويعمّر القبور الخربة ، كما في القهستاني .

(۱/ ۲۷۶ ، باب صلاة الجنائز ، فصل) (فتاویٰ محمودیہ:۱۳/ ۳۰۸،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۰۵۱۰)

کفن پر داغ نہ آنے دے، ویسے بھی ''قبروں کی مٹی اڑانا'' باعظمت لوگوں کا کام نہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی بے کراں ہے کہ خیال سے بھی ماوراء ہے، لہٰذا آپ ﷺ کے فرمان: '' اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ ، وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ'' کہ ''اپنے مرنے والے لوگوں کے محاسن بیان کرو اور ان کی سیئات پر اپنی زبانیں بند رکھو'' پر عمل کرتے ہوئے ہمیں مرنے والے شخص کے عیوب بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن ابن عمر ، أن رسول الله ﷺ قال : '' اذكروا محاسن موتاكم ، وكفوا عن مساويهم '' .

(۲/ ۱۳۱ ، رقم الحديث: ۱۰۱۹ ، كتاب الجنائز، بيروت ، العرف الشذي: ۲/ ۳۲۴، دار احياء التراث العربى بيروت ، عارضة الأحوذي : ۳/ ۱۸۸ ، بيروت ، سنن أبي داود : ص/ ۶۷۱، رقم الحديث : ۴۹۰۰ ، قديمي)

ما في '' تحفة الأحوذي '' : (وكفوا) أمر للوجوب ، أي : امتنعوا (عن مساويهم) .... قال حجة الإسلام : غيبة الميت أشدّ من الحيّ ، وذلك لأن عفو الحيّ واستحلاله ممكن ومتوقع في الدنيا بخلاف الميت . (۴/ ۸۰ ، رقم الحديث : ۱۰۱۹ ، دار احياء التراث العربي بيروت ، مؤسسة الرسالة بيروت)

ما في '' بذل المجهود '' : (وكفوا) الأمر للوجوب (عن مساويهم) .... فإن ذكر السوء غيبة لهم وهي كبيرة لا سبيل إلى عفوها ، فوبالها لازم ، فلا يرجى استحلاله .

(۱۳/ ۳۰۹ ، رقم الحديث : ۴۹۰۰ ، كتاب الأدب ، باب في النهي عن سبّ الموتى ، دار البشائر الإسلامية بيروت ، عون المعبود : ص/ ۲۱۱۱ ، بيت الأفكار الدولية ، الأردن)

ما في '' سنن أبي داود '' : عن عائشة (رضي الله عنها) قالت : قال رسول الله ﷺ : ''إذا مات صاحبكم فدَعُوْهُ ، ولا تقعوا فيه '' . (ص/ ۶۷۱)

اہلِ میت کو کھانا دینا

مسئلہ (۹۸): اہل میت کو ایک دن ایک رات کا کھانا دینا عزیز رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لیے مستحب ہے، تاہم کہیں یہ انتظام نہ ہو سکے تو خود اہلِ میت اپنے گھر میں پہلے دن بھی کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں، لہٰذا یہ خیال کرنا کہ اہلِ میت اپنے گھر میں چولہا نہیں جلا سکتے، غلط ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن جعفر قال : لما جاء نَعْيُ جعفر قال النبي ﷺ : " اصنعوا لآل جعفر طعاماً ، فقد أتاهم ما يشغلهم " . رواه الترمذي وأبوداود وابن ماجه . (ص/۱۵۱ ، كتاب الجنائز ، باب البكاء على الميت ، الفصل الثاني ، قديمي ، السنن لأبي داود : ص/۴۴۷ ، كتاب الجنائز ، باب صُنعة الطعام لأهل الميت ، قديمي ، جامع الترمذي : ۲/۱۱۹ ، رقم الحديث : ۹۹۸ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في الطعام يُصنع لأهل الميت ، بيروت ، العرف الشذي : ۲/۳۱۳ ، رقم الحديث : ۹۹۸ ، دار احياء التراث العربي ، سنن ابن ماجه : ص/۱۱۵ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في الطعام يُبعث إلى أهل الميت ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (اصنعوا لآل جعفر طعاماً) أي يتقوتون به .... (فقد أتاهم) أي من موت جعفر (ما يشغلهم) .... والمعنى جاء هم ما يمنعهم من الحزن وعن تهيئة الطعام لأنفسهم، فيحصل لهم الضرر وهم لا يشعرون ، قال الطيبي : دل على أنه يستحب للأقارب والجيران تهيئة طعام أهل الميت . اهـ .

(۴/۱۹۴ ، رقم الحديث : ۱۷۳۹)

ما في " بذل المجهود " : (اصنعوا) أي هيّئوا (لآل جعفر طعاماً ، فإنه قد أتاهم أمر يشغلهم) .... والمعنى جاء هم ما يمنعهم من الحزن عن تهيئة الطعام لأنفسهم ،=

....

....

....

....

= والمراد طعام يشبعهم يومهم وليلتهم ، فإن الغالب أن الحزن الشاغل عن تناول الطعام لا يستمرّ أكثر من يوم .... سنّ أن يلحّ عليهم في الأكل لئلا يضعفوا بتركه استحياء أو لفرط جزع . (١٠/٣٠٣ ، تحت رقم : ٣١٣٢)

ما في " شروح سنن ابن ماجه " : وفي الحديث دليل على أنه يستحب للجيران والأقارب تهيئة طعام أهل الميت ، قال ابن الهمام : ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء والأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم ، لقوله ﷺ : " اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد أتاهم ما يشغلهم " . اهـ . [انجاح الحاجة للشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي] .... قال السندي : قوله : (لما جاء نعي جعفر) ..... أي خبر موته (ما يشغلهم) كمنع أي : عن طبخ الطعام لأنفسهم ، وفيه أنه ينبغي للأقرباء أن يرسلوا إلى أهل الميت طعاماً . [نهاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه لأبي الحسن بن عبد الهادي السندي] . (١/٦٣٨ – ٦٣٩ ، بيت الأفكار الدولية الأردن)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وباتخاذ طعام لهم) قال في الفتح : ويستحبّ لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم ، لقوله ﷺ : " اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاء هم ما يشغلهم " . حسّنه الترمذي وصحّحه الحاكم ، ولأنه برّ ومعروف ويلحّ عليهم في الأكل ، لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون . اهـ .

(١٤٨/٣ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في الثواب على المصيبة ، بيروت ، فتح القدير لإبن الهمام : ١٥١/٢ ، كتاب الصلاة ، فصل في الدفن ، بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ:۹/۲۷۷،باب اِہداء الثواب للمیت ،کراچی،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۲۲۹۸)

دفن کے وقت قبر میں گرا ہوا سامان نکالنا

مسئلہ (۹۹): مُردے کو دفن کرتے وقت اگر کسی شخص کا کوئی قیمتی سامان قبر میں گر گیا، خواہ وہ ایک درہم یا اس کی قیمت کے برابر کوئی چیز ہی کیوں نہ ہو، تو دوبارہ قبر کی مٹی کھود کر اس سامان کو نکالنا درست ہے، اس طور پر کہ مدفون کو قبر سے نہ نکالا جائے (۱)، اس لیے کہ مسلمان کا مال محترم ہے، اور قبر میں مالِ محترم چھوڑ دینا اضاعتِ مال میں شامل ہے، جب کہ آپ ﷺ نے ہمیں اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے (۲)، صحیح حدیث شریف میں ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی آپ ﷺ کی قبرِ اطہر میں گر گئی تھی، تو انھوں نے اینٹ ہٹا کر اپنی انگوٹھی نکالی، اور رسول اللہ ﷺ کے دونوں چشمِ مبارک کے درمیان بوسہ بھی لیا تھا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن بجير بن أبي بجير قال : سمعت عبد الله بن عمرو (رضي الله تعالى عنهما) يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول ، حين خرجنا معه إلى الطائف فمررنا بقبر ، فقال رسول الله ﷺ : " هذا قبر أبي رِغالٍ .... وآية ذلك أنه دفن معه غصن من ذهب ، إن أنتم نبشتم عنه أصبتموه معه ، فابتدره الناس فاستخرجوا الغصن " .

(ص/۴۴۰ ، كتاب الخراج والفيء والإمارة ، باب نبش القبور العادية ، قديمی)

ما في " المبسوط للسرخسي " : (قال) : (وإن سقط شيء من متاع القوم في القبر فلا بأس بأن يحفروا التراب في ذلك الموضع ليخرجوا متاعهم من غير أن ينبش الميت) لأن مال المسلم حرمة ، وقد " نهى رسول الله ﷺ عن إضاعة المال " ، وفي إبقاء المتاع في القبر إضاعة للمال . (۱۱۸/۲ ، باب غسل الميت ، بيروت)=

....

....

....

....

= ما في " البحر الرائق " : ولو بقي فيه متاع لإنسان فلا بأس بالنبش لإخراج المتاع .
(۲/ ۳۳۹ ، كتاب الجنائز ، فصل في السلطان أحق بصلاته ، رد المحتار : ۳/ ۱۴۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، بيروت)

وما في " البحر الرائق " : وأشار بكون الأرض مغصوبة إلى أن يجوز نبشه لحق الآدمي، كما إذا سقط فيها متاعه ..... ولو كان المال درهماً . (۲/ ۲۴۱ ، بيروت)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن الشعبي قال: حدثني كاتب المغيرة بن شعبة قال: كتب معاوية إلى المغيرة بن شعبة أن اكتب إليّ بشيء سمعتَه من النبي ﷺ ، فكتب إليه : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول: " إن الله كرِه لكم ثلاثاً ؛ قيل وقال ، وإضاعة المال ، وكثرة السؤال " .
(۱/ ۲۰۰ ، رقم الحديث : ۱۴۵۵ ، كتاب الزكاة ، باب قول الله : لا يسألون الناس إلحافاً .. الخ ، ۱/ ۳۲۴ ، رقم الحديث : ۲۴۰۸ ، كتاب في الاستقراض)

(۳) ما في " المبسوط للسرخسي " : وقد صحّ في الحديث " أن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه سقط خاتمه في قبر رسول الله ﷺ ، فما زال بالصحابة حتى رفع الّلبن وأخذ خاتمه وقبّل بين عيني رسول الله ﷺ ، ثم كان يفتخر بذلک ويقول : أنا آخركم عهداً برسول الله ﷺ " اهـ .
(۲/ ۱۱۸ ، باب غسل الميت ، بيروت ، البحر الرائق : ۲/ ۳۳۹ ، كتاب الجنائز ، فصل في السلطان أحق بصلاته)

دفن کے وقت کفن کی گرہ کھولنا

مسئلہ (۱۰۰): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ دفن کے وقت مُردے کے کفن کی گرہ کھولنے کا حکم اِس لیے دیا گیا تاکہ وہ منکر نکیر کے سوال کے وقت بآسانی بیٹھ سکے، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ فقہاء کرام نے اِس حکم کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ گرہ باندھنا انتشارِ کفن کے خوف سے تھا، اوراب یہ خوف باقی نہیں رہا، اِس لیے گرہ کھول دی جائے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح الوقاية " : ويحلّ العقدة أي ا لعقدة التي على الكفن خيفة الانتشار .

(۱/۲۱۰ ، باب الجنائز)

ما في " الهداية " : ويحلّ العقدة لوقوع الأمن من الانتشار .

(۱/۱۸۲ ، فصل في الدفن)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتحلّ العقدة للاستغناء عنها . الدر المختار .
قال الشامي رحمه الله : قوله : (للاستغناء) لأنها تعقد لخوف الانتشار عند الحمل .

(۳/۱۴۱ – ۱۴۲ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا تخوفت أن تنتشر أكفانه عقدته ، ولكن إذا وضع في قبره يحل العقد ، لأن المعنى الذي لأجله عقدته قد زال .

(۲/۹۵ ، باب غسل الميت)

ما في " تيسير الفقه الحنفي " : فإن خافوا أن ينشر الكفن عنه عقدوه ..... ويوجهه إلى القبلة ويحل العقدة . (ص/۴۲ – ۴۴ ، باب الجنائز) (فتاویٰ عثمانی:۱/۶۳۹)

زندوں کو ایصالِ ثواب

مسئلہ (۱۰۱): عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نفل نماز، روزہ، تلاوتِ کلام پاک وغیرہ کا ثواب مُردوں ہی کو ہدیہ کیا جاسکتا ہے، زندوں کو نہیں، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ والدین، عزیز واقارب اور دوستوں کی زندگی میں بھی انہیں اپنے مذکور نیک اعمال کا ثواب ہدیہ کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : من صام أو صلى أو تصدّق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة . كذا في البدائع . وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتًا أو حيًا . (۱۰٦/۳ ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير)

(بدائع الصنائع : ۲۷۰/۳ ، كتاب الحج ، فصل في التعرض لنبات الحرم ، رد المحتار : ۱۵۲/۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له ، بيروت ، ۲۴۳/۲، ط : دار الفكر بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۵۸۴٦)

آداب المسجد

(مسجد کے آداب)

بچوں کو مسجد میں لانا اور صف میں اپنے ساتھ کھڑا کرنا

مسئلہ (۱۰۲): چار پانچ سال کے بچے عموماً مسجد کو جانتے ہیں، اور سمجھانے پر تلویثِ مسجد سے بھی بچتے ہیں، اس لیے ان کو مسجد میں لانا گرچہ جائز ہے، مگر پھر بھی یہ عمر ایسی نہیں کہ وہ تھوڑی دیر سکون سے بیٹھ سکیں، ان سے غلطی اور شرارت کا ہونا ان کی طبیعت میں داخل ہے، اس لیے انہیں مسجد میں لانا اور صف میں اپنے ساتھ کھڑا کرنا درست نہیں، کیوں کہ شریعت نے نماز میں صفوں کی ترتیب یہ بیان کی ہے کہ پہلے مرد، پھر بچے، پھر خُنثٰی وغیرہ [۱]، اس لیے اگر کوئی شخص چار پانچ سال کے بچے کو مسجد میں لائے، تو اسے اپنے ساتھ صف میں کھڑا نہ کریں، بلکہ ایک کنارے کھڑا کر دیں، یا بٹھا دیں، اور یہ تاکید کریں کہ شور وغل نہ کریں، خاموش رہیں، اور اگر ایسا نہیں کر سکتا، تو اس عمر کے بچوں کو مسجد میں لا کر دوسروں کی نماز خراب کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : ولو اجتمع الرجال والصبيان والخناثٰی والإناث و الصّبيات المراهقات يقوم الرجال أقصی ما يلي الإمام ثم الصبيان ثم الخناثٰی ثم الإناث ثم الصبيات المراهقات . كذا في شرح الطحاوي . (۱/ ۸۹)=

....

....

....

....

= ما في " الموسوعة الفقهية " : صرّح الفقهاء بأنه : لو اجتمع الرجال والنساء والصبيان ، فأرادوا أن يصطفوا لصلاة الجماعة ، يقوم الرجال صفًا مما يلي الإمام ، ثم الصبيان بعدهم ، ثم الإناث . (۱۱/۱٦۵ ، الترتيب في صفوف الصلاة ، ترتيب ، بدائع الصنائع : ۱/۱۵۹ ، فصل بيان مقام الإمام والمأموم ، بيروت ، المهذّب للشيرازي : ۱/۹۹ ، ط : عيسى الحلبي ، كشاف القناع : ۱/۴۸۸ ، ط : دار الفكر)

(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع ، أن النبي ﷺ قال : " جنّبوا مساجدَكم صبيانَكم، ومجانينَكم وشراءَ كم وبيعكم ، وخصوماتكم ، ورفع أصواتكم ، وإقامة حدودكم ، وسلّ سيوفكم " .

(ص/۵۴ ، أبواب المساجد ومواضع الصلاة ، باب ما يكره في المساجد ، قديمي ، المعجم الكبير للطبراني : ۸/۱۳۲ ، رقم الحديث : ۷٦۰۱ ، دار احياء التراث العربي ، معارف الحديث : ۳/۱۲۱ ، كتاب الصلاة ، دار الإشاعت كراچی)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وأن الصبي يجوز إدخاله المسجد ، وإن كان الأولى تنزيه المسجد عمن لا يؤمن منه حدث .

(۳/۲۸۲ ، تحت رقم : ۱۰۵٦ – ۱۹۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويحرم إدخال الصبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم) . الدر المختار . وفي الشامية : (ويحرم الخ) لما أخرجه المنذري مرفوعاً: "جنّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم ، وبيعَكم وشراء كم ، ورفع أصواتكم . الخ).

(۲/۴۲۹ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في أحكام المسجد ، بيروت)

مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کی تلاوت

مسئلہ (۱۰۳): ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم کا سننا خواہ مسجد کے باہر ہو یا اندر، فی نفسہٖ درست ہے، لیکن اس سے مسجد میں شور وغل ہوگا[1]، اس کی بجلی استعمال ہوگی[2]، اور دیگر لوگ اسے بنیاد بنا کر غلط قسم کی چیزیں بھی سننے سنانے کا جواز نکالیں گے، اس لیے مسجد میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ قرآن کریم سننے کی اجازت نہیں ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأن المسٰجد لله فلا تدعوا مع الله أحدًا﴾ .

(سورة الجن : ۱۸)

ما في " تفسير المظهري " : ونهى عن تناشد الأشعار في المسجد وعن البيع والشراء فيه وأن يتحلّق الناس يوم الجمعة قبل الصلاة في المسجد . (۱۰/۵۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال : " جنّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم ، وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم ، ورفع أصواتكم ، وإقامة حدودكم ، وسلّ سيوفكم ، واتخذوا على أبوابها المطاهر وجمّروها في الجمع " .

(ص/۵۴ ، كتاب المساجد)

ما في " شروح ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (جنّبوا) من التجنيب ، أي بعدوا هذه الأشياء عن المساجد ، إذ الكل لا تليق بالمساجد .

(۱/۳۴۳ ، كتاب المساجد والجماعات ، باب ما يكره في المساجد)

ما في " رد المحتار " : ويكره ...... رفع صوت بذكر . الدر المختار . قوله : (ورفع صوت بذكر) أقول : اضطراب كلام صاحب " البزازية " في ذلك ، فتارة قال : إنه

چھجے کی شکل کے منبر

مسئلہ (۱۰۴): آج کل مسجدوں میں ایسے منبر بنائے جانے لگے ہیں جو زمین سے خاصے اونچے چھجے کی شکل میں ہوتے ہیں، اور محراب کی دائیں جانب سے آکر خطیب کو منبر پر کھڑا ہونا پڑتا ہے، منبر کی یہ صورت بہتر نہیں ہے، اگر اس

حرام ، وتارة قال : إنه جائز .... والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال . (۲/۳۷۶ ، کتاب الصلاة ، مطلب في رفع الصوت بالذکر)

(۲) ما في " الفتاوی الهندية " : ولو وقف علی دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل ، بل بقدر حاجة المصلين ، ويجوز إلی ثلث الليل أو نصفه إذا احتيج إليه للصلاة فيه .

(۲/۴۵۹ ، الباب الحادي عشر في المسجد ، الفصل الأول فيما يصير به المسجد الخ)

ما في " البحر الرائق " : وفي " الإسعاف " : ليس لمتولي المسجد أن يحمل سراج المسجد إلی بيته ..... ويجوز الدرس بسراج المسجد إن کان موضوعاً فيه لا للصلاة بأن فرغ القوم من الصلاة وذهبوا إلی بيوتهم ، وبقي السراج فيه ، قالوا : لا بأس بأن يدرس بنوره إلی ثلث الليل ، لأنهم لو أخروا الصلاة إلی ثلث الليل لا بأس به ، فلا يبطل حقه بتعجيلهم ، وفيما زاد علی الثلث ليس لهم تاخيرها ، فلا يکون لهم حق الدرس . (۵/۴۲۰ ، کتاب الوقف ، فصل في أحکام المساجد)

(۳) ما في " المقاصد الشرعية " : مفاده أن الذرائع تعدّ وسائل إلی المقاصد ، وحکمها حکم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والکراهة والندب والإباحة ، أي أن الوسيلة أو الذريعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرماً ، وتکون واجبة إذا کان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰۲/۱۵)

طرح کا اونچا منبر بنانا ہی ہو تو اس پر تین سیڑھیوں والا لکڑی وغیرہ کا منبر رکھ دیا جائے، تاکہ سنت سے مطابقت ہو سکے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لإبن ماجة " : عن الطفيل بن أبي بن كعب ، عن أبيه قال : " كان رسول الله ﷺ يصلي إلى جذع إذ كان المسجد عريشًا ، وكان يخطب إلى ذلك الجذع ، فقال رجل من أصحابه : هل لک أن نجعل لک شيئًا تقوم عليه يوم الجمعة حتى يراک الناس ، وتسمعهم خطبتک ؟ قال : نعم ؛ فصنع له ثلاث درجات فهي التي على المنبر " . الحديث .

(ص/۱۰۲ ، باب ما جاء في بدء شأن المنبر ، رقم الحديث : ۱۴۱۴)

ما في " دلائل النبوة للبيهقي " : عن أنس بن مالک قال : " كان رسول الله ﷺ يقوم مسندًا ظهره إلى جذع منصوب في المسجد يوم الجمعة ، فخطب الناس فجاءه رومي فقال : يا رسول الله ! ألا أصنع لک شيئًا تقعد عليه كأنک قائم ، فصنع له منبرًا درجتين ويقعد على الثالثة " . الحديث . (۲/۵۵۸ ، باب ذكر المنبر الذي اتخذ لرسول الله ﷺ وما ظهر عند وضعه الخ ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " عمدة القاري " : ثم اعلم أن المنبر لم يزل على حاله ثلاث درجات حتى زاده مروان في خلافة معاوية ست درجات من أسفله ، وكان سبب ذلک ما حكاه الزبير بن بكّار في " أخبار المدينة " .... فخرج مروان فخطب فقال : " إنما أمرني أمير المؤمنين أن أرفعه " ، فدعا نجارًا وكان ثلاث درجات فزاد فيه الزيادة التي هو عليها اليوم . (۶/۳۱۱ ، كتاب الجمعة ، باب الخطبة على المنبر ، فتح الباري : ۲/۵۱۳ ، كذا في عون المعبود : ص/۵۲۰ ، أبواب الجمعة ، باب اتخاذ المنبر)

(جدید فقہی مسائل:۱/۱۴۵)

کتاب الزکوة

(زکوة کے مسائل)

گریجویٹی فنڈ (Graduity Fund) پر زکوة

مسئلہ (۱۰۵): بعض کمپنیاں اپنے ملازمین کو اُن کے ملازمت سے سُبکدوش ہونے (Retirement) پر گریجویٹی فنڈ دیتی ہیں، گریجویٹی فنڈ کے نام سے ملازمین کو دی جانے والی یہ رقم، ملازمین کے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے کم وبیش ہوتی ہے، اور یہ رقم بطورِ تبرُّع وقدر شناسی دی جاتی ہے، لہٰذا جب تک وہ رقم وصول نہ ہو اور نصاب کے بقدر نہ ہو، اس میں زکوة واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد .

(۱۷۴/۳ . ۱۷۶ ، مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

ما في " البحر الرائق " : وشرط وجوبها ؛ العقل ، والبلوغ ، والإسلام ، والحرية ، وملك نصاب حولي ، فارغ عن الدين وحاجته الأصلية نام ولو تقديراً .

(۳۵۳/۲ – ۳۵۵ ، كتاب الزكوٰة)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : وأما التي في المال : أحدهما : النصاب الكامل ، ونصاب الذهب عشرون مثقالا ، ونصاب الفضّة مائتادرهم .

(ص/۱۰۹ ، كتاب الزكاة ، شروطها في المال النصاب)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : الزكوٰة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم ، إذا ملك نصاباً ملكاً تامًا . (۳/۲ ، كتاب الزكاة ، الهداية : ۱۸۵/۱ ، كتاب الزكاة)=

زکوۃ کی رقم سے ساس کو حج وعمرہ کرانا

مسئلہ (۱۰۶): اگر کسی شخص کی ساس مستحقِ زکوۃ ہو، تو وہ اُسے زکوۃ دے سکتا ہے، بلکہ یہ دوہرے اجر کا باعث ہے، ایک اجر صلہ رحمی پر، دوسرا زکوۃ پر [۱]، البتہ زکوۃ کی رقم سے اپنی ساس کو حج وعمرہ کرادینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، لیکن اگر ساس کو زکوۃ کی رقم دی جائے اور وہ اس رقم کی مالک بن جانے کے بعد اس سے حج وعمرہ کرے، تو اسے اختیار ہے، البتہ کسی ایک فرد کو زکوۃ کی اتنی رقم دینا کہ اس کی ضروریات پوری ہوکر، اتنی رقم بچ جائے جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جائے، حضراتِ فقہاء کرام نے اسے مکروہ لکھا ہے، تاہم اس صورت میں بھی زکوۃ ادا ہوجاتی ہے۔ [۲]

= ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وحولان الحول على النصاب شرطٌ لوجوب الزكاة فيه ، والمراد الحول القمري .

(۱/۳۵۶ ، كتاب الزكاة ، سبب افتراض الزكاة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۸۶۶۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : لا يجوز الدفع إلى أبيه وجده وإن علا .... لأن من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم ، وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة . اهـ .

(۲/۴۲۵ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، بيروت)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وكره إعطاء فقير نصابًا) أو أكثر . الدر المختار . (۳/۳۰۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۲۷)

پالتو پرندوں اور بلیوں پر زکوۃ

مسئلہ (۱۰۷): آج کل بعض لوگ تجارت کی غرض سے بعض پرندوں اور پالتو بلیوں کی پرورش کرتے ہیں، اور ایک مدت کے بعد انہیں فروخت کردیتے ہیں، اگران پرندوں وغیرہ کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے، تو اس مجموعۂ مالِ تجارت کی مالیت میں سے چالیسواں حصہ بطورِ زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (واللازم) .... (أو) في (عرض تجارة قيمته نصاب) .... (من ذهب أو ورق) أي فضة مضروبة اهـ .

(۲۲۸/۳ ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وما اشتراه لها) أي للتجارة (كان لها) لمقارنة النية لعقد التجارة (لا ما ورثه ونواه لها) لعدم العقد إلا إذا تصرّف فيه اهـ .

(۱۹۳/۳ ، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، بيروت)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۲۸۶۴)

کتاب الصوم

(روزے کے مسائل)

شوال کے چھ روزے

مسئلہ (۱۰۸): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شوال کے چھ روزے عید کے اگلے ہی دن سے شروع کردے، تب تو وہ ثواب ملتا ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے، ورنہ نہیں ملتا، یہ خیال غلط ہے، بلکہ اگر مہینہ بھر میں بھی اُن کو پورا کرلیا، تو ثواب مل گیا، خواہ عید کے اگلے ہی دن شروع کرے یا بعد کو شروع کرے، اور خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر، ہر طرح ثواب ملے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي أيوب الأنصاري أنه حدثه أن رسول الله ﷺ قال : "من صام رمضان ثم أتبعه ستًا من شوال كان كصيام الدهر " .

(۱/ ۳۶۹ ، باب استحباب صوم ستة من شوال اتباعًا لرمضان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : صوم ستة أيام من شوال ولو متفرقة ، ولكن تتابعها أفضل عقب العبد مبادرة إلى العبادة ، ويحصل له ثوابها .

(۳/ ۱۶۴۱ ، الباب الثالث ، الصيام والإعتكاف)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وندب تفريق صوم الست من شوال ولا يكره التتابع على المختار خلافًا للثاني . (۳/ ۴۲۲ ، كتاب الصوم ، مطلب في صوم الستة من شوال)

ما في " كتاب التجنيس والمزيد " : صوم الستة بعد الفطر متتابعة ، منهم من كرهه ، والمختار أنه لا بأس به ، لأن الكراهية إنما كانت لأنه لا يأمن من أن يعد ذلك من رمضان فيكون تشبها بالنصارى والآن زال هذا المعنى .

(۲/ ۴۱۲ ، ۴۱۳ ، باب ما يستحب من الصوم وما يكره منه)=

کتاب الحج

(حج کے مسائل)

کرایہ کے مکان میں رہنے والے پر حج

مسئلہ(۱۰۹): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حج کی فرضیت کے لیے خود کی ملکیت کا گھر ہونا ضروری ہے، ان کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنی رقم ہے، جس سے وہ حج کرسکتا ہے، تو اس پر حج فرض ہے، گرچہ وہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہو۔[۱]

= ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : اتباع رمضان بست من شوال ، كذا قال أبو يوسف ، كانوا يكرهون أن يتبعوا رمضان صومًا خوفًا أن يلحق ذلك بالفرضية ...... والاتباع المكروه هو أن يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة أيام ، فأما إذا أفطر يوم العيد ثم صام بعده ستة أيام ، فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة .

(۲/۵۶۲ ، كتاب الصوم ، البحر الرائق : ۲/۴۵۱ ، كتاب الصوم ، الموسوعة الفقهية : ۹۲/۲۸ ، صوم التطوع ، صوم ستة أيام من شوال)(فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۰۴، اغلاط العوام: ص/۱۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وذكر الكرخي أن أبا يوسف قال : إذا لم يكن له مسكن ولا خادم ولا قوت عياله ، وعنده دراهم تبلغه إلى الحج ، لا ينبغي أن يجعل ذلك في غير الحج ، فإن فعل أثم ، لأنه مستطيع لملك الدراهم فلا يعذر في الترك ، ولا يتضرر بترك شراء المسكن والخادم . (۲/۲۹۸ ، كتاب الحج ، شرائط فرضيته)=

مسکین کا حج کے بعد مالدار ہوجانا

مسئله (۱۱۰): اگر کوئی شخص مسکینی کی حالت میں کسی طرح اپنا فرض حج ادا کرلے، پھر مالدار ہوجائے، تو اس پر دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں ہے۔ [1]

= ما في " رد المحتار " : وإن لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنده دراهم تبلغ به الحج ، وتبلغ ثمن مسكن وخادم وطعام وقوت وجب عليه الحج ، وإن جعلها في غيره أثم ، لكن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرح به في " اللباب " اما قبله فيشترى به ما شاء ، لأنه قبل الوجوب .

(۴۰۸/۳ ، كتاب الحج ، فبيل مطلب في قولهم : يقدم حق العبد على حق الشرع ، كذا في التاتارخانية : ۱۴۸/۲ ، كتاب الحج ، الفصل الأول في بيان شرائط الوجوب ، كذا في الهندية : ۲۱۷/۱ ، كتاب المناسک ، الباب الأول في تفسير الحج وفرضيته ووقته وشرائطه الخ ، خلاصة الفتاوى : ۲۷۷/۱ ، كتاب الحج ، الفصل الأول في المقدمة وفي بيان شرائط الوجوب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا ملک نقود الشراء دار يحتاج إليها وجب عليه الحج إن حصلت له النقود وقت خروج الناس للحج ، وإن جعلها في غيره أثم ، أما قبل خروج الناس للحج فيشترى بالمال ما شاء ، لأنه ملكه قبل الوجوب على ما اختاره ابن عابدين . (۳۲/۱۷ ، حج ، خصال الحاجة الأصلية)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ حقانیہ: ۲۱۹/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولو تكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذلک لا يجب عليهم الأداء ، لأن سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج ، فإذا تحملوه وقع عن حجة الإسلام كالفقير إذا حج .

(۵۴۶/۲، كتاب الحج ، مكتبه زكريا ديوبند ودار الكتب العلمية بيروت)=

اجنبی کومحرم بتلاکر بلامحرم حج کے لیے جانا

مسئلہ (۱۱۱): بعض ٹورآپریٹر بڑی بوڑھی عورتوں کا کسی بھی حاجی کومحرم بتلاکر حج کے لیے لے جاتے ہیں، ان کا یہ عمل اور اُن بڑی بوڑھی عورتوں کا بغیر محرم حج کے لیے جانا، دونوں ناجائز اور غیر شرعی ہیں، کیوں کہ کسی کوبھی محرم بتلانا جھوٹ [۱] اور دھوکہ دہی ہے [۲]، اور عورت کا (خواہ وہ بوڑھی ہو) بلامحرم حج کے لیے جانا گناہ ہے [۳]، اگرچہ اس صورت میں فریضۂ حج کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہوجائے گا۔ [۴]

= ما في " منحة الخالق على هامش البحر " : قوله : (كالفقير إذا حج) أي فإنه يسقط عنه الفرض حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحج . (۵۴۶/۲)

ما في " بدائع الصنائع " : بخلاف الفقير ؛ لأنه لا يجب الحج عليه في الابتداء ، ثم إذا حج بالسؤال من الناس يجوز ذلک عن حجة الإسلام حتى لو أيسر لا يلزمه حجة أخرى . (۴۵/۳ ، كتاب الحج ، فصل في شرائط فرضيته ، بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ:۳۵۰/۱۵،میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدّث كذب، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱۰/۱)

(۲) ما في " السنن للترمذي " : قوله عليه السلام : " من غشّ فليس منا " . وكذا في الصحيح لمسلم : " من غشّنا فليس منا " . (۲۴۵/۱ ، أبواب البيوع ، باب ماجاء فی كراهية الغش فی البيوع ، الصحيح لمسلم : ۷۰/۱ ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا ، جمع الجوامع : ۲۱۳/۷ ، رقم الحديث : ۲۲۴۹۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)=

= ما في " السنن لأبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثاً هو لك به مصدقٌ وأنت له به كاذبٌ " . (ص/٦٧٩ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض ، قديمی)

(۳) ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي ﷺ قال : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم " . (۱/۴۳۳ ، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

ما في " الاختيار لتعليل المختار" : قال : (ولا تحجّ المرأة إلا بزوج أو محرم إذا كان سفراً) لقوله عليه السلام : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر ثلاثة أيام فما فوقها إلا ومعها زوجها أو ذو رحِم مَحْرَمٍ منها " . (۱/۴۳۸ ، كتاب الحج ، دار الرسالة العالمية دمشق)

ما في " الفتاوى التاتارخانية ": والمحرم فی حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزة، إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام .

(۲/۴۹۱ ، كذا في فتح القدير : ۲/۴۲۵ ، ۴۲٦ ، كتاب الحج ، بيروت)

ما في " المبسوط للسرخسي " : إن المرأة لا يجوز لها أن تخرج لسفر الحج إلا مع محرم أو زوج . (۴/۱۲۲)

ما في " رد المحتار " : والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد لقرابة أو رضاع أو صهرية . (۳/۴۱۱ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد الخ)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : صفة المحرم كل من لا تجوز له مناكحتها على التأبيد برضاع أو قرابة أو صهرية ، لأن المحرمية تزيل التهمة .

(۱/۲۵۳ ، الفصل الأول فی شرائط وجوب الحج ، الاختيار لتعليل المختار : ۱/۲۰۰ ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۹ ، كتاب المناسک ، الباب الأول فی تفسير الحج ، فتح القدير : ۲/۴۲٦ ، كتاب الحج ، بيروت)

(۴) ما في " رد المحتار " : ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة أي التحريمة للنهي لحديث ابن عمر . (۳/۴۱۲ ، مجمع الأنهر : ۱/۳۸٦)

ما في " مجمع الأنهر" : لأن المعاصي لا تمنع الطاعات . (۱/۳۸۵)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۴۰۱، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

عمرہ کرنے سے حج کا وجوب

مسئلہ (۱۱۲): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی شخص مکہ مکرمہ جائے اور وہاں جاکر اپنی طرف سے یا اپنے والدین یا کسی اور کی طرف سے عمرہ کرے، تو اس پر حج فرض ہوجاتا ہے، ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ جب ایسا شخص جس پر حج فرض نہیں تھا اور وہ عمرہ کی غرض سے مکۃ المکرّمہ پہنچ گیا، جب کہ حج کا زمانہ بھی قریب ہے، تو اس کے ذمہ حج فرض ہوجاتا ہے، چاہے اپنی طرف سے عمرہ کے لیے گیا ہو یا اپنے والدین کی طرف سے، اور اگر حج کا زمانہ قریب نہیں تو اس کے ذمہ حج فرض نہیں ہوا، اس پر حج کی فرضیت کے لیے وجوبِ حج کی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، محض مکہ مکرمہ پہنچ جانے اور عمرہ کرلینے کی بناء پر حج فرض نہیں ہوتا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : في اللباب : الفقير الآ فاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي ...... فلما صار كالمكي وجب عليه .

(۳/۴۵۹ ، كتاب الحج ، مطلب فيمن حج بمال حرام ، بيروت)

ما في " غنية الناسک في بغية المناسک " : والفقير الآفاقي إذا وصل إلى الميقات صار كالمكي فيجب عليه وإن لم يقدر على الراحلة . فتح ولباب . وينبغي أن يراد به الفقير المتنفل لنفسه ليخرج الفقير المأمور به ، لأنه إذا وصل إلى الميقات لا يصير كالمكي، لأن قدرته بقدرة غيره وهي لا تعتبر فلا يجب عليه ، بخلاف المتنفل لنفسه، لأنه إذا وصل إلى الميقات صار قادراً بقدرة نفسه ، وإن كان سفره تطوعاً ابتداءً .

(ص/٦ ، مسئلة الفقير الآفاقي إذا وصل إلى الميقات صار كالمكي ، مطبوعه الخيرية میرٹھ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ: ۱۵/۳۶۰،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

ایک سفر میں متعدد عمرے

مسئلہ (۱۱۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں متعدد عمرے کرنا درست نہیں ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ ایک سفر میں متعدد عمرے کیے جاسکتے ہیں [۱]، البتہ غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ ''زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرہ کرنے سے افضل ہے''[۲]، جس سے زیادہ طواف کی افضلیت تو ثابت ہوتی ہے، مگر زیادہ عمروں کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا، لہذا ایک ہی سفر میں کئی عمرے کیے جاسکتے ہیں، جن کے احرام کے لیے کسی بھی قریبی میقات پر جاسکتے ہیں، جن میں سے ایک مسجد عائشہ بھی ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مقامِ تنعیم پر جاکر احرام باندھنا افضل ہے، جو مکہ مکرمہ سے قریب مسجد عائشہ کے نزدیک ہے، اور یہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : العمرة عندنا سنة وليست بواجبة ويجوز تكرارها في السنة الواحدة ، ووقتها جميع السنة إلا خمسة أيام تكره فيها العمرة لغير القارن . كذا في فتاوى قاضيخان . (۱/۲۳۷، الباب السادس في العمرة)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : يستحب الإكثار من العمرة ، ولا يكره تكرارها في السنة الواحدة عند الجمهور ... وهو قول علي وابن عمر وابن عباس وأنس وعائشة رضي الله تعالى عنهم وعطاء وطاوس وعكرمة رحمهم الله ، وتدل لهم الأحاديث الواردة في فضل العمرة ، والحث عليها ، فإنها مطلقة تتناول تكرار الجماعة تحت عليه . (۳۰/۳۲۵ ، عمرة ، الإكثار من العمرة)

(۲) ما في '' غنية الناسك '' : إكثار الطواف أفضل من إكثار الاعتمار .

(ص/۱۰۷ ، بحواله كتاب الفتاوى : ۴/۷۴) =

سب سے قریبی میقات ہے، عمرہ کے لیے یہاں سے احرام باندھنا دیگر میقات مثلاً جعرانہ وغیرہ سے احرام باندھنے سے افضل ہے"۔[1]

مسلسل چند طواف کے بعد رکعتین پڑھنا

مسئلہ (۱۱۴): بعض حجاجِ کرام مسلسل چند طواف کرتے ہیں اور پھر ہر طواف کی دو رکعت، ایک ساتھ دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں، ان کا یہ عمل مکروہ ہے، کیوں کہ سنت یہ ہے کہ ہر ایک طواف کے بعد دو رکعت پڑھی جائے، البتہ جن اوقات میں نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں مسلسل طواف کرنا، پھر بعد میں ہر طواف کے لیے دو دو رکعت پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔[2]

---

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : والميقات لمن بمكة يعني من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرة الحل ليحقق نوع سفر ، والتنعيم أفضل . تنوير مع الدر . قال الشامي : قوله : (والتنعيم أفضل) هو موضع قريب من مكة عند مسجد عائشة ، وهو أقرب موضع من الحل، أي الإحرام منه للعمرة أفضل من الإحرام لها من الجعرانة وغيرها من الحل عندنا ، وإن كان ﷺ أحرم منها ، لأمره عليه الصلاة والسلام عبد الرحمن بأن يذهب بأخته عائشة إلى التنعيم لتحرم منه ، والدليل القولي مقدم عندنا على الفعلي . (۳/ ۴۲۹ ، كتاب الحج ، مطلب في المواقيت)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲۳۳۸، فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۲۸۰، کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " منحة الخالق على هامش البحر" : ويكره تأخيرها عن الطواف إلا في وقت مكروه، أي لأن الموالاة سنة .

(۲/ ۵۸۰ ، كتاب الحج ، باب الإحرام ، بيروت)=

طواف کی دو رکعت بھول گیا

مسئلہ (۱۱۵): اگر کوئی شخص طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا بھول جائے اور دوسرا طواف شروع کردے تب یاد آئے، تو اگر ایک چکر پورا نہیں ہوا تھا، تو اس کو چھوڑ کر دو رکعت پڑھ لے، اور اگر ایک چکر پورا ہونے کے بعد یاد آئے تو یہ

= ما في '' رد المحتار '' : فيكره تأخيرها عنه إلا في وقت مكروه اهـ .

(۳/۵۱۲ ، كتاب الحج ، مطلب في طواف القدوم ، بيروت ، مكتبه زكريا ديوبند)

ما في '' البحر العميق في مناسک المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق '' : ولا يصلي ركعتي الطواف في الأوقات المكروهة ، فإن صلاهما فيها صحت مع الكراهة .

(۲/۱۲۳۹ ، الباب العاشر في دخول مكة وفي الطواف والسعي ، فصل في ركعتي الطواف)

ما في '' البحر العميق '' : وقال صاحب كشف المكتوم شارح المنظومة في باب قول أبي يوسف على خلاف صاحبيه : لو طاف أسبوعين أو ثلاثة ولم يفصل بين الأسبوعين يأثم عندهما خلافاً لأبي يوسف . لهما : أن الجمع حرام فيأثم بالجمع لما فيه من ارتكاب الحرام ، لأن الفصل بالركعتين هو المتوارث فلا يجوز خلافه . انتهى كلامه .

.... قال صاحب السراج الوهّاج : وهذا الخلاف إذا لم يكن في الوقت المكروه ، أما في الوقت المكروه فإنه لا يكره إجماعاً ، ويؤخّر ركعتي الطواف إلى وقت مباح . انتهى . (۲/۱۲۴۶ ، ۱۲۴۷ ، الباب العاشر الخ ، فصل في ركعتي الطواف ، مؤسسة الريان بيروت و المكتبة المكية بمكة)

ما في '' مختصر اختلاف العلماء '' : كره أبو حنيفة ومحمد : الجمع بين أسبوعين من الطواف بغير صلاة بينهما ، وهو قول مالک والثوري والليث .

(۲/۱۴۱ ، رقم المسئلة : ۶۰۴ ، في الجمع بين الطوافين وأكثر بغير صلاة بينهما ، دار البشائر الإسلامية بيروت)

طواف پورا کرلے، اس کے بعد دو رکعت پہلے طواف کے لیے اور دو رکعت دوسرے طواف کے لیے پڑھے۔[۱]

حاجی کا مکہ مکرمہ سے جدہ آنا

مسئلہ(۱۱۶): بعض حجاج کرام موسمِ حج میں مکہ مکرمہ سے اپنے بعض کاموں کے لیے جدّہ آتے ہیں، پھر وہیں سے مکہ مکرمہ واپس جاتے ہیں، تو ان پر اِحرام لازم نہیں ہوگا، اس لیے کہ جدّہ میقات ہے اور محض میقات میں داخل ہونے سے دوبارہ اِحرام لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ میقات سے تجاوز نہیں پایا گیا، ہاں! جب جدّہ سے دوسری طرف نکل جائے تو میقات سے تجاوز ہونے کی بناء پر دوبارہ اِحرام لازم ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " منحة الخالق على هامش البحر" : طاف ونسي ركعتي الطواف فلم يتذكر إلا بعد شروعه في طواف آخر ، فإن كان قبل تمام شوط رفضه ، وبعد إتمامه لا ، بل يتم طوافه الذي شرع فيه ، وعليه لكل أسبوع ركعتان .

(۲/۵۸۰، كتاب الحج ، باب الإحرام ، بيروت)

ما في " البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج " : ولو طاف أسبوعاً فشرع في أسبوع آخر ناسياً فطاف شوطاً أو شوطين منه ، ثم تذكّر فإنه يتمّ الأسبوع الذي دخل فيه ، وعليه لكل أسبوع ركعتان .... ولو تذكّر قبل أن يتم الشوط الأول قالوا : ينبغي أن يعود إلى الصلاة ، لأن ما دون الشوط كما دون الركعة من الصلاة يحتمل الرفض . اهـ . (۲/۱۲۴۷ ، الباب العاشر في دخول مكة وفي الطواف والسعي ، فصل في ركعتي الطواف) (فتاویٰ محمودیہ:۱۵/ ۴۱۸، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " البحر الرائق " : وأما عند عدم هذا القصد فله الدخول بغير إحرام للحاجة والضرورة كالمكي إذا خرج من الحرم لحاجة له أن يدخل مكة بغير إحرام بشرط أن=

....

....

....

....

= لا يكون جاوز الميقات كالآفاقي ، فإن جاوزه فليس له أن يدخل مكة من غير إحرام ، لأنه صار آفاقياً . (۲/۵۵۹ – ۵۶۰ ، كتاب الحج ، قبيل باب الإحرام)

ما في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : يجوز لمن كان داخل المواقيت (بين الميقات والحرم) أن يدخل الحرم بغير إحرام لحاجته ، لأنه يتكرّر دخوله لحوائجه فيُحْرَجُ في ذلک ، والحرج مرفوع ، فصار كالمكي إذا خرج ثم دخل . (۱۷/۱۸۶ ، حج)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ومن كان داخل الميقات فله أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته ... وصار كالمكي إذا خرج ثم دخل .

(۱/۱/۴۴۱/۴۴۲ ،كتاب الحج ، دار الرسالة العالمية دمشق)

ما في " رد المحتار " : لأن المكي إذا خرج إلى الحل الذي في داخل الميقات التحق بأهله ..... بشرط أن لا يجاوز ميقات الآفاقي وإلا فهو كالآفاقي لا يحل له دخوله بلا إحرام . كما ذكره في البحر .... ونظيره المكي إذا خرج منها وجاوز المواقيت لا يحل له العود بلا إحرام . (۳/۴۸۴ ، كتاب الحج ، مطلب في المواقيت ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أما لو قصد موضعاً من الحلّ كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام ، فإذا دخل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا إحرام .

(۳/۴۸۲ ، كتاب الحج ، المجموع شرح المهذب للنووي : ۷/۱۰ ، دار الفكر بيروت ، كشاف القناع: ۲/۴۰۲ ، ۴۰۳)

ما في " غنية الناسک " : وكذا البستاني أو المكي إذا خرج إلى الآفاق صار حكمه حكم أهل الآفاق لا تجوز له مجاوزة ميقات أهل الآفاق وهو يريد مكة أو الحرم إلا محرماً . (ص/۲۹ ، فصل وقد يتغير الميقات بتغير الحال ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ میرٹھ:۱۵/۳۸۹)

حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی

مسئله (۱۱۷): حج تمتع یا قِران میں جو جانور منیٰ میں ذبح کیا جاتا ہے اُسے ''دمِ شکر'' کہتے ہیں اور وہ عید کی قربانی سے الگ واجب ہے [۱]، مگر حاجی پر سفر کی وجہ سے عید کی قربانی واجب نہیں، البتہ اگر کوئی ۸/ذی الحجہ سے کم از کم ۱۵/ روز قبل مکہ مکرمہ میں آکر رہا تو وہ مقیم ہوگیا، اس لیے قربانی کے دنوں میں اگر وہ صاحبِ نصاب ہو، تو اس پر ''دمِ شکر'' کے علاوہ عید کی قربانی بھی واجب ہے [۲]، خواہ منیٰ میں ذبح کرے یا اپنے وطن میں کرائے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويجب الدم على المتمتع شكراً إلى قوله : وحكم القارن كحكم المتمتع في وجوب الهدي إن وجده .

(۱/ ۲۳۹ ، كتاب الحج ، الباب السابع في القران والتمتع)

(۲) ما في " رد المحتار " : والذبح له أفضل ويجب على القارن والمتمتع ، وأما الأضحية فإن كان مسافراً فلا يجب عليه وإلا كالمكي فتجب . كما في البحر .

(۳/ ۵۳۴ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة ، بيروت)

ما في " الهداية " : الأضحية واجبة على كل حرّ مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى .

(۴/ ۴۴۳ ، كتاب الأضحية ، مكتبه ياسر نديم اينڈ كمپنى)

(احسن الفتاویٰ:۴/ ۵۷۸، کتاب الحج، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۹۶۶۳)

كتاب الأضحية والعقيقة

(قربانی اور عقیقہ کے احکام)

قربانی کے سلسلہ میں ایک غلطی

مسئلہ (۱۱۸): بعض لوگ قربانی کے سلسلہ میں یہ غلطی کرتے ہیں کہ کسی سال اپنی بیوی کے نام سے، تو کسی سال خود اپنے نام سے، تو کسی سال اپنے گھر کے کسی بڑے فرد کے نام سے قربانی کرتے ہیں، یعنی ہر سال گھر کے کسی ایک ہی فرد کے نام سے قربانی کرتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے گھر کے تمام افراد کے ذمہ سے قربانی کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے، ان کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ گھر کا جو جو فرد صاحبِ نصاب ہے، اس پر قربانی واجب ہے، محض کسی ایک فرد کے نام سے قربانی کردینے سے تمام اہلِ خانہ کا واجب ادا نہ ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما شرائط الوجب ؛ منها الغنى لما روى رسول الله ﷺ أنه قال : " من وجد سعة فليضحّ " شرط عليه السلام السعة وهي الغنى .

(۲۸۳/٦، كتاب التضحية)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : الأضحية واجبة على كل حرّ مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى عن نفسه . (۲۰۰/۵)

ما في " المحيط البرهاني في الفقه النعماني " : وشرط وجوبها اليسار عند أصحابنا رحمهم الله ، والموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون ديناراً أو شيء=

مالدار شخص کا ایام قربانی میں انتقال

مسئلہ (۱۱۹): اگر کوئی شخص مالدار (صاحبِ نصاب) ہو، اور اس نے ابھی تک قربانی نہیں کی تھی کہ ایامِ قربانی ہی میں اس کا انتقال ہوگیا، تو اس کے ذمہ سے قربانی ساقط ہوگئی، کیوں کہ وجوبِ قربانی، ادائے قربانی کے وقت ثابت ہوتا ہے، یا پھر آخر وقت میں، اب جب اس شخص نے قربانی نہیں کی اور نہ آخر وقت تک زندہ رہا، تو اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہوئی، جیسے کوئی شخص نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد، اُس کو ادا کرنے سے پہلے ہی مر جائے، تو اس پر اُس وقت کی نماز واجب نہیں ہوتی۔ (۱)

= يبلغ ذلك سوى مسكنه ومتاع مسكنه ومتاعه مركوبه .

(۶/ ۴۶۹، كتاب الأضحية، التنوير وشرحه مع الشامية : ۹/ ۴۵۴ ، كتاب الأضحية، بيروت) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶/ ۲۳۸، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : ولو مات الموسر في أيام النحر قبل أن يضحي سقطت عنه الأضحية . (۵/ ۲۹۳ ، الباب الأول)

وما في " الهندية " : يعتبر آخر أيام النحر في الفقر والغنى والموت والولادة .
(۵/ ۲۹۶ ، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان)

وفيه أيضاً : ولو كان موسراً في أيام النحر فلم يضح حتى مات قبل مضي أيام النحر سقطت عنه الأضحية حتى لا يجب عليه الإيصاء .
(۵/ ۲۹۷ ، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو مات الموسر في أيام النحر قبل أن يضحي سقطت عنه الأضحية ، وفي الحقيقة لم تجب لما ذكرنا أن الوجوب عند الأداء أو في آخر الوقت ، فإذا مات قبل الأداء مات قبل أن تجب عليه كمن مات في وقت الصلاة قبل أن يصليها أنه مات ولا صلاة عليه . (۶/ ۲۸۹ ، كتاب التضحية ، فصل في كيفية الوجوب)

بڑے جانور میں واجب اور نفل قربانی کی نیت

مسئلہ (۱۲۰): بسا اوقات ایک بڑے جانور میں شرکاء میں سے کچھ لوگ واجب قربانی کی نیت سے اور کچھ لوگ نفلی قربانی کی نیت سے شریک ہوتے ہیں، اس طرح ان کا شریک ہوکر قربانی کرنا درست ہے، کیوں کہ شرط، عبادت وقربت کی نیت ہے، اور وہ سب کی طرف سے پائی گئی۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " بدائع الصنائع " : ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم ، سواء كانت القربة واجبة أو تطوعاً ، أو وجبت على البعض دون البعض .

(۶/۳۰۵ ، كتاب التضحية ، فصل في شروط جواز إقامة الواجب)

ما في " المحيط البرهاني " : الشاة لا تجزئ إلا عن واحد ، وإن كانت عظيمة ، والبقر والبعير كل واحد منهما يجزئ عن سبعة إذا كانوا يريدون بها وجه الله ، اتفقت جهات القربة أو اختلفت .

(۶/۴۸۵ ، كتاب الأضحية ، الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : الشرط قصد القربة عن الكل ...... لو كانت القربة واجبة عن الكل أو البعض اتفقت جهاتها أو لم تتفق كأضحية وإحصار .

(۵/۲۱۴ ، التضحية ، موت أحد المشتركين في البدنة)

جانور کو گراتے وقت اس میں عیب پیدا ہوگیا

مسئلہ (۱۲۱): اگر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لیے گراتے وقت اس میں کوئی عیب پیدا ہوجائے، تو اس سے صحتِ قربانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، قربانی درست ہوجاتی ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو قدم أضحية ليذبحها فاضطربت في المكان الذي يذبحها فيه فانكسرت رِجلها ثم ذبحها على مكانها أجزأه . (۲۹۹/۵ ، بدائع الصنائع : ۳۱۷/۶ ، كتاب التضحية ، فصل في شروط جواز إقامة الواجب)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : ولا يضر تعييبها من اضطرابها عند الذبح .
(۲۱۳/۵ ، التضحية ، ما يجوز في التضحية وما لا يجوز)

ما في " المحيط البرهاني " : وإن أصابها شيء من العيوب في اصطحابها حين اصتحبها للذبح وذبحها على مكانها جاز استحساناً .
(۴۷۹/۶ ، الفصل الخامس في بيان ما يجوز في الضحايا وما لا يجوز الخ)

ما في " البحر الرائق " : ولو أضجعها ليذبحها في يوم النحر فاضطربت فانكسرت رجلها فذبحها أجزأته استحساناً .
(۳۲۴/۸ ، كتاب الأضحية ، الدر المختار مع الشامية : ۴۷۱/۹) (فتاویٰ محمودیہ:۲۹۲/۲۶)

جانور کو پچھلی ٹانگوں کی طرف سے کھینچنا

مسئلہ (۱۲۲): بعض لوگ قربانی کے جانور کو ذبح کے لیے قربان گاہ لیجاتے وقت، اُس کی پچھلی ٹانگوں کو آگے کی طرف سے کھینچتے ہیں، ان کا یہ عمل مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ اُسے اچھے انداز میں ہانک کر ذبح کی مخصوص جگہ تک لایا جائے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : قال الله تعالی : ﴿ومن یعظّم شعائر الله فإنها من تقوی القلوب﴾ وأن یسوقها إلی المنسک سوقاً جمیلاً لا عنیفاً وألا یجرّ برجلها إلی المذبح . (۶/۳۲۰ ، کتاب التضحیة)

ما في " الهندیة " : ویکره جرّها برجلها إلی المذبح .

(۵/۲۸۷ ، کتاب الذبائح ، الباب الأول)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وندب إحداد شفرته قبل الاضجاع وکره بعده کالجرّ برجلها إلی المذبح . (۹/۴۲۶ ، کتاب الأضحیة)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : یستحب قبل التضحیة أمور :......... أن یسوقها إلی مکان الذبح سوقاً جمیلاً لا عنیفاً ولا یجرّ برجلها إلیه ، لأن رسول الله ﷺ قال : "إن الله کتب الإحسان علی کل شيء فإذا قتلتم فأحسنوا القِتلة ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذِّبحة ، ولیُحدَّ أحدکم شَفرته ولیُرح ذبیحتَه " . (۵/۹۵ ، أضحیة)

قربانی کے جانور کا اُون کاٹنا

مسئلہ (۱۲۳): اگر کسی شخص نے ایامِ قربانی سے پہلے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا ہے، تو اس جانور کا اُون کاٹنا اور اس سے نفع اٹھانا مکروہ ہے [۱]، البتہ اس عمل کے بعد بھی قربانی درست ہوجائے گی [۲]، اور کاٹے ہوئے اُون یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : ولو اشترى شاة للأضحية يكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به ، لأنه عينها للقربة ، فلا يحل له الانتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة بها . (۵/۳۰۰ ، الباب السادس)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو اشترى شاة فيكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به ، لأنه عينها للقربة ، فلا يحل له الانتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة فيها .

(۶/۳۲۰ ، كتاب التضحية ، فصل فيما يستحب قبل الأضحية)

(۲) ما في " رد المحتار " : وتجوز المجزوزة التي جزّ صوفها .

(۹/۴۷۰ ، كتاب الأضحية)

ما في " الهندية " : تجزي المجزوزة وهي التي جزّ صوفها ، كذا في فتاوى قاضيخان .

(۵/۲۹۸ ، الباب الخامس)

(۳) ما في " الهندية " : ولو جزّ صوفها يتصدق به ولا ينتفع به .

(۵/۳۰۱ ، الباب السادس)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : وكره جزّ صوفها قبل الذبح لينتفع به ، فإن جزّه تصدّق به . (۹/۴۷۵ ، كتاب الأضحية)

بانجھ جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۴): بانجھ جانور کی قربانی درست ہے، کیوں کہ اس پر ممانعت کا حکم وارد نہیں ہے، اور بانجھ ہونا قربانی کے لیے عیب نہیں ہے، بلکہ بانجھ جانور اکثر و بیشتر لحیم وشحیم (خوب موٹا تازہ) ہوتا ہے، اور گوشت بھی عمدہ ہوتا ہے، اس لیے اس کی قربانی جائز ہے۔[1]

کٹی ہوئی زبان والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۵): جس جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو، اگر وہ بکری ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، کیوں کہ وہ چارہ دانت سے کھاتی ہے، اور اگر وہ جانور گائے ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں، کیوں کہ وہ چارہ زبان سے کھاتی ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : تجوز الأضحية بالعاجزة عن الولادة لكبر سنها .

(۵/۲۹۷ ، الباب الخامس ... الخ)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الأنعام التي تجزئ التضحية بها ، لأن عيبها ليس بفاحش فهي كالآتي .... العاجزة عن الولادة لكبر سنها . (۵/۸۵ – ۸۶ ، الأضحية)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وتجوز التضحية .... العاجزة عن الولادة لكبر سنها . (۵/۲۱۲، التضحية ، ما يجوز في التضحية وما لا يجوز)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وتجوز التضحية .... التي لا لسان لها في الغنم لا البقر ، لأنه يأخذ العلف باللسان والشاة بالسنّ . (۵/۲۱۲ ، التضحية ، ما يجوز في التضحية وما لا يجوز ، رد المحتار : ۹/۴۷۰ ، كتاب الأضحية)=

اندھے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۶): اگر کوئی جانور پوری طرح ایک یا دونوں آنکھوں سے اندھا ہے، تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، کیوں کہ اندھا ہونا یہ اُن عیوب میں سے ہے، جن کے پائے جانے پر قربانی جائز نہیں ہوتی ہے۔[1]

= ما في " الهندية " : ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها فقال : نعم ، إن كان لا يخل بالاعتلاف ، وإن كان يخل به لا تجوز التضحية بها . (۲۹۸/۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : ولا العوراء أو هي ذاهبة إحدى العينين بكماله .

(۴۷۸/۶ ، كتاب الأضحية ، الفصل الخامس)

ما في " بدائع الصنائع " : لا تجوز العمياء ولا العوراء البين عورها .

(۳۱۲/۶ ، كتاب التضحية ، الفتاوى الهندية : ۲۹۷/۵ ، الباب الخامس . الخ ، البحر الرائق : ۳۲۳/۸ ، كتاب الأضحية)

لوہے سے داغ دیئے گئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۷): جس جانور کی ران یا اور کسی عضو پر لوہے سے داغ دیا ہوا ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے[۱]، مگر بہتر یہ ہے کہ قربانی کے لیے ایسے جانور کا انتخاب کیا جائے، جس میں کوئی ظاہری عیب بھی نہ ہو۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : ويجوز التي بها كيّ .

(۲۹۷/۵، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وتجوز التضحية ...... التي لها كيّ .

(۲۱۲/۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما الأنعام التي تُجزئ التضحية بها لأن عيبها ليس بفاحش فهي كالآتي .... المكوية وهي التي كويت أذنها أو غيرها من الأعضاء . (۸۵/۵ – ۸٦ ، الأضحية)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الشامي : والمستحب أن يكون سليماً عن العيوب الظاهرة . (۴٦۸/۹ ،كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية :۲۹۷/۵، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

دانت گھسے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۸): جس جانور کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے سارے دانت گر گئے ہوں، یا گِھس گِھس کر مسوڑھوں سے جا ملے ہوں، لیکن وہ گھاس کھانے پر قادر ہے، تو اس کی قربانی درست ہے، اور اگر گھاس کھانے پر قادر نہیں ہے، تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وأما الهشماء ، وهي التي لا أسنان ، فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا لا .

(۲۹۸/۵ ، كذا في البدائع : ۲۱۵/۴ ، كتاب التضحية ، أما شرائط جواز إقامة الواجب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الأنعام التي تجزئ التضحية بها ، لأن عيبها ليس بفاحش فهي الهشماء وهي التي لا أسنان لها، لكن يشترط في إجزائها ألا يمنعها الهشم عن الرعي والاعتلاف ، فإن منعها عنهما لم تجزئ ، وهو مذهب الحنفية . (۸٦/۵)

ما في " الدر المختار " : ولا بالهشماء التي لا أسنان لها ، ويكفي بقاء الأكثر ، وقيل ما تعتلف به . (۳۹۳/۹)

ما في " البحر الرائق " : ولا يجوز بالهشماء التي لا أسنان لها إن كانت لا تعتلف ، وإن كانت تعتلف جاز ، وهو الصحيح .

(۳۲۳/۸ ، كتاب الأضحية ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۲۷۲۷/۵)

جرسی گائے وبیل کی قربانی

مسئلہ (۱۲۹): جرسی گائے وبیل کی پیدائش فطری طریقہ یعنی نر ومادہ کے اختلاط سے نہیں ہوتی، مگر چونکہ ان کی ولادت گائے ہی سے ہوتی ہے، اس لیے ان کا کھانا حلال ہے، اوران کی قربانی کرنا بھی جائز ہے، البتہ قربانی ایک عظیم عبادت ہے، اوراس کے لیے جب غیر مشتبہ جانور بآسانی دستیاب ہو سکتے ہوں، تو اس قسم کے مشتبہ جانور کی قربانی سے بچنا بہتر واولیٰ ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : فإن كان متولداً من الوحشي والأنسي فالعبرة للأم ، حتى لو كانت البقرة وحشية والثور أهلياً لم تجز ، وقيل إذا نزا ظبي على شاة أهلية فإن ولدت شاة تجوز التضحية وإن ولدت ظبياً لا تجوز .

(۲۹۷/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

ما في " بدائع الصنائع " : فإن كان متولداً من الوحشي والأنسي فالعبرة بالأم ، فإن كانت أهلية يجوز وإلا فلا ، حتى أن البقرة الأهلية إذا نزا عليها ثور وحشي فولدت ولداً فإنه يجوز ، وإن كانت البقرة وحشية والثور أهلياً لم يجز ، لأن الأصل في الولد الأم ، لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام وليس ينفصل من الأب إلا ماء مهين لا حظر له ولا يتعلق به حكم .

(۲۹۸/۶ ، كتاب التضحية ، فصل في محل إقامة الواجب)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والمتولد بين الأهل والوحشي يتبع الأم . الدر المختار . قال الشامي : قال في البدائع : فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية فولدت ولداً يضحي به دون العكس ، لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام ومن الأب ماء مهين ، ولذا يتبع الأم في الرق والحرية .

(۴۶۶/۹ ، كتاب الأضحية ، البحر الرائق : ۳۲۴/۸) (فتاویٰ رحیمیہ: ۵۵/۱۰)

بھینس کی قربانی

مسئلہ (۱۳۰): بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ بھینس کی قربانی درست نہیں ہے، ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ شریعتِ مقدسہ میں تین قسم کے جانوروں کی قربانی کرنا جائز ہے، اور فقہاء کرام نے ان تین قسموں میں گائے کے ساتھ بھینس کو بھی شمار کیا ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وصح الثنی فصاعداً من الثلاثة ، وهو ابن خمس من الإبل ، وحولين من البقر والجاموس ، وحول من الشاة . تنوير مع الدر .
قال الشامي : قوله : (والجاموس) نوع من البقر ، وكذا المعز نوع من الغنم ، بدليل ضمها في الزكاة . (۹/ ۳۹۰ ، كتاب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : أما جنسه فهو أن يكون من الأجناس الثلاثة : الغنم أو الإبل أو البقر ، ويدخل في كل جنس نوعه والذكر والأنثى منه والخصي والفحل لانطلاق إسم الجنس على ذلک ، والمعز نوع من الغنم ، والجاموس نوع من البقر ، بدليل أنه يضم ذلک الغنم والبقر في باب الزكاة .
(۴/ ۲۰۵ ، كتاب الأضحية ، فصل محل إقامة الواجب)

ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : (والأضحية من الإبل والبقر والغنم) لأن جواز التضحية بهذه الأشياء عرف شرعاً بالنص على خلاف القياس فيقتصر عليها ، ويجوز بالجاموس لأنه نوع من البقر . (۶/ ۴۸۳ ، كتاب الأضحية ، البحر الرائق : ۸/ ۳۲۴ ، كتاب الأضحية ، فتاوى قاضي خان : ۴/ ۳۳۱ ، كتاب الأضحية ، فصل فيما يجوز في الضحايا .. الخ) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶/ ۲۶۱)

ذبح کرنے کے بعد زندہ بچہ نکلا

مسئلہ (۱۳۱): اگر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آئے، تو شرعاً اسے بھی ذبح کرنے کا حکم ہے [۱]، لیکن اگر کسی شخص نے اس بچہ کو ذبح کرنے کے بجائے پال لیا، اور اس کے بڑے ہونے پر، اپنے اوپر واجب قربانی میں اس کو ذبح کیا، تو اس کی واجب قربانی ادا نہ ہوگی، اس کا پورا گوشت صدقہ کرنا لازم ہوگا، اور اس شخص پر اس کی جگہ دوسری قربانی بھی واجب ہوگی۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : فإن خرج من بطنها حياً فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم . (۵/ ۳۰۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولدت الأضحية ولداً قبل الذبح يذبح الولد معها . الدر المختار. قال الشامي تحت قوله : (قبل الذبح) فإن خرج من بطنها حياً فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم . (۹/ ۳۹۱ ، كتاب الأضحية)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الشامي : فإن بقي عنده وذبحه للعام القابل أضحية لا يجوز وعليه أخرى لعامة الذي ضحّى ، ويتصدق به مذبوحاً مع قيمة ما نقص بالذبح ، والفتوى على هذا . (۹/ ۳۹۱ ، كتاب الأضحية)

ما في " الهندية " : وإن بقي الولد عنده حتى كبر وذبحه للعام القابل أضحية لا يجوز وعليه أخرى لعامه الذي ضحى ، ويتصدق به مذبوحاً مع قيمة ما نقص بالذبح ، والفتوى على هذا ، كذا في فتاوى قاضيخان . (۵/ ۳۰۲ ، الباب السادس)

قربانی کے جانور کی اوجھڑی

مسئلہ (۱۳۲): قربانی کے جانور کی اوجھڑی کھانا درست ہے، کیوں کہ اوجھڑی جانور کے اُن سات اعضاء میں داخل نہیں، جن کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنا

مسئلہ (۱۳۳): تین دین سے زیادہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے پاس رکھنا اور اس کے بعد اسے کھاتے رہنا جائز اور درست ہے، ایک خاص مصلحت کی وجہ سے نبیٔ کریم ﷺ نے صرف ایک سال کے لیے تین دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، وہ مصلحت یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں بقرعید کے موقع پر ایک مرتبہ باہر سے بہت مسلمان آ گئے، جو غربت و افلاس کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول ، فالذي يحرم أكله منه سبعة : الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة ، لقوله تعالى : ﴿ويحلّ لهم الطيبٰت ويحرّم عليهم الخبائث﴾ . وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة ، وما روي عن مجاهد أنه قال : كره رسول الله ﷺ من الشاة : الذكر والأنثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم ، فالمراد منه كراهة التحريم .

(۲۷۲/٦ ، كتاب الذبائح والصيود ، فصل فيما يحرم أكله من أجزاء الحيوان)

ما في " رد المحتار " : قال الشامي : ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة : الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة .

(۴۵۱/۹ ، قبيل كتاب الأضحية) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸۱/۱۰)

شکار تھے، اور کھانے پینے کی ان کو تنگی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: " **لا یأکل أحدکم من لحم أضحیته فوق ثلاثة أیام** " کوئی آدمی تین دن کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھائے[۱]، پھر جب آئندہ سال حضرات صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: " **فکلوا ما بدا لکم وأطعموا وادّخروا** " جب تک چاہو کھاؤ، کھلاؤ اور جمع کر کے رکھو، اور گذشتہ سال منع کرنے کی وجہ بھی بتلا دی: " **کنت نهیتکم عن لحوم الأضاحي فوق ثلاث لیتسع ذوو الطول علی من لا طول له** " کہ سالِ گذشتہ میں نے تم کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے اس لیے منع کیا تھا تاکہ وسعت والے ان لوگوں پر وسعت کریں جن کو قربانی کی وسعت نہیں ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال : " لا یأکل أحدکم من لحم أضحیته فوق ثلاثة أیام " . (۱/۲۷۷ ، أبواب الأضاحي ، باب في کراهیة أکل الأضحیة فوق ثلاثة أیام ، مکتبة دار السلام سهارنفور)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن سلیمان بن بریدة عن أبیه قال : قال رسول الله ﷺ : " کنت نهیتکم عن لحوم الأضاحی فوق ثلاث لیتسع ذو الطول علی من لا طول له ، فکلوا ما بدا لکم وأطعموا وادخروا " .

(۱/۲۷۷ ، أبواب الأضاحي ، باب الرخصة في أکلها بعد ثلاث)

ما في " الصحیح لمسلم " : عن جابر عن النبي ﷺ أنه نهی عن أکل لحوم الضحایا بعد ثلاث ، ثم قال بعد : " کلوا وتزودوا وادخروا " .

(۲/۱۵۸ ، کتاب الأضاحي ، ما کان عن النهی عن أکل لحوم الأضاحی)=

عقیقہ کے گوشت کی تقسیم

مسئلہ (۱۳۴): عقیقہ کے گوشت کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرکے، ایک حصہ فقراء ومساکین کو، دوسرا عزیز رشتہ داروں کو، اور تیسرا حصہ اپنے گھر میں استعمال کرلیا جائے، اور اگر کوئی شخص سارا گوشت گھر میں بنا کر عزیز رشتہ داروں کی دعوت کرے، تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔(۱)

= ما في " السنن لإبن ماجة " : عن نبيشة أن رسول الله ﷺ قال : " كنت نهيتكم عن لحوم الأضاحي فوق ثلاثة أيام فكلوا وادّخروا " .

(ص/۲۲۸ ، باب ادخار لحوم الأضاحي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويؤكل غنياً ويدّخر) لقوله عليه الصلاة والسلام بعد النهي عن الإدخار : " كلوا وأطعموا وادّخروا " . (۹/۳۹۷ ، كتاب الأضحية)

ما في " الهداية " : ويأكل من لحم الأضحية ويطعم الأغنياء والفقراء ويدّخر لقوله عليه السلام : "كنت نهيتكم عن أكل لحوم الأضاحي ، فكلوا منها وادّخروا " . ومتى جاز أكله وهو غني جاز أن يؤكل غنيًا . (۴/۴۳۳ – ۴۳۴ ، كتاب الأضحية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اعلاء السنن " : وسبيلها في الأكل والهدية والصدقة سبيل الأضحية . اهـ.

(۱۷/۱۴۰ ، تحت رقم الحديث : ۵۵۱۴ ، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة ، بيروت)

ما في " رد المحتار " : قال في البدائع : والأفضل أن يتصدق بالثلث ، ويتخذ الثلث ضيافة لأقربائه وأصدقائه ، ويدّخر الثلث ، ويستحب أن يأكل منها .

(۹/۴۷۴ ، كتاب الأضحية ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، ۶/۳۲۸ ، ط : دار الفكر ، بدائع الصنائع : ۶/۳۲۹ ، التضحية ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، ۵/۸۰ ، ط : دار الكتاب العربي) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۸۳۵۸)

کتاب النکاح

(نکاح کے مسائل)

رشتہ کیسی لڑکی سے کیا جائے؟

مسئلہ (۱۳۵): بہتر یہ ہے کہ رشتہ ایسی لڑکی سے کیا جائے جو عمر، خاندان، دنیوی عزت اور مالداری میں لڑکے سے کمتر ہو، اور اخلاق، ادب، دین داری اور حسن و جمال میں لڑکے سے بڑھی ہوئی ہو، کیوں کہ اس صورت میں لڑکی شوہر کے حقوق زیادہ اچھی طرح ادا کرنے والی ہوگی، جو رشتۂ نکاح میں استحکام و پائیداری کا سبب ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكونها دونه سنًّا وحسبًا وعزًّا ومالا ، وفوقه خلقًا وأدبًا وورعًا وجمالا . الدر المختار . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (دونه سنًّا) لئلا يسرع عقمها فلا تلد . قوله : (وحسبًا) هو ما تعده من مفاخر آبائک ، عن " القاموس " أي بأن يكون الأصول أصحاب شرف وكرم وديانة ، لأنها إذا كانت دونه في ذلک ، وكذا في العزّ : أي الجاه والرِّفعة ، وفي المال تنقاد له ، ولا تحتقره وإلا ترفعت عليه ، وفي " الفتح " : روى الطبراني عن أنس عنه ﷺ : " من تزوّج امرأة لعزّها لم يزده الله إلا ذُلا ، ومن تزوّجها لمالها لم يزده الله إلا فقرًا ، ومن تزوّجها لحسبها لم يزده الله إلا دناءةً ، ومن تزوّج امرأة لم يرد بها إلا أن يغضّ بصره ويحصن فرجه أو يصل رحمه ، بارک الله له فيها وبارک لها فيه " .

(۵۸/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب : كثيرًا ما يتساهال في إطلاق المستحب على السنة)=

رشتہ کی پیشکش میں پہل کرنا

مسئلہ (۱۳۶): آج کل ہمارے معاشرے میں لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ کی پیشکش کو بہت معیوب، خلافِ غیرت اور عار سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شرعًا اِس کی کوئی اصل نہیں، خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ سیدنا عثمان غنی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے پیش فرمایا تھا، لہٰذا اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی آدمی اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ ازخود کسی صالح و متقی مرد کے سامنے پیش کرے۔(۱)

=ما في " البحر الرائق " : ويتزوج من هي فوقه في الخلق والأدب والورع والجمال، ودونه في العزّ والحرفة والحسب والمال والسنّ والقامة، فإن ذلک أيسر من الحقارة والفتنة. (۱۴۳/۳، كتاب النكاح، الموسوعة الفقهية : ۲۲۷/۴۱، ۲۲۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن شهاب قال : أخبرني سالم بن عبد الله، أنه سمع عبدَ الله بن عمر يحدّث أن عمر بن الخطّاب حين تأيّمت حفصةُ بنتُ عمرَ مِن خُنيس بن حذافة السهمي، وكان من أصحاب رسول الله ﷺ فتُوفِّي بالمدينة، فقال عمر بن الخطاب : " أتيتُ عثمان بن عفان فعَرضتُ عليه حفصة فقال : سأنظر في أمري فلبثتُ لياليَ ثم لقيني فقال : قد بدا لي أن لا أتزوّج يومي هذا، فقال عمر : فلقيتُ أبا بكرن الصديق فقلتُ : إن شئتَ زوّجتُک حفصة بنت عمر فصمَتَ أبوبكر لم يرجع إليّ شيئًا، وكنتُ أوجدَ عليه مني على عثمان فلبثتُ ليالي، ثم خطبها رسول الله ﷺ فأنكحتُها إياه، فلقيني أبوبكر فقال : لعلک وجدتَّ عليّ حين عرضتَ عليّ حفصة، فلم أرجع إليک شيئًا، قال عمر : قلتُ : نعم ؛ قال أبوبكر : فإنه لم يمنعني=

عورت کی، مرد کو رشتہ کی پیشکش

مسئلہ (۱۳۷): اگر کوئی عورت کسی مرد کی دینداری، بزرگی، علم اور عزت وشرافت یا اور کسی دینی خصلت کی بنا پر اپنا رشتہ از خود اُس کے سامنے پیش کرے، تو یہ جائز ہے، اس میں کوئی بے شرمی اور عیب کی بات نہیں ہے۔ (۱)

= أن أرجع إليک فيما عرضتَ عليّ إلا أنّي كنتُ قد علمتُ أن رسول الله ﷺ قد ذكرها ، فلم أكن لِأُفشِي سرَّ رسول الله ﷺ ولو تركها رسول الله ﷺ قبِلْتُها " .

(۲/۷٦۷ ، ۷٦۸ ، كتاب النكاح ، باب عَرض الإنسان ابنته أو أخته على أهل الخير، رقم الحديث : ۵۱۲۲ ، قديمي – ص/۹۴۳ ، بيروت ، السنن للنسائي : ۳/۲۷۷ ، ۲۷۸، كتاب النكاح، باب عرض الرجل ابنته على من يرضى، رقم الحديث:۵۳٦۳، بيروت)

ما في " فتح الباري لإبن حجر العسقلاني " : وفيه عرض الإنسان بنته وغيرها من مولياته على من يعتقد خيره وصلاحه لما فيه من النفع العائد على المعروضة عليه ، وأنه لا استحياء في ذلک . (۹/۲۲۲ ، ط : دار السلام الرياض ، الموسوعة الفقهية : ۳۰/۵۰ ، عَرض ، عرض الإنسان مولياته على أهل الخير)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : حدثنا علي بن عبد الله حدثنا مرحومٌ قال : سمعتُ ثابتًا البُناني قال : " كنتُ عند أنس وعنده ابنة له ، قال أنس : جاء ت امرأة إلى رسول الله ﷺ تَعرِضُ عليه نفسَها ، قالت : يا رسول الله ! ألک بي حاجةٌ ؟ فقالت بنت أنس : ما أقلّ حياء ها ، واسَوْأتاه ، قال : هي خيرٌ منکِ ، رغِبت في النبي ﷺ فعَرضت عليه نفسها " .

(ص/۹۴۳ ، كتاب النكاح ، باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح ، رقم الحديث : ۵۱۲۰ – ۵۱۲۱ ، بيروت ، السنن للنسائي : ۳/۲۷۷ ، كتاب النكاح ،=

دین دار کا رشتہ رد کردینا

مسئلہ (۱۳۸): بعض والدین وسرپرست محض خاندانی بندشوں وغیرہ کی وجہ سے اپنے لڑکوں یا لڑکیوں کے لیے دین دار اور بااخلاق شخص کا رشتہ آنے کے باوجود اُسے قبول کرنے میں تاخیر یا بلاوجہ ٹال مٹول کرتے ہیں، اور بعض تو ٹھکرا بھی دیتے ہیں، حالانکہ اس صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کے رشتہ کو قبول کرکے نکاح کردینا چاہیے، ورنہ والدین وسرپرستوں کا یہ عمل بڑے فتنہ وفساد کا سبب ہوگا۔ (۱)

= بـاب عـرض المرأة نفسها على من ترضى، رقم الحديث : ۵۳۶۱-۵۳۶۲ ، سنن ابـن مـاجـه : ص/۱۴۴ ، أبـواب النكـاح ، باب التي وهبت نفسها للنبي ﷺ ، شروح ابـن مـاجـه : ۱/۷۸۶ ، رقـم الـحـديـث : ۲۰۰۱ ، ط : بيت الأفكار الدولية أردن ، الموسوعة الفقهية : ۳۰/۵۰ ، عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح)

مـا فـي " فتح الباري " : وفي الحديثين جواز عرض المرأة نفسها على الرجل وتعريفه رغبتها فيه ، وأن لا غضاضة عليها في ذلك . (۹/۲۱۹)

مـا في " عمدة القاري " : فيه دليل على جواز عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح وتعرف رغبتها فيه لصلاحه وفضله أو لعلمه وشرفه او لخصلة من خصال الدين وأنه لا عار عليها في ذلك ، بل ذلك يدل على فضلها . (۲۰/۱۶۱ ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا في " جامع الترمذي " : عن أبي حاتم المزني قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا جاء كم مَن ترضون دينه وخلقه فانكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد " .

عـن أبـي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا خطب إليكم مَن ترضون دينه وخلقه فزوّجوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض " .

(۱/۲۰۷ ، أبواب النكاح ، باب ما جاء في من ترضون دينه فزوّجوه ، قديمي)=

فاسق و بدچلن سے رشتہ

مسئلہ (۱۳۹): جس شخص کا فاسق ہونا معلوم ہو بہتر ہے کہ اُس سے اپنی لڑکی کا رشتہ نہ کیا جائے، اسی طرح جس لڑکی کا چال چلن صحیح نہ ہو، بہتر ہے کہ اس سے رشتہ نہ کیا جائے۔[1]

منہ بولی اولاد یا بہن بھائی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۰): بعض لوگ کسی غیر رشتہ دار عورت کو اپنی منہ بولی بہن بناتے ہیں، اسی طرح بعض عورتیں کسی غیر رشتہ دار مرد کو اپنا منہ بولا بھائی بناتی ہیں، اسی طرح بعض لوگ کسی اور کی اولاد کو اپنا منہ بولا بیٹا یا بیٹی بناتے ہیں، لہٰذا صرف زبان سے کہہ دینے سے وہ شرعاً بھائی بہن یا بیٹا بیٹی نہیں ہو جاتے، بلکہ وہ

= ما في " رد المحتار " : فإن خطبها الكفء لا يؤخرها وهو كل مسلم تقي .

(۶۸/۴ ، كتاب النكاح ، كذا في البحر الرائق : ۱۴۳/۳ ، كتاب النكاح)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا يتزوج الأمة مع طول الحرّة ولا زانية .... ولا تتزوّج فاسقًا . (۶۸/۴ ، كتاب النكاح)

ما في " البحر الرائق " : ويتزوّج امرأة صالحة معروفة النسب والحسب والديانة ، فإن العرق نزاع .... ولا يتزوّج الأمة مع طول الحرّة ... ولا زانية ... ولا تتزوّج فاسقًا . (۱۴۳/۳ ، كتاب النكاح)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى أنه يستحب أن تكون المرأة التي تختار للنكاح وافرة العقل ، حسنة الخلق ، لا حمقاء ولا سيئة الخلق .

(۲۳۱/۴۱ ، نكاح)

بدستور ایک دوسرے کے غیر محرم رہیں گے، اور پردہ بھی ضروری ہوگا، اور اگر کوئی دوسرا مانعِ شرعی نہ ہو، تو ان کا آپس میں عقدِ نکاح بھی درست ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿وما جعل أدعيآء كم أبنآء كم﴾ [الأحزاب : ۴] قيل : إنه نزل في زيد بن حارثة ، وكان النبي ﷺ قد تبنّاه ، فكان يقال له زيد بن محمد ، وروي ذلک عن مجاهد وقتادة وغيرهما . قال أبو بكر : هذا يوجب نسخ السنة بالقرآن ، لأن الحكم الأول كان ثابتاً بغير القرآن ونسخه بالقرآن .... وقوله تعالى : ﴿أدعوهم لآبآئهم هو أقسط عند الله ، فإن لم تعلموا آبآئهم فإخوانكم في الدين ومواليكم﴾ [الأحزاب : ۵] فيه إباحة إطلاق إسم الأخوة ، وحظرُ إطلاق إسم الأبوّة من غير جهة النسب .... وروي عن النبي ﷺ أنه قال : " من ادّعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام " .

(۳/۴۶۴ ، سورة الأحزاب ، الآية/۴ ، ۵)

ما في " تفسير المظهري " : ﴿أبنآء كم﴾ فلا يثبت بالتبنّي شيء من أحكام البنوّة من الإرث وحرمة النكاح وغير ذلک ، وفي الآية ردّ لما كانت العرب تقول ....
والزوجة المظاهر منها تبين من زوجها وتحرم عليه كالأمر ودعي الرجل ابنه يرثه ويحرّم بالتبنّي ما يحرم بالنسب . (۷/۲۹۲ ، سورة الأحزاب)

وما في " تفسير المظهري " : ﴿فإخوانكم في الدين ومواليكم﴾ أي فهم إخوانكم في الدين وأوليائكم فقولوا : هذا أخي في الدين ومولاي . (۷/۲۹۲)

ما في " متخصر تفسير ابن كثير " : ﴿ذلكم قولكم بأفواهكم﴾ يعني تبنّيكم لهم قول لا يقتضي أن يكون ابناً حقيقياً فإنه مخلوق من صلب رجل آخر ...... ﴿أدعوهم لآبأئهم هو أقسط عند الله﴾ وقد كانوا يعاملونهم معاملة الأبناء من كل وجه في الخلوة بالمحارم وغير ذلک . (۳/ ۸۱ ، سورة الأحزاب)(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۲۰۵۳)

نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر

مسئلہ (۱۴۱): بعض علاقوں میں عقدِ نکاح کے بعد خاندانی رسومات کی بنا پر، رخصتی کو ایک دوسال کے لیے مؤخر کرتے ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ نکاح کے بعد سادگی کے ساتھ رخصتی کے عمل کو انجام دیا جائے، اسی میں بہتری اور خیر مضمر ہے، ہاں! اگر واقعۃً کوئی مجبوری ہے، مثلاً لڑکی کم عمر ہے، ازدواجی تعلقات وذمہ داریوں کی متحمل نہیں ہے، تو اس عمر کو پہنچنے تک رخصتی کے تاخیر کی اجازت ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن هشام بن عروة ، عن عروة : " تزوّج النبي ﷺ عائشة وهي ابنة ستّ ، وبنى بها وهي ابنة تسعٍ ، ومكثت عنده تسعاً " .

(۲/۷۷۵ ، كتاب النكاح ، باب من أحب البنا قبل الغزو ، قديمي ، فتح الباري لإبن حجر العسقلاني : ۹/۲۷۹ ، رقم الحديث : ۵۱۵۸ ، باب من بنى بامرأة وهي بنت تسع سنين ، دار السلام الرياض ، فيض الباري شرح صحيح البخاري : ۵/۵۳۹ ، رقم الحديث : ۵۱۵۸ ، ۴/۵۳۴ ، رقم الحديث : ۳۸۹۴ ، ۳۸۹۶ ، كتاب مناقب الأنصار ، باب تزويج النبي ﷺ عائشة الخ ، بيروت)

ما في " عمدة القاري " : عن هشام ، عن أبيه ، عن عائشة رضي الله عنها : أن النبي ﷺ تزوّجها وهي بنتُ ستّ سنين ، وأدخلت عليه وهي بنتُ تسعٍ ، ومكثت عنده تسعاً " . (۲۰/۱۷۸ ، رقم الحديث : ۵۱۳۳ ، كتاب النكاح ، باب إنكاح الرجل ولده الصغار ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

وما في " عمدة القاري " : واختلف العلماء في الوقت الذي تدخل على زوجها إذا اختلف الزوج وأهل المرأة ، فقالت طائفة ، منهم أحمد وأبوعبيد : يدخل وهي بنت=

شادی ہال یا شادی لان میں نکاح خوانی

مسئلہ (۱۴۲): آج کل لوگ اپنی شادیاں، شادی ہال یا شادی لان میں کرنے کو زیادہ رواج دے رہے ہیں، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنے اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح انتہائی سادگی سے ریا ونمود کے بغیر انجام دیئے [۱]، اور امت کو یہ تعلیم دی کہ نکاح مسجدوں میں کریں [۲]، اور کم سے کم اخراجات والی شادی کو خیر وبرکت کا ذریعہ قرار دیا ہے [۳]، اس لیے شادی ہال یا شادی لان میں شادیاں کرنے اور فضول خرچی سے بچنا انتہائی ضروری ہے [۴]، ہاں! اگر کسی کے متعلقین زیادہ ہوں، یا وہ اپنے بچے کی اس خوشی کے موقع پر اظہارِ مسرت کے طور پر چھوٹی بڑی دعوت کا انتظام کرے اور ریا ونمود مقصد نہ ہو [۵]، اور خرافات سے بچتے ہوئے [۶]، یہ دعوت کسی بڑے شادی ہال یا شادی لان وغیرہ میں کرلے، تو اس کی گنجائش ہے۔

= تسع اتباعاً لحديث عائشة ، وعن أبي حنيفة : نأخذ بالتسع غير أنا نقول : إن بلغت التسع ولم تقدر على الجماع كان لأهلها منعها ، وإن لم تبلغ التسع وقويت على الرجال لم يكن لهم منعها من زوجها .... وقال الشافعي : إذا قاربت البلوغ وكانت جسيمة تحتمل الجماع فلزوجها أن يدخل بها وإلا منعها أهلها حتى تحتمله أي : الجماع . (۲۰/۱۷۹ ، تحت رقم الحديث : ۵۱۳۳) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۹۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس أن رسول الله ﷺ : " أعتق صفية وتزوّجها وجعل عتقها صداقها ، وأولم عليها بحَيس " .

(۲/۷۷۷ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ولو بشاة)=

= ما في " صحيح البخاري " : عن ثابت قال : ذُكر تزويجُ زينب ابنة جحشٍ عند أنس فقال : " ما رأيت النبي ﷺ أولم على أحد من نسائه ما أولم عليها أولم بشاة " .

(۲/۷۷۷ ، باب من أولم على بعض نسائه أكثر من بعض)

وما في " صحيح البخاري " : حدثنا سفيٰن عن منصور بن صفية ، عن أمه صفية بنت شيبة قالت : " أولم النبي ﷺ على بعض نسائه بمُدّين من شعير " .

(۲/۷۷۷ ، باب من أولم بأقلّ من شاة ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ذكر السيد جمال الدين المحدث في " روضة الأحباب " أن صداق فاطمة كان أربعمائة مثقال فضة ، وكذا ذكره صاحب " المواهب " ، ولفظه أن النبي ﷺ قال لعلي رضي الله عنه : " إن الله عزّ وجلّ أمرني أن أزوجک فاطمة على أربعمائة مثقال فضة " . (۶/۳۳۰ ، كتاب النكاح ، باب الصداق)

(۲) ما في " السنن للترمذي " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح ، واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف " .

(۱/۲۰۷ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في إعلان النكاح ، قديمي)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : قال النبي ﷺ : " إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة " . رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(ص/۲۶۸ ، كتاب النكاح ، الفصل الثالث ، قديمي)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالىٰ : ﴿ ولا تبذّر تبذيراً ﴾ . (سورة الإسراء : ۲۷)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : والتبذير في اللغة افاد المال وإنفاقه في السرف .

(۷/۳۲۸)

ما في " صحيح البخاري " : وعن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعاً وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " . (۱/۳۲۴ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر .. الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال ، الآداب للبيهقي :ص/۴۰ ، رقم الحديث : ۱۰۵ ، باب في كراهية إضاعة المال ، بيروت)=

شادی بیاہ کے موقع پر ’’جوتا چھپائی‘‘ کی رسم

مسئلہ (۱۴۳): شادی بیاہ کے موقع پر جہاں بہت ساری رسومات کو دل وجان سے اَپنایا جاتا ہے، ان ہی میں سے ایک رسم ’’جوتا چھپائی‘‘ ہے، دولہا جب گھر جاتا ہے، تو سالیاں اس کا جوتا چھپا کر، جوتا چھپائی کے نام سے ایک رقم لیتی ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’شاباش! ایک تو چوری کریں اور اُلٹا انعام پائیں، اول تو ایسی مہمل ہنسی کہ کسی کی چیز اُٹھائی- چھپادی- حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے[1]، پھر یہ کہ ہنسی دل لگی

=(۵) ما في ’’ مشکوۃ المصابیح ‘‘ : عن جندب قال : قال النبي ﷺ : ’’ من سمّع سمّع الله به ، ومن یرائي یرائي الله به ‘‘ متفق علیه .

(ص/۴۵۴ ، کتاب الرقاق ، باب الریاء والسمعة ، الفصل الأول ، قدیمي)

(۶) ما في ’’ الدر المختار مع الشامیة ‘‘ : وفي السراجي : ودلّت المسئلة أن الملاهي کلها حرام . الدر المختار . وفي الشامیة : قوله : (ودلت المسئلة الخ) ...... فاللعب وهو اللهو حرام بالنص ، قال علیه الصلاة والسلام : ’’ لهو المؤمن باطلٌ إلا في ثلاث : تأدیبِه فرسَه ‘‘ .... ’’ کفایة ‘‘ .

(۹/۵۰۲ ، کتاب الحظر والإباحة ، بیروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۹۶۵۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ’’ السنن لأبي داود ‘‘ : عن عبد الله بن السائب بن یزیدَ ، عن أبیه ، عن جدّه أنه سمع النبي ﷺ یقول : ’’ لا یأخُذَنَّ أحَدُکُمْ مَتاعَ أخیهِ لاعِبًا جَادًّا ‘‘ . وقال سلیمان : ’’ لَعِباً ولا جِدًّا ، ومَنْ أخَذَ عَصَا أخِیهِ فَلْیَرُدَّهَا ‘‘ .

(ص/۶۸۳ ، کتاب الأدب ، عون المعبود : ص/۲۱۴۶ ، رقم الحدیث : ۵۰۰۳ ، باب من یأخذ الشيء من مزاح ، وأخرجه الترمذي : ۲/۳۹ ، أبواب الفتن ، باب ما جاء لا یحل لمسلم أن یروّع مسلماً)

کا خاصہ ہے کہ اس سے ایک بے تکلفی بڑھتی ہے، بھلا اجنبی مرد سے ایسا تعلق وارتباط پیدا کرنا خود شرع کے خلاف ہے (۱)، پھر اس انعام کو حقِ لازمی سمجھنا بھی جبر فی التبرّ ع وتعدّ یٔ حدود ہے، اس لیے اِس رسم سے پوری احتیاط برتنی چاہیے۔

عقدِ نکاح کو مطالبات پر موقوف کرنا

مسئلہ (۱۴۴): بعض علاقوں میں یہ دستور اور رواج ہے کہ جب لڑکے کی طرف سے کسی جگہ نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے، تو لڑکی والوں کی طرف سے ایک رقم کا مطالبہ ''جہیز'' کے نام سے ہوتا ہے، لڑکی والے رقم وصول کر کے اس رقم سے

ما في '' عون المعبود '' : (لاعباً جادًا) : قال الخطابي : معناه أن يأخذه على وجه الهزل وسبيل المزاح ثم يحبسه عنه ولا يرده ، فيصير ذلک جداً . (قال سليمان) : .... (لعبًا ولا جداً) : وجه النهي عن الأخذ جداً ظاهر لأنه سرقة ، وأما النهي عن الأخذ لعباً فلأنه لا فائدة فيه بل قد يكون سبباً لإدخال الغيظ والأذى على صاحب المتاع .
(ص/۲۱۴۶ ، ۲۱۴۷ ، بيت الأفكار الدولية ، الأردن ، معالم السنن للخطابي : ۱۲۶/۴ ، رقم الحديث : ۱۳۶۹ ، كتاب الأدب ، باب في المزاح ، بيروت)

(۱) ما في '' السنن لأبي داود '' : عن ابن عمر : '' نهى النبي ﷺ أن يمشي الرجل بين المرأتين '' . (۷۱۵/۲ ، كتاب الأدب ، باب في مشي النساء في الطريق)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : قال النووي : نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من يدفعها ، وكذلک نظر المرأة إلى الرجل ، سواء كان بشهوة أو بغيرها .
(۲۵۲/۶ ، باب النظر إلى المخطوبة ، شرح الطيبي : ۲۵۲/۶ ، البحرالرائق : ۳۵۲/۸ . ۳۵۶ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر واللمس ، الفتاوى الهندية : ۳۲۸/۵ ، الباب الثامن فيما يحلّ للرجل النظر إليه)

(اصلاح الرسوم: ص/۸۱، ۸۲، عروش پبلی کیشنز دیوبند)

دعوت اورلڑکی کے کپڑوں وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں، اسی طرح بعض علاقوں میں جب لڑکی والوں کی طرف سے کسی جگہ نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے، تو لڑکے والوں کی طرف سے کسی رقم یا پھر گھڑی، ریڈیو، موٹر سائیکل، صوفا سیٹ وغیرہ کا مطالبہ ہوتا ہے......عقدِ نکاح کو ان مطالبات پر موقوف کرنا، یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ اصل مقصود مال واسباب ہے نہ کہ عقدِ نکاح، اور عقدِ نکاح کو اس مال واسباب کی تحصیل کا ذریعہ بنایا جارہا ہے، یہ طریقہ تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہے، اور بیع کے مشابہ ہوکر مقصود کو غیر مقصود، اور غیر مقصود کو مقصود قرار دینا ہے، نکاح کے موقع پر لڑکی یا لڑکے والوں کی طرف سے مہر کے علاوہ کسی اور چیز کا مطالبہ کرنا اور اس کا لینا دینا رشوت ہے، اور رشوت شریعت میں حرام ہے[1]، البتہ اگر لین دین کی شرط نہ کی جائے اور اس لین دین کا دستور بھی نہ ہو، اپنے ذہن میں یہ نہ سمجھتے ہوں کہ کچھ دیا جائے گا، یا کچھ لیا جائے گا، پھر کوئی تازہ رشتہ پر خوشی میں لڑکے کی طرف سے، یا لڑکی کی طرف سے کچھ دیدیا جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار مع الدر والتنوير " : (أخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يستردّه) لأنه رشوة . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (عند التسليم) أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئًا ، وكذا لو أبى أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائمًا أو هالكًا ، لأنه رشوة . بزازية .

(۳۰۷/۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة ، بيروت)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرّة الرّقاشيّ ، عن عمه (رضي الله عنه) قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ! ألا يحلّ مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . =

بہو کا سامانِ جہیز دوسرے کو ہدیہ دینا

مسئلہ (۱۴۵): بعض شادیوں میں، شادی میں شرکت کرنے والے لوگ دلہن کے لیے کوئی سامان یا برتن تحفہ میں دیتے ہیں، جب یہ سامان ڈبل یا اُس سے زائد ہوجاتا ہے، مثلاً دو مِکسر مشین یا دو دیوار گھڑیاں ہوجاتی ہیں، تو دلہن کے گھر کی عورتیں اس میں سے ایک رکھ لیتی ہیں، اور ایک دیدیتی ہیں، اس کا علم نہ تحفہ دینے والے شخص کو ہوتا ہے اور نہ دلہن کو۔

اسی طرح بعض لوگ اپنی بہو کو جہیز میں آئے ہوئے سامان میں سے کوئی سامان یا برتن، اُس کی اجازت کے بغیر، اپنے کسی عزیز وقریب کی لڑکی کی شادی میں بطورِ تحفہ دیتے ہیں، شرعاً یہ دونوں عمل درست نہیں، کیوں کہ جو ہدیہ وتحفہ دلہن کو دیا گیا وہ اس کی مالک ہے، اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی ملک میں اس طرح کا تصرف درست نہیں ہے۔[1]

= رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى . (ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، قديمي ، سنن الدارقطني : ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، تتمة حرف اللام الألف ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : ليس لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي . (ص/۶۲ ، رقم المادة :۹۷ ، احياء التراث العربي بيروت ، البحر الرائق: ۱۹۸/۸ ، كتاب الغصب ، بيروت) (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۳۳/۸، فتاویٰ امارتِ شرعیہ: ۳۵۹/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : " لا يحل مال امرئٍ مسلم إلا بطيب نفس منه ".

(۱۶۶/۶ ، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح : ص/۲۵۵ ، السنن الدارقطني : =

....

....

....

....

= ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۴۰۰/۱۵ ، رقم الحديث : ۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۸۷/۴ ، رقم الحديث : ۵۴۹۲)

ما فی " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بلا إذنه . وفیه أیضاً : لا یجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلا سبب شرعي .

(۹۶/۱ - ۹۸ ، رقم المادة : ۹۶ - ۹۸)

ما فی " رد المحتار " : لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي .

(۷۷/۶، كتاب الحدود، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق : ۶۸/۵، كتاب الحدود ، فصل في التعزير)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته . (۲۴۰/۹ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

کتاب الطلاق والعدة

(طلاق وعدت کے احکام)

عدت کے اندر بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح

مسئلہ (۱۴۶): بعض لوگ عدت کے اندر بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کر لیتے ہیں، عدت پوری ہونے کا انتظار نہیں کرتے، پھر بعض لوگ اپنے نزدیک بڑی احتیاط یہ کرتے ہیں کہ نکاح کو تو جائز سمجھتے ہیں، مگر میاں بیوی والے تعلقات نہیں رکھتے، جب کہ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ عدت کے اندر نکاح جائز نہیں ہے، اگر کر لیا تو منعقد نہیں ہوگا، اور گناہ لازم آئیگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعزموا عُقدة النكاح حتى يبلغ الكتٰب أجله﴾ .

(سورة البقرة : ۲۳۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يعني به انقضاء العدة ، وذلک في مفهوم الخطاب غير محتاج إلى بيان ، ألا ترى أن فُريعة بنت مالک حين سألت النبي ﷺ أجابها بأن قال : لا ! حتى يبلغ الكتاب أجله ، فعقلت من مفهوم خطابه انقضاء العدة ولم يحتج إلى بيان من غيره، ولا خلاف بين الفقهاء أن من عقد على امرأة نكاحًا وهي في عدة من غيره أن النكاح فاسد . (۱/۵۱۵ ، باب التعريض بالخطبة في العدة)

ما في " رد المحتار " : أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا . (۴/۲۰۳ ، باب المهر ، مطلب في النكاح الفاسد)=

شوہر کی طرف سے مطلقہ مغلظہ کی مالی معاونت

مسئلہ (۱۴۷): بسا اوقات میاں بیوی کے آپسی جھگڑے میں مرد غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے، اور اب بدونِ حلالہ دوبارہ نکاح کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، جب کہ ایک غیرت مند عورت حلالہ کو کسی بھی طرح پسند نہیں کرتی، اور اس کا کوئی سہارا بھی نہیں ہوتا، نہ کوئی مکان، جس میں وہ اپنے بچوں کے ساتھ اپنی بقیہ زندگی گذار سکے، اور نہ تو وہ دوسری شادی کے لیے آمادہ ہوتی ہے، ایسے حالات میں شوہر کو اپنی اس سابقہ بیوی کی حالت دیکھی نہیں جاتی، اور وہ اس کے لیے مکان اور گذر بسر کے لیے کچھ مالی تعاون کرنا چاہتا ہے، تو لوگ اسے کہتے ہیں کہ طلاق کی صورت میں اب کسی بھی قسم کا کوئی تعلق، خواہ وہ اخلاقی ہی کیوں نہ ہو، اس عورت کے ساتھ جائز نہیں ہے، عوام الناس کا یہ خیال غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ اگر مرد اس عورت کے لیے اپنا مکان خالی کردے اور خود

=ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذلك المعتدة . كذا في السراج الوهاج . سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول في نكاح فاسد أو شبهة نكاح ، كذا في البدائع . (۱/۲۸۰ ، كتاب النكاح ، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ، كذا في التاتارخانية : ۲/۲۷۷ ، الفصل الثامن في بيان ما يجوز من الأنكحة وما لا يجوز)

ما في " النتف في الفتاوى " : وأما الحرام المؤقت فهو على عشرة أوجه : أحدها حرمة بينونة المرأة من زوجها بثلاث .... الخامس العدة .

(ص/۱٦٥ ، كتاب النكاح ، الحرام المؤقت) (فتاویٰ محمودیہ: ۱٦/۳۲۸)

دوسری جگہ رہائش اختیار کرلے، تو وہ اپنے بچوں کے ساتھ اس گھر میں رہ سکتی ہے، اور شوہرِ سابق اس کی مالی معاونت بھی کرسکتا ہے، مگر جب بھی وہ اپنے بچوں کے پاس آئے، تو اجنبی غیر محرم کی طرح اس گھر میں رہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهندية " : إذا طلقها ثلاثاً أو واحدة بائنة ، وليس له إلا بيت واحد فينبغي له أن يجعل بينه وبينها حجاباً حتى لا تقع الخلوة بينه وبين الأجنبية ، فإن كان فاسقاً يخاف عليها منه ، فإنها تخرج وتسكن منزلا آخر ، وإن خرج الزوج وتركها فهو أولى . (۱/۵۳۵ ، كتاب الطلاق ، الباب الرابع عشر في الحداد ، ط : دار الفكر بيروت ، ومكتبه رشيديه كوئٹه ، ومكتبه زكريا ديوبند) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۹۲۵۱)

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کے مسائل)

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کی ایک نئی صورت

مسئلہ (۱۴۸): آج کل انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کی ایک نئی صورت فارکس (Forex) کے نام سے متعارف کرائی جارہی ہے، جس میں آدمی رقم جمع کر کے اپنا ایک اکاؤنٹ کھولتا ہے، گھر بیٹھے اس اکاؤنٹ میں موجود رقم کے ذریعہ کوئی چیز مثلاً سونا، چاندی یا اور کوئی چیز اس مارکیٹ سے خریدتا ہے، پھر اس پر قبضہ سے پہلے ہی نفع ملنے پر اس کو آگے بیچ دیتا ہے، عموماً اس طرح کے کاروبار میں خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی، بلکہ فرق برابر کر کے نفع کمانا مقصود ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قبضہ کے بغیر ہی وہ چیز آگے بیچ دی جاتی ہے، شرعاً اس طرح کا کاروبار کرنا منع ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " مشكاة المصابيح " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : " أما الذي نهى عنه النبي ﷺ فهو الطعام أن يباع حتى يقبض " . قال ابن عباس رضي الله عنهما : " ولا أحسب كل شيء إلا مثله " .

(ص/۲۴۷، كتاب البيوع ، باب المنهي عنها من البيوع ، قديمي)

ما في " موسوعة فتح الملهم مع التكملة " : فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه طعاماً كان أو غيره . (۱/ ۳۵۰ ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض)=

بالوں کے بدلے غبارے (Balloon) خریدنا

مسئلہ (۱۴۹): بعض عورتیں اپنے بال سنوارنے (کنگھی کرنے) کے بعد جو بال جھڑ جاتے ہیں، انہیں اکٹھا کرکے رکھتی ہیں، پھر جب وہ بہت زیادہ ہوجاتے ہیں، تو اپنے بچوں کے کھیلنے کے واسطے غبارے (Balloon) لینے کے لیے، انہیں کسی غبارے والے کے ہاتھ فروخت کردیتی ہیں، شرعاً ان کا یہ عمل ناجائز اور ممنوع ہے، کیوں کہ انسان اپنے کل اجزاء واعضاء کے ساتھ محترم ومکرم ہے، لہٰذا اس حرمت وکرامت کے پیشِ نظر انسانی بالوں کی یہ خرید وفروخت جائز نہیں ہے[۱]، بلکہ مناسب یہ ہے کہ ان بالوں کو دفن کردیا جائے۔[۲]

= ما في " مجمع الأنهر " : لا يصح بيع المنقول قبل قبضه لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض ، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاک .

(۱۱۳/۳ ، باب البيع الفاسد ، الهداية : ۷۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب التولية ، البحر الرائق : ۱۹۳/۶ ، كتاب البيوع ، فصل في بيان التصرف في البيع ، تبيين الحقائق : ۴۳۵/۴ ، كتاب البيوع ، فصل في معرفة المبيع)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر ورزقنٰهم من الطيّبٰت وفضّلنٰهم على كثير ممن خلقنا تفضيلاً﴾ . (بني اسرائيل : ۷۰)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان، ولا الانتفاع بها ، لأن الاٰدمي مكرم لا مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً .

(۳۹۰/۶ ، ۳۹۱ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وشعر الإنسان) لكرامة الآدمي ولو كافرا ، ذكره المصنف وغيره في بحث شعر الخنزير اهـ . " الدر المختار " . وفي الشامي : قوله :=

آلاتِ موسیقی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۵۰): اسلام میں موسیقی ناجائز اور حرام ہے، اس لیے وہ آلات جو محض موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور بغیر کسی تغییر وتبدیلی کے ان سے موسیقی کا ہی کام لیا جاتا ہو، تو ان آلات کے، آلاتِ معاصی ہونے کی وجہ سے ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، کیوں کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔[1]

= (ذكره المصنف) حيث قال : والآدمي مكرّم شرعاً وإن كان كافراً ، فإيراد العقد عليه وابتذاله به ، وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له اهـ . أي وهو غير جائز وبعضه في حكمه ، وصرّح في فتح القدير ببطلانه .

(٧/٢٤٥ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب : الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً)

ما في " الفتاوى الهندية " : الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل للنجاسة ، وقيل للكراهة ، هو الصحيح . كذا في جواهر الأخلاطي . (٥/٣٥٤ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات وفيه العزل وإسقاط الولد)

(٢) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وروي أن النبي ﷺ أمر بدفن الشعر والظفر............. وفي الخانية : ينبغي أن يُدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره وإن رماه فلا بأس . (ص/٥٢٧ ، الفقه الإسلامي وأدلته : ١/٤٦٤ ، الفتاوى الهندية : ٥/٣٥٨ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر)

ما في " المغني " : وعن ابن جريج عن النبي ﷺ يعجبه دفن الدم ، وكان ابن عمر يدفن شعره وأظفاره .....كلهم .

(١/٨٨ ، كشاف القناع : ١/٨٤ ، حاشية الفقه الإسلامي وأدلته : ١/٤٦٥)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ٢)=

....

....

....

....

= ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ ليقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/ ۳۸۱)

ما في " الدر المنثور في التفسير المأثور " : عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " إنما نهيت عن صوتين فاجرين : صوت عند نغمة لهو ولعب ، ومزامير الشيطان ، وصوت عند مصيبة خدش وجوه ، وشقّ جيوب ورنة الشيطان " . (۵/ ۳۰۹)

ما في " البحر الرائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إعانة على المعاصي ، قيّد بالسلاح لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره ، لأنه لا يصير سلاحاً إلا بالصنعة ، نظيره بيع المزامير يكره . (۵/ ۲۴۰ ، كتاب السير ، باب البغاة)

ما في " رد المحتار " : قلت : وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً ، وإلا فتنزيهاً . نهر . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهة تحريمية لتعليلهم بالإعانة على المعصية ، وقوله : (لأنه إعانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها . (۶/ ۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/ ۴۶)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " .

(۲/ ۶۴۴) (فتاویٰ حقانیہ: ۶/ ۴۶)

خرید وفروخت میں زیادہ سے زیادہ نفع کی حد

مسئلہ (۱۵۱): خرید وفروخت میں زیادہ سے زیادہ نفع لینے کی شرعاً کوئی حد مقرر نہیں[۱]، فریقین کی باہمی رضامندی سے تھوڑا یا زیادہ لینے کی گنجائش ہے[۲]، البتہ اتنا زیادہ نفع لینا جو عام مارکیٹ کے تاجروں کی نظر میں زیادہ بنتا ہو، غبنِ فاحش (زبردست دغابازی) کہلاتا ہے، اور یہ خریدار کو بتلائے بغیر جائز نہیں، یعنی یہ بتلا دینا چاہیے کہ گرچہ یہ چیز مجھے اتنے روپئے ہی میں پڑی ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجه " : عن أنس بن مالك (رضي الله عنه) قال : غلا السِّعر على عهد رسول الله ﷺ فقالوا : يا رسول الله ! قد غلا السِّعر ، فسعِّرُ لنا ، فقال : " إن الله هو المسَعِّر القابض الباسط الرّزّاق ، إني لأرجو أن ألقى ربي ، وليس أحد يطلبني بمظلمة في دم ولا مال " .

(ص/۱۵۹ ، باب من كره أن يسعّر ، قديمي ، أبوداود : ۳/۱۳۷ ، ط : عزت عبيد دعاس ، التلخيص الحبير : ۳/۳۱ ، رقم الحديث : ۱۱۶۰ ، ط : مؤسسة قرطبية ، ۳/۱۴ ، ط : شركة الطباعة الفنية ، الموسوعة الفقهية : ۱۱/۳۰۳ ، تسعير)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يمنع أحد من التصرف في ملكه ما لم يكن فيه ضررٌ فاحشٌ للغير . (۳/۲۰۱ ، المادة : ۱۱۹۷ ، دار الجيل بيروت ، شرح المجلة لسليم رستم باز البناني : ص/۶۵۷ ، المادة : ۱۱۹۷ ، دار احياء التراث العربي)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ومن اشترى شيئًا وأغلى في ثمنه فباعه مرابحة على ذلك جاز ، وقال أبويوسف رحمه الله : إذا زاد زيادة لا يتغابن الناس فيها فإني لا أحبّ أن يبيعه مرابحة حتى يبين . اهـ . (۳/۱۶۱)

مگر مجھے اتنے روپئے میں فروخت کرنا ہے، اگر آپ راضی ہوں تو خرید و، ورنہ چھوڑ دو، بعض حضرات نے اس کی تعیین ۱۰ر فی صد سے زیادہ نفع لینے سے کی ہے[1]، اس لیے اتنی مقدار سے زیادہ نفع لینے سے احتراز کرنا چاہیے۔

موبائل ومیمری کارڈ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۵۲): موبائل ومیمری کارڈ (Mobile & Memory Card) کی خرید وفروخت جائز ہے، البتہ اگر خریدنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے، تو وہ گنہگار ہوگا، فروخت کرنے والے پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔[2]

---

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وغبن يسير) وهو ما يقوم به مقوّم ، وهذا (إذا لم يكن سعره معروفاً الخ) . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (ما يقوم به مقوّم) أي لم يدخل تحت تحت تقويم أحد من المقوّمين ، قال مسكين : فلو قوّمه عدل عشرة وعدل آخر ثمانية وآخر سبعة فما بين العشرة والسبعة داخل تحت تقويم المقوّمين .
(۸/۲۶۰ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء ، فصل لا يعقد وكيل البيع والشراء، بيروت ، ۵/۵۲۴ ، دار الفكر بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۸۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : لا يكره بيع الجارية المغنّية والكبش النطوح والدّيک المقاتل والحمامة الطيارة ، لأنه ليس عينها منكرًا ، وإنما المنكر في استعمالها المحظور . اهـ .
(۶/۴۲۰ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه ، بيروت)
ما في " النهر الفائق " : وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنّية ، والكبش النطوح ، والحمامة الطيارة ، والعصير ، والخشبُ الذي يُتخذُ منه المعازف . (۳/۲۶۸ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، ط : دار الإيمان سهارنفور ، البحر الرائق : ۵/۲۴۰ ، كتاب السير ، باب البغاة ، بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲۰۶۵)

حقِ تصنیف کی تخصیص اور خرید وفروخت

مسئلہ (۱۵۳): تصنیف، مصنف کی دن رات کی محنتوں کا نچوڑ ہوتی ہے، جس سے مصنف کچھ مادی نفع کا بھی امیدوار ہوتا ہے، اور حقِ تصنیف کو محفوظ نہ کرنے کی صورت میں مصنف کو ضرر لاحق ہوتا ہے، اس لیے دفعِ ضرر کے خاطر حق تصنیف کو خاص کرنا جائز ہے، اور اگر مصنف اپنے حق تصنیف کو بیچنا چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے، کیوں کہ صحتِ بیع کے لیے مبیع کا قابلِ ادّخار ہونا ضروری ہے، اور احراز وتحفظ قانوناً رجسٹریشن کرانے سے ہوجاتا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن أسمر بن مضرس قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : " من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له " . وفي نسخة : " إلى ما لم يسبقه " .
(ص/۴۳۷ ، بذل المجهود : ۱۰/۶/۱۰/۳۱۶)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : وإن كان العلامة المناوي رحمه الله تعالى رجّح أن هذا الحديث واردٌ في سياق احياء الموات ، ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين وبئر ومعدن ، ومن سبق لشيء منها فهي له ، ولا شكّ أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب . (ص/۱۲۳ ، حق الابتكار وحق الطباعة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة، وعلى هذا لا يجوز عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال .

(۲۵/۷ ، كتاب الوقف ، مطلب في الاعتياض عن الوظائف والنزول عنها)=

= ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمؤلف قد بذل جهداً كبيراً في اعداد مؤلفه ، فيكون أحق الناس به ، سواء فيما يمثل الجانب المادي ، وهو الفائدة المادية التي يستفيدها من علمه ، أو الجانب المعنوي وهو نسبة العمل إليه ، ويظل هذا الحق خالصاً دائماً له ، ثم لورثته لقول النبي ﷺ فيما رواه البخاري وغيره : " من ترك مالاً أو حقاً فلورثته " . (۴/ ۲۸۶۱)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : ومقتضى ذلك أن يجوز النزول عن حق الابتكار أو حق الطباعة لرجل آخر بعوض يأخذه النازل ، ولكن هذا إنما يتأتى في أصل حق الابتكار وحق الطباعة ، أما إذا قرن هذا الحق بالتسجيل الحكومي الذي يبذله المبتكر من أجله جهده وماله ووقته ، والذي يعطي هذا الحق مكانة قانونية تمثلها شهادة مكتوبة بيد المبتكر ، وفي دفاتر الحكومة ، وصارت تعتبر في عرف التجار مالاً متقوماً ، فلا يبعد أن يصير هذا الحق المسجل ملحقاً بالأعيان والأموال بحكم هذا العرف السائر ، وقد أسلفنا أن للعرف مجالاً في ادراج بعض الأشياء في حكم الأموال والأعيان ، لأن المالية كما حكينا عن ابن عابدين رحمه الله تعالى تثبت بتموّل الناس ، وإن هذا الحق بعد التسجيل يحرز أحد الأعيان ويدّخر لوقت الحاجة ادخار الأموال ، وليس في اعتبار هذا العرف مخالفة لأي نص شرع من الكتاب أو السنة ، وغايته أن يكون مخالفاً للقياس ، والقياس يترك للعرف ، ونظراً إلى هذه النواحي أفتى جمع من العلماء المعاصرين بجواز هذا الحق، أذكر منهم علماء القارة الهندية مولانا الشيخ فتح محمد اللكنوي ، تلميذ الإمام عبد الحي اللكنوي ، والعلامة الشيخ المفتي محمد كفايت الله ، والعلامة الشيخ نظام الدين مفتي دار العلوم بديوبند ، وفضيلة الشيخ المفتي عبد الرحيم اللاجفوري. (ص/۱۲۳)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۶/ ۱۸۶، نظام الفتاویٰ:۱/ ۱۲۸، فتاویٰ رحیمیہ:۹/ ۲۱۹، جدید فقہی مسائل:۴/ ۱۷۸، فقہی مقالات: ۱/ ۲۲۴-۲۲۹)

نقد و ادھار قیمت میں فرق

مسئلہ (۱۵۴): کسی چیز کو نقد مثلاً سو روپئے میں، اور ادھار و قسط وار ایک سو بیس روپئے میں فروخت کرنا ان شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

۱- مجلسِ عقد میں یہ طے کرلیا جائے کہ یہ معاملہ ادھار اور قسط وار ہوگا۔

۲- ہر قسط اتنے روپئے کی ہوگی۔

۳- کل قسطیں اتنی ہوں گی۔

۴- کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر پر کوئی جرمانہ عائد نہ ہوگا۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : " نهی رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة"........ وقد فسّر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعک هذا الثوب بنقدٍ بعشرة وبنسيئة بعشرين ، ولا يفارقه علیٰ أحد البيعتين ، فإذا فارقه علیٰ أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة علی أحد منهما . (۱/۲۳۳ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ، إعلاء السنن : ۱۴/۲۰۵)

ما في " اعلاء السنن " : وعن سماک ، عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ، عن أبيه رضي الله تعالی عنه ، قال : " نهی النبي ﷺ عن صفقتين في صفقةٍ " .
(۱۴/۲۰٦ ، كتاب البيوع ، باب النهي عن بيعتين في بيعة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا عقد العقد علی أنه إلی أجل كذا بكذا ، وبالنقد بكذا أو (قال) : إلی شهر بكذا ، أو إلی شهرين بكذا ، فهو فاسد ، لأنه لم يعاطه علی ثمنٍ معلوم ، ولنهي النبي ﷺ عن شرطين في البيع ، وهذا هو تفسير الشرطين في بيع .... وهذا إذا افترقا علی هذا ، فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتی قاطعه علی ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز ، لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد . (۱۳/۹ ، كتاب البيوع ، باب البيوع الفاسدة ، بيروت)=

بیع وشراء کے وکیل کی حیثیت امین کی ہے

مسئلہ (۱۵۵): اگر بازار میں کسی چیز کی قیمت مثلاً سو روپئے ہیں، اور زید کو اس چیز کی ضرورت ہے، وہ اپنے دوست حامد کو اس چیز کی خریدنے کا وکیل بنائے کہ آپ میرے لیے یہ چیز خرید کر لادیں، حامد کا چوں کہ دکاندار سے اچھا تعلق ہے، اور حامد مستقلاً اس کا گاہک ہے، اس لیے دکاندار نے حامد کو وہ چیز ۹۰ روپئے ہی میں دیدی، اب جو دس روپئے بچ گئے وہ حامد کے پاس امانت ہیں، وہ اسے زید کی اجازت کے بغیر استعمال نہیں کرسکتا، کیوں کہ بیع وشراء کے وکیل کی حیثیت امین کی ہے، اور امین صاحبِ امانت کی چیز میں اجازت کے بغیر کوئی خرد برد نہیں کرسکتا، ہاں! اگر حامد زید سے یہ کہے کہ یہ چیز میں آپ کے لیے خرید کر لادوں گا، مگر میں اس پر دس روپئے اجرت لوں گا، تو اس صورت میں وہ دس روپئے کا حقدار ہوگا، اب چاہے تو زید اجرت میں وہی دس روپئے دیدے جو بچ گئے، یا نہ بچنے کی صورت میں اپنے جیب سے دیدے، اب یہ رقم جائز ہوگی اور اس کا استعمال میں لانا درست ہوگا۔[1]

= ما في " الهداية " : لأن للأجل شبهاً بالبيع ، ألا ترى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل . (۳/۷۴ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق : ۶/۱۹۰ ، كتاب البيوع ، باب البيوع المرابحة والتولية) (فتاویٰ رحیمیہ: ۹/ ۱۹۵، فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/ ۱۵۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۲۷، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۳۶۴۷۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : المال الذي قبضه الوكيل والرسول من جهة الوكالة ومن جهة الرسالة أمانة في يدهما . (۲/ ۲۳۶ ، المادة : ۱۴۶۳)=

''بِکا ہوا مال واپس نہیں لیا جائے گا'' لکھنا

مسئلہ (۱۵۶): اگر خریدے ہوئے مال میں کوئی عیب نکل آئے، یا کسی نے کوئی مال بغیر دیکھے خرید لیا تھا، اور اس میں عیب نکل آیا، تو اِس صورت میں خریدار کو خیارِ عیب یا خیارِ رؤیت حاصل ہوتا ہے، جس کی بنا پر وہ اُس مال کو واپس کرسکتا ہے [۱]، لیکن آج کل عام طور پر دکاندار اپنی دکانوں میں یہ بورڈ لگا دیتے ہیں- ''بِکا ہوا مال واپس نہیں لیا جائے گا، صرف بدلا جاسکتا ہے''- اس طرح کا بورڈ لگانے سے خریدار کا یہ حق ساقط نہیں ہوگا، اور دکاندار کا واپس نہ لینا درست نہیں ہے، ہاں! اگر سامان دیکھ بھال کر خریدا گیا اور اس میں کوئی عیب نہیں نکلا، تو اب دکاندار کو واپس لینے پر مجبور کرنا درست نہیں، اگر وہ واپس لے لے، تو اس کا احسان ہے، جس پر اُسے ثواب ملے گا۔ [۲]

= وفیه أیضًا : المال الذي قبضه الوکیل بالبیع والشراء وإیفاء الدین واستیفائه وقبض العین من جهة الوکالة في حکم الودیعة في یده .

(۳/ ۵٦۱ ، المادة : ۱۴٦۳ ، أحکام الودیعة العمومیة ، دار الجیل بیروت ، شرح المجلة لسلیم رستم باز : ص/ ۷۸۴ ، المادة : ۱۴٦۳ ، دار احیاء التراث العربي بیروت)

ما في " الفتاوی الهندیة " : وکذلک إن اشتری بها ماکولا ونقدها لم یحلّ أن یأکل ذلک قبل أداء الضمان . اهـ . (۴/ ۳۴۸ ، کتاب الودیعة ، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا للودیعة وما لا یکون .. الخ) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲٦۱۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المختصر للقدوري " : ومن اشتری ما لم یره فالبیع جائز وله الخیار ، إذا رآه إن شاء أخذه وإن شاء ردّه ...... وإذا اطلع المشتري علی عیب في المبیع فهو =

= بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء ردّه .

(ص/۷۵ ، ۷٦ ، باب خيار الرؤية وخيار العيب)

ما في " البحر الرائق " : شراء ما لم يره جائز أي صحيح لما رواه ابن أبي شيبة والبيهقي مرسلا عن المكحول مرفوعًا : من اشترى شيئًا لم يره فله الخيار إذا رآه إن شاء أخذه وإن شاء تركه ... من وجد بالمبيع عيبًا أخذه بكل الثمن أو ردّه لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخير كيلا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به .

(٦/٤٣ – ٥٨ ، باب خيار الرؤية والعيب ، الفتاوى الهندية : ٣/٥٧–٦٦)

ما في " الهداية " : ومن اشترى شيئًا لم يره فالبيع جائز وله الخيار إذا رآه إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء ردّه . (٣/١٩ ، باب خيار الرووية ، المبسوط للسرخسي : ١٣/٨٢، باب الخيار بغير شرط، التنوير مع الدر والرد: ٧/١٥١ ، باب خيار الرؤية، نصب الراية للزيلعي : ٤/٢١ ، فتح القدير لإبن الهمام : ٦/٣٠٩)

وما في " الهداية " : وإذا اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء ردّه ، لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخيّر كيلا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به.

(٣/٢٣ ، باب خيار العيب ، فتح القدير لإبن الهمام : ٦/٣٢٧ ، نصب الراية للزيلعي: ٤/٢٥ ، الدر المختار مع الشامي : ٧/١٦٧ ، باب خيار العيب)

(٢) ما في " المختصر للقدوري " : الإقالة جائزة في البيع للبائع والمشتري بمثل الثمن الأول .

(ص/٨٠ ، باب الإقالة ، الفتاوى الهندية : ٣/١٥٦ ، الباب الثالث عشر في الإقالة)

ما في " سنن الدار قطني " : عن محمد بن سيرين ، عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من اشترى شيئًا لم يره فهو بالخيار إذا رآه " .

(٣/٥ ، رقم الحديث : ٢٧٧٩ ، كتاب البيوع ، السنن الكبرى للبيهقي : ٥/٤٤٠ ، رقم الحديث : ١٠٤٢٦ ، كتاب البيوع ، باب من قال يجوز بيع العين الغائبة)

باب الربوا

(سود کے احکام)

اے ٹی ایم (A.T.M) سے قرض کی ادائیگی

مسئله (۱۵۷): آج کل بعض لوگ اپنے قرضوں کی ادائیگی اے ٹی ایم (A.T.M) کے ذریعہ کرتے ہیں، مثلاً ایک شخص کسی سے ایک ہزار روپئے قرض لیتا ہے، اور مقررہ وقت پر قرض خواہ کے اے ٹی ایم (A.T.M) اکاؤنٹ میں ایک ہزار روپئے ڈال دیتا ہے، بینک اپنا سروس چارج ۲۵/روپئے اس میں سے کاٹ لیتا ہے، تو قرض خواہ کو اس کی پوری رقم ایک ہزار کی بجائے ۹۷۵/روپئے ہی ملتے ہیں، جب کہ وہ پورے ایک ہزار کا حقدار ہے، اس لیے ادائیگیٔ قرض کی یہ صورت درست نہیں ہے، البتہ اے ٹی ایم (A.T.M) کے ذریعہ ادائیگیٔ قرض کی یہ صورت، اس وقت درست ہو جائے گی، جب قرض دار اصل قرض کی رقم کے ساتھ بینک کا سروس چارج بھی قرض خواہ کے اکاؤنٹ میں ڈال دے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض ، لأن قبضه بنفسه على وجه التملک ، ولرب الدين على المديون مثله .

(۲۷۵/۵)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها .... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ، ومشاهدة =

موبائل کمپنیوں کی ایک اسکیم

مسئلہ (۱۵۸): بعض موبائل کمپنیاں ایس ایم ایس (SMS) کے ذریعہ اپنے گاہکوں کے موبائل پر سوالات بھیجتی ہیں، اور یہ اعلان کرتی ہیں کہ جن لوگوں کے جوابات صحیح ہوں گے، ان کے درمیان قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات کی تقسیم ہوگی، اگر یہ کمپنیاں ہر جواب دینے والے سے ان کے بیلینس میں سے کچھ رقم کی کٹوتی نہ کرتی ہوں، بلکہ جواب درست ہونے کی صورت میں اسے انعام سے نوازتی ہوں، تو ایسی اسکیم میں شمولیت اور جیتنے کی صورت میں انعام وصول کرنا درست ہے، لیکن اگر کمپنیاں جواب دینے والوں سے ان کے بیلینس میں سے کچھ رقم کی کٹوتی کرتی ہیں، تو یہ ایک قسم کا قمار ہونے کی بنا پر ناجائز اور منع ہے، اوراس سے احتراز بھی لازم ہے۔[۱]

= معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية . (ص/۱۷۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال . (۳۶۶/۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار ، وأن المخاطرة من القمار . (۳۹۸/۱)=

بیعانہ کی رقم ضبط کرنا

مسئلہ (۱۵۹): اگر کوئی شخص کسی سے کوئی مکان یا زمین خریدے، پھر خریدار قیمت کا ایک حصہ مثلاً ۲۵؍ ہزار روپئے میں سے چار ہزار روپئے بطورِ بیعانہ دیدے، اور بقیہ قیمت فراہم کرنے کے لیے چھ ماہ کا موقع مانگے، اور طرفین کی رضامندی سے یہ بات طے پائے کہ اگر چھ ماہ گزر جانے پر خریدار بقیہ قیمت ادا کرکے، مکان یا زمین کا بیع نامہ نہیں کراتا، تو جو چار ہزار روپئے بطورِ بیعانہ کے دیئے گئے وہ ضبط ہوجائیں گے۔ بیع کی اس صورت میں چھ ماہ کا موقع گزر جانے اور خریدار کے بقیہ قیمت فراہم کرکے بیع نامہ کرالینے میں نامراد ہوجانے پر بائع (بیچنے والے شخص) پر بیعانہ کی رقم کا واپس کرنا واجب ہے، اور بیعانہ کے ضبط ہوجانے کا جو معاہدہ کیا گیا تھا وہ خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے اُس کی پابندی لازم نہیں ہے، بلکہ اس معاہدہ کا توڑنا ضروری ہے۔ (۱)

= ما في " رد المحتار " : لأن القمار من القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى ، وسمي القمار قمارًا ، لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (۹/۵۷۷ ، ۵۷۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۱۷۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " : قلت : ويردّ العربان إذا ترك العقد على كل حال بالاتفاق . (۱۱/۲۲۱)

ما في " عون المعبود " : وروي عن ابن عمر وجماعة من التابعين إجازته ويردّ العُربان على كل حال . (ص/۱۴۹۸) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۴/۲۰۴، میرٹھ)

کتاب الإجارة

(اجارہ کے مسائل)

''ایزی پیسہ'' کا کاروبار

مسئلہ (۱۶۰): ''ایزی پیسہ'' کا کاروبار عقدِ اجارہ کی ایک ایسی صورت ہے، جو گاہک اور کمپنی کے مابین طے پاتی ہے، گاہک اپنی رقم کمپنی کے ایجنٹ کو دے دیتا ہے، تاکہ مطلوب ومتعین شخص جس کے لیے یہ رقم بھیجی جارہی ہے، دوسرے شہر سے اِسے وصول کرے، کمپنی اپنی اِس سروس وخدمت پر کچھ رقم بطور فیس وصول کرتی ہے، جو درحقیقت اُس کے اِس مہیا کردہ خدمت کی اجرت ہوتی ہے، اِس طرح کا کاروبار اور اِس طریقے سے پیسہ بھیجنا دونوں عمل شرعاً درست ہیں، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' المبسوط للسرخسي '' : اعلم أن الإجارة عقد علی المنفعة بعوض هو مال . اهـ . (۱۵/۸۶ ، کتاب الإجارات ، بیروت)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وفي في الحقیقة نوع واحد ، لأنها بیع المنفعة ، فکان المعقود علیه المنفعة في النوعین جمیعاً ، إلا أن المنفعة تختلف باختلاف محل المنفعة ، فیختلف استیفائها باستیفاء منافع المنازل بالسکنی ، والأراضي بالزراعة . اهـ . (۵/۵۱۷ ، کتاب الإجارة ، فصل في رکن الإجارة ومعناها ، بیروت)

ما في '' الفتاوی الهندیة '' : ونوع یرد علی العمل کاستئجار المحترفین للأعمال کالقصارة والخیاطة والکتابة وما أشبه ذلک . کذا في المحیط . اهـ .

(۴/۴۱۱ ، کتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسیر الإجارة ورکنها .. الخ)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۳۰۸۲)

فوج میں ملازمت

مسئلہ (۱۶۱): فوج کا بنیادی مقصد ملک کی سرحدوں کی حفاظت اور غیر معمولی حالات میں امن وامان کا قیام ہے، یہ دونوں مقاصد شریعتِ اسلامیہ میں بھی مطلوب ہیں، اس لیے مصلحتِ عامہ کے پیشِ نظر فوج کی ملازمت مسلمانوں کے لیے جائز ہے، البتہ حتی الامکان غیر شرعی اِقدام سے احتراز ضروری ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن سعيد بن زيد أن رسول الله ﷺ قال : " مَن قُتِلَ دون دينه فهو شهيد ، ومَن قُتِلَ دون دمه فهو شهيد ، ومَن قُتِلَ دون ماله فهو شهيد ، ومَن قُتِلَ دون أهله فهو شهيد" . رواه أبوداود والترمذي والنسائي . (ص/۳۰۶ ، كتاب القصاص ، ما لا يضمن من الجنايات ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۳۵۲۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وعامة العلماء على أن الرجل إذا قصد ماله أو دمه أو أهله فله دفع القاصد بالأحسن ، فإن لم يمتنع إلا بالمقاتلة فقتله فلا شيء عليه .

(۸۳/۷ ، قبيل باب القسامة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا تعرض شخص لإنسان يريد الاعتداء على نفسه أو أهله أو ماله ، فإن أمكنه ردّه بأسهل طريقة ممكنة فعل ذلك ، وإن لم يكن ردّه إلا بالقتال قاتله ، فإن قُتِلَ المعتدى عليه فهو شهيد ، وإن قُتِلَ المعتدي فلا قصاص ولا دية . (۳۱۸/۳۲ ، قتال ، القتال دفاعًا عن العوض والنفس والمال)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : الأمور بمقاصدها ، يعني أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر .... ثم اعلم أن الكلام هنا حذف المضاف ، والتقدير حكم الأمور بمقاصد فاعلها ، أي أن الأحكام=

فائیو اسٹار ہوٹل میں ملازمت

مسئلہ (۱۶۲): عام طور پر فائیو اسٹار ہوٹلوں میں غیر اسلامی کام ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ان میں ملازمت اختیار کرے اور اُس کے ذمہ کسی غیر اسلامی کام کی انجام دہی نہ ہو، تو ان میں غیر اسلامی کام ہونے سے اس کی ملازمت اور تنخواہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، ملازمت جائز ہے اور تنخواہ بھی حلال ہے، لیکن اگر اس کے ذمہ کسی غیر اسلامی کام کی انجام دہی ہو، تو پھر نہ یہ ملازمت جائز ہے اور نہ تنخواہ حلال ہے، اس لیے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسی کمپنی، ادارے یا ہوٹل میں ملازمت کی جائے، جس میں بالواسطہ یا بلا واسطہ غیر اسلامی کام نہ کرنے پڑتے ہوں، تاکہ گناہ پر کسی بھی طرح کا تعاون لازم نہ آئے۔ (۱)

= الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال ، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمرًا مباحًا كان فعله مباحًا ، وإن قصد أمرًا محرمًا كان فعله محرمًا . (۱/۱۷ – ۱۸ ، المقالة الثانية ، رقم المادة : ۲)

ما في " الموافقات في أصول الأحكام للإمام الشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۲/۴ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (المائدة : ۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/۳۸۱)=

= ما في " التفسير المنير " : ولا تتعاونوا على الإثم وهو الذنب ....
والمعصية : وهي كل ما منعه الشرع ، أو حاك في الصدر وكرهت أن يطلع عليه الناس، ولا تتعاونوا على التعدي على حقوق غيركم ، والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها ، ومجاوزة حدود الله بالاعتداء على القوم ، واتقوا الله بفعل ما أمركم به واجتناب ما نهاكم ﴿إن الله شديد العقاب﴾ لمن عصى وخالف .
(۷/۴۱۸ ، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء ، والتعاون على الخير وتعظيم شعائر الله)

ما في " تفسير المظهري " : يعني لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات ولا على الظلم لتشفى صدوركم بالانتقام . (۳/ ۴۸)

ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر ، وترك المنكرات وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (۱/ ۴۷۸)

ما في " كنز العمال " : عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من نصر قوماً على غير الحق فهو كالبعير الذي تردى فهو ينزع بذنبه " .
(۳/۴۰۲ ، رقم الحديث : ۷۶۵۳)

ما في " جواهر الفقه " : قال العلامة المفتي محمد شفيع رحمه الله : إن الإعانة على المعصية حرام مطلقاً بنص القرآن أعني قوله تعالى :﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ ، وقوله تعالى :﴿فلن أكون ظهيراً للمجرمين﴾ ، ولكن الإعانة حقيقة هي ما قامت المعصية بعين فعل المعين ، ولا يتحقق إلا بنية الإعانة أو التصريح بها أو تعينها في استعمال هذا الشيء بحيث لا يحتمل غير المعصية . (۲/۴۴۷)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " . (۲/۶۴۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ...... وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هدية والأكل منها .
(۵/۳۴۳)(فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۲۱۸۲)

کتاب الهبة

(هدیه کے مسائل)

بعض خاص مواقع پر دوست واحباب کو تحفہ دینا

مسئلہ (۱۶۳): مختلف مواقع پر مثلاً بیماری کے بعد صحت یابی، نوکری یا کاروبار میں ترقی، کسی مقام پر جاکر واپس آنے، یا مختلف تقریبات مثلاً بچے کی پیدائش، نیا گھر یا جائداد کی خریدی، اسکول یا مدرسہ میں مطلوبہ درجہ میں داخلہ یا کامیابی کے موقع پر اپنے دوست واحباب اور متعلقین کو تحفہ دینا، نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسرے کو تحفہ دینے کی تلقین کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے [1]، نیز آپ ﷺ کا یہ معمول مبارک بھی تھا کہ تحفہ دینے والے کو اسی وقت یا کسی اور موقع پر تحفہ پیش فرماتے تھے [2]۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " تَهَادَوْا تَحابّوْا ، وهاجروا تورِّثوا أولادكم مجداً ، وأقيلوا الكِرَام عثراتهم " .

(مجمع الزوائد : ۱۸۵/۴ ، رقم الحديث : ۶۷۱۶ ، المعجم الأوسط للطبراني : ۲۵۴/۵ ، رقم الحديث : ۷۲۴۰ ، كنز العمال : ۴۴/۶ ، رقم الحديث : ۱۵۰۵۱ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۴۷۹/۶ ، رقم الحديث : ۸۹۷۶ ، نصب الراية للزيلعي : ۲۹۷/۴ ، كتاب الهبة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة قالت : " كان رسول الله ﷺ يقبَل الهدية ويُثيبُ عليها " . (۳۵۲/۱ ، كتاب الهبة ، باب المكافأة في الهبة ، السنن لأبي داود : ص/۴۹۸، كتاب البيوع، باب في قبول الهدايا ، السنن للترمذي : ۱۶/۲ ، كتاب البر والصلة ، باب ما جاء في قبول الهدية والمكافأة عليها)

اگر کوئی شخص تحفہ دینے والے کو مالی بدلہ نہ دے سکے تو دعا کے کلمات کہہ دے، کہ یہ بھی ہدیہ کا جواب ہے[۱]، لیکن اس نیت سے کسی کو ہدیہ دینا کہ پھر اسی طرح کا ہدیہ اسے واپس مل جائے درست نہیں۔

مرض سے صحتیابی کے بعد پھولوں کا ہار پہنانا

مسئلہ (۱۶۴): بعض اوقات مریض کے بیماری سے شفا پانے پر دوست واحباب اُس کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہیں، دوستوں کا یہ عمل اظہارِ مسرت اور شکرِ نعمت کے لیے ہوتا ہے، اس لیے ایسا کرنا جائز ہے[۲]، مگر اس میں غلو کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس قسم کی چیزیں ابتداءً صحیح نیت سے انفرادی طور پر

---

(۱) ما في " السنن للترمذي " : عن أسامة بن زید قال : قال رسول اللہ ﷺ : " من صنع إلیہ معروف فقال لفاعلہ : " جزاک اللہ خیراً " فقد أبلغ في الثناء " .
(۲/۲۳ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في الثناء بالمعروف ، مشکوۃ المصابیح : ص/ ۲۶۱ ، کتاب البیوع ، باب بعد باب العطایا ، الفصل الثاني ، عمل الیوم واللیلة لإبن السني : ص/ ۱۰۱ ، باب ما یقول لمن صنع إلیہ معروفاً)

ما في " مرقاة المفاتیح " : (فقد أبلغ في الثناء) أي بالغ في أداء شکرہ ، وذلک أنہ اعترف بالتقصیر وأنہ ممن عجز عن جزائہ وثنائہ ، ففوّض جزاءہ إلی اللہ لیجزیہ الجزاء الأوفی . (۱۹۳/۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأما بنعمةِ ربّک فَحَدِّث﴾ . (سورة الضحی : ۱۱)

ما في " تفسیر المظھري " : والتحدّث بنعمة شکر . (۲۶۵/۱۰)=

شروع ہوتی ہیں، پھر آگے چل کر با قاعدہ رسم کی شکل اختیار کر جاتی ہیں، اور اُن کا التزام ہونے لگتا ہے، جس میں کئی قباحتیں اور ناجائز اُمور بھی شروع ہو جاتے ہیں، اِس لیے ان کے سدّ باب کے لیے ایسے اُمور سے احتراز ضروری ہے [۱]، شکرِ نعمت کی حقیقت یہ ہے کہ معاصی سے توبہ کی جائے اور منعِمِ حقیقی کی طرف رجوع کیا جائے۔[۲]

= ما في " الحديث النبوي " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " تَهَادوْا تَحابّوْا ، وهاجروا تورِّثوا أولادكم مجداً ، وأقيلوا الكِرَام عثراتهم " .

(مجمع الزوائد : ۴/۱۸۵ ، رقم الحديث : ۶۷۱۶ ، المعجم الأوسط للطبراني : ۵/۲۵۴ ، رقم الحديث : ۷۲۴۰ ، كنز العمال : ۶/۴۴ ، رقم الحديث : ۱۵۰۵۱ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۶/۴۷۹ ، رقم الحديث : ۸۹۷۶ ، نصب الراية للزيلعي : ۴/۲۹۷ ، كتاب الهبة ، الأدب المفرد للبخاري :ص/۲۰۵ ، باب قبول الهدية)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة قالت : " كان رسول الله ﷺ يقبَل الهدية ويُثيبُ عليها " . (۱/۳۵۲ ، كتاب الهبة ، باب المكافأة في الهبة ، السنن لأبي داود : ص/۴۹۸ ، كتاب البيوع ، باب في قبول الهدايا ، السنن للترمذي : ۲/۱۶ ، كتاب البر والصلة ، باب ما جاء في قبول الهدية والمكافأة عليها)

ما في " فتاوى ابن حجر ":حول ما اعتاده الناس تقديم هدية للمريض عند عيادته قال: إنه إحسان للمعارف وللأقارب ، وهو سنة . (۲/۳۱ ، على شبكة الانترنيت)

(۱) ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرَّمة إذا كان المقصد محرَّمًا ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجبًا . (ص/۴۶)

(۲) ما في " تفسير المظهري " : مسئلة : يجب الشكر على كل نعمة ، والشكر صرف النعمة في رضاء المنعِم ، فشكر نعمة المال صرفها بالإخلاص في سبيل الحق ، وشكر نعمة البدن أداء الواجب ، والاجتناب عن المعاصي ، وشكر نعمة العلم والعرفان التعليم والإرشاد . (۱۰/۲۶۵) (احسن الفتاویٰ:۸/۱۵۳)

کتاب الوقف

(وقف کے احکام)

نابالغ بچہ کا وقف

مسئلہ (۱۶۵): اگر نابالغ بچہ اپنی کسی ملکیت کو وقف کرے، تو اس کا وقف کرنا درست نہیں ہوگا[۱]، کیوں کہ وقف کے صحیح ہونے کے لیے واقف کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے[۲]، شریعت نے نابالغ بچوں کو اپنے مال میں صرف اُن ہی معاملات میں تصرف کا اختیار دیا ہے، جن میں اُن کے لیے خالص نفع کا پہلو ہو، یا یہ کہ نقصان کا اندیشہ موہوم ہو، اور ایسے تصرفات جن میں دنیاوی اعتبار سے صرف نقصان ہو، وہ اس کے مجاز نہیں ہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ ان میں اپنی نادانی اور بے شعوری کی وجہ سے اپنا نقصان کربیٹھیں، اور وقف چونکہ ایسے ہی تصرفات میں داخل ہے، اس لیے بچہ کا وقف کرنا درست نہیں ہوگا۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما الذي یرجع إلی الواقف فأنواع : منها العقل ومنها البلوغ، فلا یصح الوقف من الصبي والمجنون ، لأن الوقف من التصرفات الضارة لکونه إزالة الملک بغیر عوض ، والصبي والمجنون لیسا من أهل التصرفات الضارة ، ولهذا لا تصح منهما الهبة والصدقة والإعتاق ونحو ذلک .

(۳۹۵/۸ ، کتاب الوقف والصدقة ، فصل في شروط الجواز)

(۲) ما في " حاشیة القدوري " : وشرطه ما هو شرائط في سائر التبرعات من کونه عاقلا بالغًا حرًا . (ص/۱۳۸ ، کتاب الوقف)

ما في " البحر الرائق " : وشرائطه أهلیة الواقف للتبرع من کونه حرًا عاقلا بالغًا .

(۳۱۳/۵ ، کتاب الوقف ، کذا في التنویر مع الدر والرد : ۴۱۰/۶)=

كتاب الحظر والإباحة

(مباح وممنوع چیزوں کے احکام)

ریلوے ملازم کا ''ریلوے قانون'' کی خلاف ورزی

مسئلہ (۱۶۶): بعض لوگ ریلوے میں ملازم ہوتے ہیں، ریلوے کے قانون کے مطابق ان لوگوں کو ایک سال میں کئی مرتبہ مفت پاس ملتا ہے، کہ وہ جہاں چاہیں بلاٹکٹ کے پاس دکھا کر آجا سکتے ہیں، اب یہ لوگ دوسرے کے بچوں اور رشتہ داروں کو اپنا بچہ اور رشتہ دار بتا کر پاس دے کر ان سے روپئے وصول کرتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً ناجائز ہے، کیوں کہ یہ طریقہ دھوکہ دہی اور خیانت پر مبنی ہے، جو شرعِ اسلامی میں منع ہے۔[1]

= ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتصرف الصبي والمعتوه إن كان نفعًا محضًا كالإسلام والاتهاب صح بلا إذن ، وإن ضارًا كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وإن إذن به وليهما . قال الشامي رحمه الله : قوله : (وإن ضارًا) أي من كل وجه : أي ضررًا دنيوياً ، وإن كان فيه نفع أخروي كالصدقة والقرض. (۲۰۷/۹ – ۲۰۸ ، كتاب المأذون ، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه الخ) (فتاویٰ محمودیہ:۶۴/۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن للترمذي " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " من غش فليس منا " . (۲۴۵/۱ ، أبواب البيوع ، ما جاء في كراهية الغش ، الصحيح لمسلم : ۷۰/۱ ، باب قول النبي ﷺ من غشنا ، السنن لإبن ماجة :ص/۱۶۱ ، أبواب التجارة ، باب النهي عن الغش)=

بلاٹکٹ سفر کرنے والا کرایہ کس طرح ادا کرے؟

مسئلہ (۱۶۷): اگر کوئی شخص ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک بلاٹکٹ سفر کرے، جو جائز نہیں ہے، تو اسے چاہیے کہ جتنی دفعہ اس نے بلاٹکٹ سفر کیا، اتنی دفعہ کرایہ کا حساب لگا کر ٹکٹ خرید لے اور ضائع کردے، اس طرح ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہوجائے گا، کیوں کہ اس صورت میں حق، صاحبِ حق کو پہنچ جاتا ہے۔ [1]

= ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس قال : قَلَّمَا خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال : " لا إيمان لمن لا أمانة له ، ولا دين لمن لا عهد له " .

(۱/۱۵ ، كتاب الإيمان ، الفصل الثاني) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۴۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى الحلال فهي حسنة .

(۶/۳۹۰ ، كتاب الحيل ، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المستحَق بجهة إذا وصل إلى المستحِق بجهة أخرى اعتبروا أصلاً بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه ، وإلا فلا . (۷/۲۱۵ ، كتاب البيوع ، مطلب : ردّ المشتري فاسداً إلى بائعه . الخ)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه .

(۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء .

(۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر ، كذا في الفتاوى الهندية : ۵/۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۴۳۱)

سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر فرسٹ کلاس میں سفر

مسئلہ (۱۶۸): بعض لوگ سفر کرنے کے لیے ریلوے کا سیکنڈ کلاس (SECOND CLASS) ٹکٹ لیتے ہیں، اور سیکنڈ کلاس میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے فرسٹ کلاس (FIRST CLASS) میں سفر کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ حکومت کی طرف سے سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ کی جو منفعت متعین ہے، ٹکٹ کا خریدار (مستاجر) اسی منفعتِ متعینہ کا حق دار ہے، اگر اس سے زائد منفعت اٹھاتا ہے، تو وہ اس زائد منفعت کی قیمت کا ضامن ہوگا، اس لیے کہ سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ کی بہ نسبت فرسٹ کلاس ٹکٹ کی مالیت زیادہ ہوتی ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مختصر القدوري " : ويجوز استيجار الدوابّ للركوب والحمل ، فإن أطلق الركوب جاز له أن يركبها من شاء ، وكذلک إن استأجر ثوباً للبس وأطلق ، فإن قال له على أن يركبها فلان أو يلبس الثوب فلان فأركبها غيره ، أو ألبسه غيره كان ضامناً . (ص/۱۰۱ ، كتاب الإجارة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يتفق الفقهاء على أن المستأجر يلزمه أن يتبع في استعمال العين ما أعدت له مع التقيّد بما شرط في العقد ، أو بما هو متعارف إذا لم يوجد شرط ، وله أن يستوفي المنفعة المعقود عليها ، أو ما دونها من ناحية استهلاک العين والانتفاع عليها ، وليس له أن ينتفع منها بأكثر مما هو متفق عليه ، فإذا استأجر الدابة لركوبه الخاصّ فليس له أن يتخذها لغير ذلک .

(۱/۲۷۰ ، الإجارة ، استعمال العين حسب الشرط أو العرف ، المهذب للشيرازي : ۱/۴۰۲ ، ۴۰۳ ، مطبعة عيسى الحلبي)

ما في " البحر الرائق " : (وإن سمّى نوعاً وقدراً ككرّ بُرّ له حمل مثله وأخفّ لا آخر كالملح) . كنز . قال ابن نجيم : الأصل أن من استحق منفعة مقررة بالعقد فاستوفى تلک المنفعة أو مثلها أو أقل منها جاز ، وإن استوفى أكثر منها لم يجز .

(۷/۵۲۴ ، كتاب الإجارة ، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها ، هدايه : ۳/۲۹۹ ، كتاب الإجارة)

مالی تاوان

مسئلہ (۱۶۹): کبھی دو فریق آپس میں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، تو ایک تیسرا فریق ان کے درمیان صلح کرنے کے لیے، ان میں سے جس کی غلطی ہو، اس پر مالی تاوان رکھتا ہے، تو یہ مالی تاوان لازم کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر کسی معاملہ میں کسی فریق کا واقعی کچھ خرچ ہوا ہے، یا اس نے دوسرے فریق کا حق دبایا ہے، تو وہ لیا جا سکتا ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وعن أبي يوسف : يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال ، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز ، ومثله في المعراج . وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف ، قال في الشرنبلالية : ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه ..... إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .... والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال .

(۶۱/۶ ، ۷۷ ، كتاب الحدود ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، كذا في البحر الرائق : ۶۸/۵ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير)

ما في " النهر الفائق " : وفي " شرح الآثار " : التعزير بأخذ المال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ ، كذا في المجتبى ، وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لا يجوز التعزير به . (۱۶۵/۳ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير)

ما في " اعلاء السنن " : والتعزير بالمال جائز عند أبي يوسف ، وعندهما وعند الأئمة الثلاثة لا يجوز ، وتركه الجمهور للقرآن والسنة ، وأما القرآن فقوله تعالى : ﴿فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم﴾ . وأما السنة فإنه عليه السلام قضى بالضمان بالمثل ، ولأنه خير يدفعه الأصول ، فقد أجمع العلماء على أن من استهلك شيئاً لم يغرم إلا مثله أو قيمته . (۷۳۳/۱۱ ، كتاب الحدود ، باب التعزير بالمال)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۳۷۰)

عجیب دھوکہ دہی

مسئلہ (۱۷۰): بعض لوگ کسی شخص کا موبائل نمبر کہیں سے حاصل کرکے ، بذریعہ ایس ایم ایس (SMS) یا کال، اپنے آپ کو کسی مشہور کمپنی کا ایجنٹ اور نمائندہ بتا کر کہتے ہیں کہ کمپنی نے اپنے گاہکوں کے درمیان قرعہ اندازی کرکے آپ کو مثلاً ۲۰/لاکھ یا ۲۵/لاکھ کے انعام کا مستحق قرار دیا ہے، اس لیے آپ اپنا بینک اکاؤنٹ نمبر ہمیں بھیج دیں، ہم آپ کے انعام کی رقم اس اکاؤنٹ نمبر سے آپ کو روانہ کردیں گے، البتہ اس رقم کے روانہ کرنے پر جو خرچ آئے گا، وہ آپ کو برداشت کرنا ہوگا، لہٰذا آپ خرچ کی وہ رقم ہمارے فلاں اکاؤنٹ میں جمع کردیں، اس کے بعد ہی آپ کے انعام کی یہ رقم آپ کے اکاؤنٹ میں منتقل کی جائے گی، سامنے والا فریق مطلوبہ رقم ان کے بتائے ہوئے اکاؤنٹ میں جمع کرتا ہے، تو اسے متوقع انعام کی رقم تو نہیں ملتی مگر وہ اپنی رقم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اور رنج والم کا شکار ہوتا ہے، اس طرح کسی کو دھوکہ دے کر اس سے رقم اینٹھنا اور اسے استعمال کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، جس پر بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔[1]

عام لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے ٹھگوں اور لٹیروں سے ہوشیار وچوکنا رہیں، تاکہ ان کے گاڑھے پسینے کی حلال کمائی، کوئی اس طرح دھوکہ دے کر نہ لینے پائے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)=

ڈاکٹروں کا زیادہ کمیشن والی دوا تجویز کرنا

مسئلہ (۱۷۱): بعض دوا ساز کمپنیاں اپنی دواؤں کی فروخت اوران کی تشہیر کے لیے ڈاکٹروں کو مخصوص مقدار میں کمیشن اور گفٹ وغیرہ دیتی ہیں، کمپنیوں کا ڈاکٹروں کو کمیشن اورگفٹ دینا اور ڈاکٹروں کا اسے لینا شرعاً جائز ودرست ہے (۱)، مگر مریض کا معائنہ کرنے اورمرض کی تشخیص ہوجانے کے بعد، دوسری وہ دوا جوزیادہ کارآمداورمفید ہو، تجویز نہ کرنا، بلکہ محض کمیشن وغیرہ کی غرض سے زیادہ کمیشن والی دوا تجویز کرنا، اس پیشہ کے ساتھ دھوکہ دہی (۲)، خیانت (۳) اورمریض کے ساتھ سراسرظلم ہے (۴)، اوراس طرح کمیشن اورگفٹ لینااوردینا بھی شرعاًناجائزہے،اس سےاحترازلازم ہے۔

= ما في " روح المعاني " : والمراد بالباطل ما يخالف الشرع كالربوا والقمار والبخس والظلم ، وعن الحسن : وهو ما كان بغير استحقاق في طريق الأعواض .
(۲۲/۵)

ما في " الصحيح لمسلم " : قال رسول الله ﷺ : " من غشّنا فليس منّا " .
(۷۰/۱، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا، جامع الترمذي : ۲۴۵/۱ ، البيوع، باب ما جاء في كراهية الغشّ في البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل .... وفي الحاوي : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به .
(۸۷/۹ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، مطلب في أجرة الدلال ، بيروت)=

= (۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : " من غشّنا فليس منا " .

(۱/۷۰ ، باب قول النبي ﷺ : من غشّنا فليس منا ، جامع الترمذي : ۱/۲۴۵ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغشّ في البيوع ، السنن لإبن ماجة : ص/۱۶۱ ، أبواب التجارة ، باب النهي عن الغشّ)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا آمٰنٰتكم وأنتم تعلمون﴾ . [سورة الأنفال : ۲۷] وقوله تعالى : ﴿وإما تخافنّ من قوم خيانة فانبذ إليهم على سوآء إن الله لا يحب الخآئنين﴾ . (سورة الأنفال : ۵۸)

ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه الصلاة والسلام : " كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثاً هو لک به مصدق ، وأنت له به كاذب " .

(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ، لا يخونه ولا يكذبه ، ولا يخذله ..... " . الحديث .

(۲/۱۴ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ، رقم الحديث : ۱۹۲۷ ، مشكوة المصابيح :ص/۴۲۲ ، كتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة على الخلق ، رقم الحديث : ۲۵۶۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد عدّ الذهبي ، وابن حجر الهيثمي الخيانة من الكبائر ثم قال : الخيانة قبيحة في كل شيء ، لكن بعضها أشدّ وأقبح من بعض .

(۲/۱۸۶ ، الزواجر عن اقتراف الكبائر لإبن حجر الهيثمي : ۲/۵۱۳)

(۴) ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ قال : " الظُلْمُ ظُلُمَاتٌ يومَ القِيامَةِ " .

(۳/۱۲۶ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في الظلم ، رقم الحديث : ۲۰۳۰ ، بيروت ، صحيح البخاري :ص/۴۳۰ ، رقم الحديث : ۲۴۴۷ ، كتاب المظالم ، باب الظلم يوم القيامة ، بيروت)

قاریٔ قرآن کا کسی کی تعظیم میں کھڑا ہونا

مسئلہ (۱۷۲): اگر کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کررہا ہو، اور اس درمیان اس کے پاس کوئی شخص آجائے، تو قاریٔ قرآن کے لیے اس کی تعظیم میں کھڑا ہونا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ آنے والا شخص عالمِ دین ہے، یا اس قاری کا باپ ہے، یا اس کا استاذ ہے، جس نے اس کو علمِ دین کی تعلیم دی، تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " الفتاوى الهندية " : قوم يقرؤن القرآن من المصاحف أو يقرأ رجل واحد فدخل عليه واحد من الأجلة أو الأشراف فقام القارئ لأجله ، قالوا : إن دخل عالم أو أبوه أو أستاذه الذي علّمه العلم جاز له أن يقوم لأجله ، وما سوى ذلک لا يجوز ، كذا في فتاوى قاضي خان . (۳۱۶/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن الخ ، فتاوى قاضيخان : ۳۷۷/۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل التسبيح والتسليم والصلاة على النبي ﷺ الخ)

ما في " رد المحتار " : وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيماً لا يكره إذا كان ممن يستحق التعظيم . (۵۵۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره)

(کفایت المفتی: ۱۳۲/۱)

دورانِ حمل اَلٹراساؤنڈ (Ultra Sound) کروانا

مسئلہ (۱۷۳): بعض مرتبہ طبی اغراض کے پیشِ نظر عورت دورانِ حمل اَلٹراساؤنڈ (Ultra Sound) کرواتی ہے، جس کے ذریعہ جہاں دیگر طبی امور کی تفتیش وتشخیص مطلوب ہوتی ہے، وہیں پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے، ایسے موقع پر عورت کا یہ دریافت کرنا کہ حمل لڑکا ہے یا لڑکی؟ اسی طرح معالج کا اس استفسار کا جواب دینا، گرچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے [۱]، مگر یہ عمل فضول ہونے کے ساتھ ساتھ بسا اوقات میاں بیوی میں اختلاف ونزاع کا سبب بن کر علیحدگی تک کے واقعات دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں، نیز کئی ایک واقعات میں خلافِ توقع نتیجہ سامنے آنے کی بناء پر لڑکی ذہنی ٹینشن کی وجہ سے بچہ کی پیدائش کے دوران اپنی جان سے بھی ہاتھ دھوبیٹھتی ہے، یا پھر حمل کے ضائع ہونے کا شدید اندیشہ ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکومتِ وقت نے بھی اس طرح کی جانچ پر پابندی لگارکھی ہے، جس میں یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ حمل لڑکا ہے یا لڑکی؟ بہرکیف اس لایعنی حرکت سے احتراز ہی بہتر ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " قواعد الفقه " : " ألاصل في الأشياء الإباحة " .

(ص/ ۵۹ ، رقم المادة : ۳۳)

(۲) ما في " الشامية " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور. (۵/۲۲۳ ، مكتبه نعمانيه،

اعلام الموقعين : ۳/۱۷۵ ، فصل في سد الذرائع) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۱۴۸)

تین دن سے زیادہ ترک تعلق

مسئلہ (۱۷۴): کسی دنیوی امر مثلاً آپسی رنجش، خاندانی جھگڑا وفساد وغیرہ کی بنا پر کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلم بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرے، لیکن اگر یہ ترکِ تعلق کسی دینی امر کی وجہ سے ہو، جیسے اہلِ بدعت واہلِ ہویٰ سے، اُن کے مرتکبینِ بدعت ومتبعینِ ہویٰ ہونے کی وجہ سے ترکِ تعلق ہو، تو یہ تین دن سے زائد بھی درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن عائشة رضي الله عنها ، أن رسول الله ﷺ قال : " لا يكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلاثة .... " . الحديث . رواه أبوداود . (۱۴۰۰/۳ ، رقم الحديث : ۵۰۳۴ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، المكتب الإسلامي بيروت ، عون المعبود : ص/۲۱۱۵ ، رقم الحديث : ۴۹۱۰ ، كتاب الأدب ، باب في هجرة الرجل أخاه ، رقم الحديث : ۴۹۱۲ ، ۴۹۱۳)

ما في " التعليق الصبيح " : قال التوربشتي : ...... وأما إذا كان الهجران في حق من حقوق الله فله ما فوق ذلک . ولقد هجر رسول الله ﷺ الثلاثة الذي خُلّفوا كعب بن مالک وهلال بن أمية ومرارة بن الربيع رضي الله عنهم ، فلم يكلّمهم خمسين يوماً وأمر الناس بهجرانهم ، ولما أعتل بعير صفية فقال رسول الله ﷺ لزينب : أعطيها بعير أو كان عندها فضل ظهر ، فقالت : أنا أعطي تلک اليهودية ، فغضب رسول الله ﷺ فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر .... قلت : وقد وجدنا من السلف من هجر أخاه المسلم في أمر كرهه عنه من أمور الدين السنة والسنتين ، ومنهم من هاجر صاحبه في ذلک عمره ، ورؤوا أنفسهم في فسحة من ذلک ما لم يعدّ المهجور عما ابتدعه ، كذا في " شرح المصابيح " للتوربشتي .

(۲۶۷/۵ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)=

مقرر، شاعر یا نعت خواں کو دادِ تحسین

مسئلہ (۱۷۵): کسی مقرر، شاعر یا نعت خواں وغیرہ کے کلام کے دوران، یا اس کے اختتام پر حوصلہ افزائی کے لیے تالیاں بجانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے[۱]، اسی طرح بعض لوگ کسی مقرر، شاعر یا نعت خواں سے کسی اچھی بات یا اچھے شعر کے سننے پر منہ میں اپنی زبان کو حرکت دے کر ''چُک چُک'' کی آواز نکالتے ہیں، یہ عمل بھی صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ جب مقرر کے کلام میں ملک وملّت کی خیرخواہی، مالکِ حقیقی کی حمد وثنا، آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کو سنے، تو بوقتِ ضرورت ''سبحان اللّٰہ''، ''ماشاء اللّٰہ''، اور ''بارک اللّٰہ'' جیسے کلمات سے اس کی حوصلہ افزائی کریں[۲]، بے موقع ''سبحان اللّٰہ''، ''ماشاءاللّٰہ'' اور ''بارک اللّٰہ'' جیسے کلمات کہنا، اس میں جہاں اِن کلمات کا استخفاف معلوم ہوتا ہے[۳]، وہیں مقرر، شاعر یا نعت خواں کی تحقیر کی بُو آتی ہے[۴]، اور یہ دونوں باتیں شرعاً ممنوع ہیں۔

= ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : .... وأما هجران الوالد الولد ، والزوج الزوجة ، ومن كان في معناهما فلا يضيق أكثر من ذلك ، وقد هجر رسول الله ﷺ نسائَهُ شهراً . انتهى . قال السيوطي : .... وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب إلى وقت ظهور التوبة ، ومن خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه الدين أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته ، والبعد عنه ، وربّ هجر حسن خير من مخالطة مؤذية .

(۱۳/ ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، كتاب الأدب ، باب في هجرة الرجل أخاه ، معالم السنن للخطابي : ۴/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۱۳۴۴ ، باب النهي عن التهاجر)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما كان صلوتهم عند البيت إلا مكآء وتصدية﴾ . (الأنفال : ۳۵)=

= ما في " تأويلات أهل السنة للماتريدي " : قال أبو عوسجة : المكاء شبه الصفير ، والتصدية ضرب اليدين، وهو من الصدى من الصوت . (۵/۱۹۴، ۱۹۵)

ما في " الدر المنثور " : عن ابن عمر قال : المكاء الصفير ، والتصدية التصفيق .
(۳/۳۳۲، ۳۳۳)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : وقيل : المكاء الضرب بالأيدي والتصدية الصياح .
(۱/۲۸۵)

ما في " تفسير النسفي لأبي البركات " : إنهم كانوا يطوفون بالبيت عراة ، وهم مشبكون بين أصابعهم يصفرون فيها ويصفقون . (۱/۶۴۳، ۶۴۴)

ما في " رد المحتار " : كره كل لهو ..... أي كل لعب وعبث .... والإطلاق شامل لنفس الفعل كالرقص والسخرية والتصفيق ، فإنها كلها مكروهة ، لأنها زي الكفار " . (۹/۵۶۶ ، كتاب الحظر الإباحة)

(۲) ما في " السنن لأبي داود " : عن موسى بن أبي عائشة قال : " رجل يصلي فوق بيته ، وكان إذا قرأ : ﴿أليس ذلک بقٰدرٍ علىٓ أن يحيي الموتى﴾ قال : سبحانک فبکی ، فسألوه عن ذلک فقال : سمعته من رسول الله ﷺ " .

(ص/۱۲۸ ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء في الصلاة)

(۳) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا وصف الله بما لا يليق به ، أو سخر بإسم من أسماء الله تعالى ، أو بأمر من أوامر يكفر . (۴/۲۳۴ ، كتاب أحكام المرتدين)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا يسخر قومٌ من قومٍ عسىٓ أن يكونوا خيراً منهم ، ولا نسآءٌ من نسآءٍ عسىٓ أن يّكنّ خيراً منهنّ ، ولا تلمزوآ أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب ، بئس الإسم الفسوق بعد الإيمان﴾ . (سورة الحجرات : ۱۱)

ما في " فتح الباري " : قوله : ﴿لا يسخر﴾ نهى عن السخرية ، وهو فعل الساخر ، وهو الذي يهزء منه ، والسخرية تسخير خاص ، والسخرية سياقه الشيء إلى الغرض المختص به قهراً ، وقد أخرج المسلم عن أبي هريرة عنه رفعه في اثناء حديث : " بحسب من الشرّ أن يحقر أخاه المسلم " .

(۱۰/۵۶۹ ، باب قول الله تعالى : يآيها الذين اٰمنوا لا يسخر . الخ)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۹۷۱۷)

شادی کی سالگرہ منانا

مسئلہ (۱۷۶): بعض لوگ اپنی شادی کی سالگرہ مناتے ہیں، وہ اس طرح کہ میاں بیوی اس خوشی کے دن کی یاد میں سیر وتفریح کے لیے نکلتے ہیں، گھر سے باہر کسی اچھی ہوٹل میں ڈنر(کھانا) کھاتے ہیں، اور ایک دوسرے کو کوئی گفٹ وغیرہ دیتے ہیں، شرعاً سیر وتفریح کے لیے نکلنا[۱]، کسی ہوٹل میں کھانا کھانا، اور میاں بیوی کا ایک دوسرے کو ہدیہ دینا[۲]، اس میں کوئی قباحت نہیں، یہ سب امور مباح ہیں، لیکن مسلمانوں میں اس کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے، جو قابلِ مذمت عمل ہے، کیوں کہ جب آپ ﷺ نے ہمیں عبادتوں میں غیروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا[۳]، تو اس طرح کے رسم ورواج میں ان کی تقلید کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے[۴]، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : قال الله تبارک وتعالی : ﴿قل سیروا في الأرض ثم انظروا کیف کان عاقبة المکذّبین﴾ . [سورة الأنعام : ۱۱] ﴿قل سیروا في الأرض فانظروا کیف کان عاقبة المجرمین﴾ . [سورة النمل : ۶۹] ﴿قل سیروا في الأرض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل﴾ . [سورة الروم : ۴۲]

(۲) ما في " الآداب للبیهقي " : عن أبي هریرة ، عن النبي ﷺ : " تَهادَوا تَحابُّوا " .

وفیه أیضاً : عن أنس بن مالک : " أن رسول الله ﷺ کان یأمرنا بالهدیّة والصلة بین الناس " . (ص/۴۰ ، رقم الأحادیث : ۱۰۰ – ۱۰۱ ، باب في الهدیة ، بیروت)=

= (۳) ما في " كنز العمال " : (عن أبي موسى) قال : كانت يهودُ تتخذُ يوم عاشوراء عيداً ، فقال رسول الله ﷺ : " خالفوهم وصوموا أنتم " .

(۸/ ۲۶۲ ، رقم الحديث : ۲۴۲۴۶)

وفيه أيضاً : (عن ابن عباس) : " صوموا يوم عاشوراء ، وخالفوا فيه اليهود ، وصوموا قبله يوماً وبعده يوماً " . (۸/ ۲۶۰ ، رقم الحديث : ۲۴۲۱۶)

وفيه أيضاً : (عن ابن عباس) : " إن عشنا خالفناهم وصمنا اليوم التاسع " .

(۸/ ۲۶۲ ، رقم الحديث : ۲۴۲۴۹ ، كتاب الصوم)

ما في " المبسوط للسرخسي " : واعلم بأن الأوقات التي تكره فيها الصلاة خمسة ، ثلاثة منها لا يصلى فيها جنس الصلوات ، عند طلوع الشمس إلى أن تبيض ، وعند غروبها إلا عصر يومه ، فإنه يؤديها عند الغروب .... والأصل فيه حديث الصنابحي : " أن النبي ﷺ نهى عن الصلاة عند طلوع الشمس ، وقال : إنها تطلع بين قرني الشيطان ، كأن الشيطان يزيّنها في عين من يعبدونها حتى يسجدوا لها ، فإن ارتفعت فارقها ، فإذا كان عند قيام الظهيرة قارنها ، فإذا مالت فارقها ، فإذا دنت للغروب قارنها ، فإذا غربت فارقها ، فلا تصلوها في هذه الأوقات " .

(۱/ ۳۰۲ ، باب مواقيت الصلاة)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(هود : ۱۱۳)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة: لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيي بزيّهم ، وتعظيم ذكرهم . (۱۰/ ۲۲۶ ، تفسير المظهري : ۴/ ۴۳۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ": قال قتادة: معناه ؛ لا تؤدوهم ولا تطيعوهم، وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم . (۹/ ۱۰۸)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي " : والنهي متناول لانحطاط في هواهم ،

....

....

....

....

والانقطاع إليهم، ومصاحبتهم ، ومجالستهم ، وزيارتهم ، ومداهنتهم ، والرضا بأعمالهم ، والتشبه بهم ، والتزيي بزيّهم ، ومدّ العين إلى زهرتهم ، وذكرهم بما فيه تعظيم لهم . (۵/۳۵۰ ، روح المعاني : ۷/۱۳۳۱)

ما في " التفسير المنير " : ولا تميلو إلى الظالمين بمودة أو مداهنة ، أو رضىً بأعمالهم ، أو استعانة بهم، أو اعتماد عليهم ، فتصيبكم النار بركونكم إليهم .

(۶/۴۹۲)

ما في " السنن لأبي داود " : عن ابن عمر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، قديمي)

ما في " بذل المجهود " : قال الملا علي القاري : من شبّه نفسه بالكفار ، مثلا في اللباس وغيره ، أو بالفساق ، أو الفجار ، أو بأهل التصوف ، والصلحاء والأبرار ، فهو منهم ، أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹)

ما في " شرح الطيبي مشكوة المصابيح " : قال الطيبي : قوله ﷺ : " من تشبه بقوم " . هذا عام في الخلق والخلق ، والشعار ، وإذا كان الشعار أظهر في التشبيه .

(۸/۲۳۲ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . أي من شبّه نفسه بالكفار ، مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق والفجار ، أو بأهل التصوف ، والصلحاء والأبرار . (۸/۲۲۲ ، كتاب اللباس، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۳۴۷)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۲۶۳۱)

تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Naiht) خود احتسابی کا موقع

مسئلہ (۱۷۷): تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Naiht)

یعنی سال کی تکمیل، جس کی خوشی اور نئے سال کی آمد پر پوری رات شراب وشباب چلتا ہے، محفلیں سجائی جاتی ہیں، تھرٹی فرسٹ نائٹ یعنی ۳۱ دسمبر کی رات آنے سے قبل ہی کئی دنوں قبل اس کی تیاریاں کی جاتی ہیں، تھرٹی فرسٹ نام کی ایسی کوئی چیز نہیں جس کی بنیاد پر محفلیں سجائی جائیں، اورخوشیاں منائی جائیں، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، کیوں کہ تھرٹی فرسٹ نائٹ خوشی منانے کا نہیں بلکہ خود احتسابی کا موقع ہے، انسان اپنا محاسبہ کرے اور آئندہ کے لیے برائیوں اور گناہوں سے بچنے کا عزم کرے، نہ یہ کہ سال کا آغاز ہی برائیوں کے ارتکاب، یا ایسی محفلوں میں شرکت سے کیا جائے، جن میں ایسی فحاشی وعیاشی کی دعوت دی جاتی ہے، جس سے سماج ومعاشرہ شرمساراور اللہ اوراس کے رسول ﷺ غضبناک، ہوتے ہیں، اور اجتماعی طور پر برائیاں وجود میں آتی ہیں، لہٰذا تمام مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کو ایسی مجالس میں شرکت سے احتراز کرنا چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون ○ إنما يريد الشيطٰن أن يوقع بينكم العداوة والبغضآء في الخمر والميسر ويصدّكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل أنتم منتهون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰ - ۹۱)=

= ما في " تفسير أبي السعود " : ولقد أكّد تحريم الخمر والميسر في هذه الآية الكريمة بفنون التاكيد ، حيث صُدّرت الجملة بإنما وقُرنا بالأصنام والأزلام ، وسُمّيا رجساً من عمل الشيطان تنبيهاً على أن تعاطيها شرٌ بحتٌ ، وأمر بالاجتناب عن عينهما وجعل ذلك سبباً يُرجى عنه الفلاح ، فيكون ارتكابهما خَيبة ومَحقةٌ ، ثم قرر ذلك ببيان ما فيهما من المفاسد الدنيوية والدينية المقتضية للتحريم .

(۵۳۸/۲ ، سورة المائدة : ۹۰ ، مكتب البحوث والدراسات ، دار الفكر بيروت)

ما في " المحرّر الوجيز " : قوله عزّ وجلّ : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر ... الخ﴾ . ... وأمر الله تعالى باجتناب هذه الأمور واقترنت بصيغة الأمر في قوله : ﴿فاجتنبوه﴾ نصوص الأحاديث وإجماع الأمة ، فحصل الاجتناب في رتبة التحريم ، فبهذا حرمت الخمر بظاهر القرآن ونص الحديث وإجماع الأمة . (۲۳۳/۲ ، بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها ، عن النبي ﷺ قال : " كلّ شراب أسكر فهو حرامٌ " . (۹۰۴/۲ ، فتح الباري : ۴۱/۱۰ ، مكتبة السلفية ، الصحيح لمسلم : ۱۶۷/۲ ، كتاب الأشربة ، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام ، سنن أبي داود : ص/۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ماجاء في السكر)

ما في " السنن الكبرى للنسائي " : عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده ، عن النبي ﷺ قال : " ما أسكر كثيره فقليله حرام " .

(۱۸۶/۴ ، رقم الحديث : ۶۸۲۰)

ما في " تبيين الحقائق " : قال النبي ﷺ : " كلّ مسكر حرام " . وأيضاً قال النبي ﷺ : " ما أسكر كثيره فقليله حرام " . (۱۰۳/۷ ، بيروت)

ما في " سنن الدار قطني " : عن عامر بن سعد ، عن أبيه ، عن النبي ﷺ قال : " أنهاكم عن قليل ما أسكر كثيره " .

(۲۵۱/۴، دار المحاسن بالقاهرة، رقم الحديث : ۴۶۹۹ ، سنن النسائي : ۳۰۱/۸، المكتبة التجارية ، كذا في السنن لإبن ماجه : ۱۱۲۵/۲ ، مكتبة الحلبي ، الموسوعة الفقهية : ۱۵/۵ ، ۱۶ ، أشربة ، تحريم شربها قليلها وكثيرها)

فصل في اللبس

(لباس وغیرہ کے احکام)

تصویردار سُوئیٹر اور کپڑے پہننا

مسئلہ(۱۷۸): آج کل سردی کا موسم جاری ہے، لوگ سردی سے بچنے کی خاطر سُوئیٹر (Sweater) وغیرہ استعمال کررہے ہیں، جو نہ صرف مباح بلکہ اپنے آپ کو مضر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا شرعاً ضروری ہے، مگر بعض لوگ سردی سے دفاع کے لیے ایسے کپڑے استعمال کرتے ہیں، جن میں جاندار کی تصویریں اُتاری ہوئی ہوتی ہیں، ایسے کپڑوں کا خریدنا اور عام حالات میں ان کا استعمال گناہ ہے، شریعت نے نماز میں خاص طور پر تصویر دار کپڑوں کے استعمال سے منع کیا ہے، کیوں کہ اس سے تصویر پرستی کا وہم پیدا ہوتا ہے، اگر کوئی شخص ایسے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھ لے تو نماز تو ادا ہوجائے گی، لیکن اس کا یہ عمل مکروہِ تحریمی ہوگا اور نماز بھی مکروہ ہوگی، اس لیے ایسے کپڑوں کے پہننے سے احتراز کرنا چاہیے، جن کو پہن کر انسان چلتا پھرتا فوٹو اسٹوڈیو (Photo Studio) یا کسی کمپنی کا مکمل اشتہار (Advertise) نظر آتا ہو۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الصحیح لمسلم " : " لا تدخل الملٰئکة بیتاً فیه کلب ولا صورة " .

(۲/۲۲۰ ، کتاب اللباس والزینة)

ما في " تکملة فتح الملهم " : هذا الحدیث یدل علی أن تصویر ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البیوت ممنوع شرعاً ، واتفق علیه جمهور الفقهاء . (۱۰/۱۳۴)=

= ما في " الدر المنتقى شرح الملتقى مع مجمع الأنهر " : ولبس ثوب فيه تصاوير .... إلا أن تكون صغيرة لا تبدو ، أي لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر إذا كان قائماً وهي على الأرض . (۱/۱۸۸ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " البحر الرائق " : رجل في يده تصاوير وهو يؤم الناس لا تكره إمامته ، لأنها مستورة بالثياب ، فصار كصورة في نقش خاتم وهو غير مستبين ، وهو يفيد أن المستبين في الخاتم تكره الصلاة معه ، ويفيد أنه لا يكره أن يصلي ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار لاستتارها .

(۲/۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، النهر الفائق : ۱/۲۸۳، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير . (۱/۱۰۷ ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۱۱۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكره عند الحنفية والمالكية لبس الثياب التي فيها الصور ، قال صاحب الخلاصة من الحنفية : صلى فيها أو لا . (۱۲/۱۲۲ ، تصوير)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : فأما الثياب التي عليه تصاوير الحيوانات فقال ابن عقيل : يكره لبسها ، وقال الشيرازي : وتكره الصلاة في الثوب الذي عليه الصورة . (۱/۵۷)

ما في " البحر الرائق " : وليس فيه تصاوير لأنه يشبه حامل الصنم فيكره . وفي الخلاصة : وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل ، وهذه الكراهة تحريمية. (۳/۴۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : قوله : وتكره التصاوير على الثوب ... اهـ . ويمكن أن يقال ليس مراد الخلاصة تصوير التصاوير ، بل استعمالها ، أي استعمال الثوب التي هي فيه . (۲/۴۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " خلاصة الفتاوى " : وإن كان التمثال على الإزار والستر فمكروه ..... ويكره التصاوير على الثوب ، صلى فيه أو لم يصل .

(۱/۵۸ ، كتاب الصلاة ، جنس آخر فيما يكره)

ما في " رد المحتار " : لو صلى في ثوب فيه صورة يكره ، وتجب الإعادة ، قال أبو اليسر : هذا هو الحكم في كل صلاة أديت مع الكراهة .

(۲/۴۵۵ ، كتاب الصلاة ، مطلب في تعريف الإعادة)

عریانیت وفحاشیت ڈیزائن والے لباس پہننا

مسئلہ (۱۷۹): بعض کمپنیاں ایسے کپڑے ڈیزائن (Design) کرتی ہیں، جو انتہائی عریانیت اور فحاشیت کی غرض سے پہنے جاتے ہیں، اور یہ کمپنیاں اُن کپڑوں کی نہ صرف اندرون ملک تجارت کرتی ہیں، بلکہ یورپ اور امریکہ وغیرہ بھی برآمد کرتی ہیں، اور وہاں کی بداخلاق اور فحاش عورتیں ان کو پہنتی ہیں، ایسے لباس بنانا اور بیچنا مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے، گرچہ ان کی آمدنی حرام نہیں، جب کہ ان کا پہننا حرام ہے۔[۱]

نوٹ: مکروہ سے مراد، مکروہِ تنزیہی ہے۔

ما في " تبيين الحقائق " : كل صلاة أديت مع الكراهة التحريم ، يشمل ترك الواجب وغيره ، ويؤيده ما مرّ جوابه من وجوب الإعادة بالصلاة في ثوب فيه صورة بمنزلة من يصلي وهو حامل الصنم .

(۱۴۸/۱ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويكره) تحريماً (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم) لأنه إعانة على المعصية .... قلت : وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً ، وإلا فتنزيهاً . نهر .

(۴۲۰/۶ ، ۴۲۱ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، بيروت)

ما في " النهر الفائق شرح كنز الدقائق " : (وكره بيع السلاح من أهل الفتنة) .... لأنه إعانة على المعصية . (۲۶۸/۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، دار الإيمان سهارنفور ، البحر الرائق : ۲۴۰/۵ ، كتاب السير ، باب البغاة ، بيروت ، تبيين الحقائق : ۱۹۹/۴ ، كتاب السير ، باب البغاة ، بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۷۲۵)

بالوں میں آڑی مانگ نکالنا

مسئلہ (۱۸۰): مسلمانوں میں آڑی مانگ نکالنے کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے، لہٰذا اس کو ترک کرنا واجب ہے، مانگ سیدھی نکالنی چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف سے حضور ﷺ کا سیدھی مانگ نکالنا ثابت ہے، اور جن امور میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے احکام میں فرق نہیں فرمایا، ان میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في " روح المعاني " : أي لا تميلوا إليهم أدنى الميل .... ويشمل النهي حينئذ مداهنتهم ، وترك التغيّر عليهم مع القدر والتزيّي بزيهم . (۲۳۱/۷)

ما في " السنن لأبي داود " : عن عائشة قالت : " كنت إذا أردت أن أفرق رأس رسول الله ﷺ صدعتُ الفرقَ مِن يافوخه وأرسِلُ ناصيتَهُ بين عينيه " .

(ص/۵۷٦ ، كتاب الترجل)

ما في" بذل المجهود " : صدعت الفرق أي شققت الفرق ، من يافوخه ، أي وسط رأسه . (۲۱۵/۱۰)

ما في " أشعة اللّمعات " : (صدعت) مي شگافتم وشق میکردم ۔(فرقہ) فرق اورا ۔(عن) یافوخہ از میانہ سروے بجانب ناصیہ، وآن موضعے ست کہ می جنبد از سر طفل یعني یک طرف خط فرق ازیں موضع مي بود، وطرف دیگر نزد جبہہ محاذی مابین دوچشم چنانکہ گفت، (وارسلت ناصیۃ بین عینیہ) درہا میکردم ومیگزاشتم موئے سر مبارک را کہ ناصیۃ نام اوست میان دوچشم یعني مي گروانیدم طرف فرق کہ بجانب ناصیہ است محاذی مابین دوچشم بحیثیتے کہ مي بود نصف شعر ناصیہ از جانب عین آن فرق، ونصف دیگر از جانب یسار آن، ایں چنیں تفسیر کرد ایں حدیث را طیبی، پس فرق مثل راہ راست شد از میانۂ سر تا محاذی مابین دوچشم، ولہٰذا تفسیر کرد آنرا در قاموس براہے کہ میان موئے سر بود۔(۵۷٦/۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(فتاویٰ محمودیہ:۴۳۳/۱۹، آپ کے مسائل اوران کاحل:۱۳۳/۷)

جاندار کی تصویر والی گھڑی کا استعمال

مسئلہ (۱۸۱): آج کل مارکیٹ میں ایسی گھڑیاں آ گئی ہیں، جن میں جانداروں کی تصاویر بنی ہوتی ہیں، اگر وہ تصاویر واضح ہوں، تو ایسی تصاویر والی گھڑیوں کو پہن کر نماز پڑھنا اور نماز کے علاوہ عام حالات میں پہننا دونوں مکروہِ تحریمی ہے[۱]، اور اگر وہ تصویر اتنی چھوٹی ہے کہ اس کا خدوخال دیکھنے والے کو دکھائی نہ دے، تو ایسی تصویر والی گھڑیوں کے پہننے کی گنجایش ہے[۲]، تاہم بہتر یہ ہے کہ نہ پہنے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا في " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير . (۱/۱۰۷)

مـا في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : يكره عند الحنفية والمالكية لبس الثياب التي فيها الصور ، قال صاحب الخلاصة من الحنفية : صلى فيها أولا . (۱۲/۱۲۲)

مـا في " نوازل فقهية معاصرة " : فأما الثياب التي عليه تصاوير الحيوانات فقال ابن عقيل : يكره لبسها ، وقال الشيرازي : وتكره الصلاة في الثوب الذي عليه الصورة . (۱/۵۷)

مـا في " البحر الرائق " : وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل ، وهذه الكراهة تحريمية . (۳/۴۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

مـا في " خلاصة الفتاوى " : وإن كان التمثال على الإزار والسِّتر فمكروه .... ويكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل .

(۱/۵۸ ، كتاب الصلاة ، جنس آخر فيما يكره)

ما في " رد المحتار " : لو صلى في ثوب فيه صورة يكره .

(۲/۴۵۵ ، كتاب الصلاة ، مطلب في تعريف الإعادة)

(۲) مـا في " تبيين الحقائق " : أن تكون صغيرة لأنها لا تعبد ، إذا كانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر ، والكراهة باعتبار العبادة فإذا لم يعبد مثلها لا يكره . (۱/۴۱۴)=

زینت کے لیے چہرے پر کریم لگانا

مسئلہ(۱۸۲): اگر لڑکے محض زینت کے لیے چہرے کے کریم (CREAM) استعمال کرتے ہیں، تو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے، اور اگر دانوں، دھبوں یا چہرے کے زائد بال، جو آنکھ یا ناک کے بالمقابل اُگ آئے ہیں، ان سے نجات پانا مقصود ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔(۱)

= ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر إلا بالتأمّل لايكره . (۱/۱۰۷)

ما في " الهداية " : ولو كانت الصورة صغيرة بحيث لا تبدو للناظر لا يكره لأن الصغار جداً لا تعبد . (۱/۱۴۲ ، كتاب الصلاة ، باب مفسدات الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : (إلا أن تكون صغيرة) لأن الصغار جداً لا تعبد فليس لها حكم الوثن فلا تكره في البيت ، والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر على بعد ، كذا في فتح القدير ...... وفي الخلاصة : رجل صلى ومعه دراهم وفيها تماثيل ملك لا بأس به لصغرها . (۲/۵۰ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن قتادة ، عن عكرمة ، عن ابن عباس قال : " لعن رسول الله ﷺ المتشبّهين من الرجال بالنساء ، والمتشبّهات من النساء بالرجال " .
(۲/۸۷۴ ، كتاب اللباس)

ما في " فتح الباري " : قال الطبري : المعنى لا يجوز للرجال التشبّه بالنساء في اللباس والزينة التي تختصّ بالنساء ولا العكس .... وقال ابن التين : المراد باللعن في هذا الحديث : من تشبّه من الرجال بالنساء في الزيّ ، ومن تشبه من النساء بالرجال=

بیوٹی سپاٹ (Beauty Spat)

مسئله (۱۸۳): اگر بیوٹی سپاٹ جسم کو گُدا کر کیا جائے، مثلاً پہلے سوئی وغیرہ سے جسم کو گود کر رنگ بھرا جائے، تو یہ ناجائز اور سخت حرام ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ لعنت کرے گودنے والی اور گُدوانے والی پر''(۱)۔ اور اگر یہی عمل نظرِ بد سے بچنے کے لیے کیا جائے، تب بھی ناجائز ہے، لیکن اگر جسم کو گودے بغیر سیاہ نقطہ وغیرہ چہرے پر لگایا جائے، تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے (۲)، اس لیے کہ یہ تغییر فی خلق اللہ میں داخل نہیں ہے۔

= كـذلك .... وقال الشيخ أبو محمد بن أبي جمرة : نفع الله به ما ملخصه : ظاهـر اللفظ الزّجر عن التشبّه في كل شيء ، لكن عرف من الأدلة الأخرى أن المراد التشبّه في الزيّ ، وبعض الصفات والحركات ونحوها ، لا التشبه في أمور الخير .
(۱۰/۴۰۹ ، رقم الحديث : ۵۸۸۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم تشبّه النساء بالرجال والرجال بالنساء .... والتشبّه يكون في اللباس والحركات والسكنات ، والتصنّع بالأعضاء والأصوات . (۱۲/۱۱/۱۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبّه بالمخنث . (۵/۳۵۸) (فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۳۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات، والمتنمّصات ، والمتفلّجات للحسن ، المغيرات خلق الله تعالى " .
(ص/۲/۱۰۷۲ ، رقم الحديث : ۵۹۴۸ ، كتاب اللباس)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : الواشمات جمع واشمة من الوشم وهو غرز

....

....

....

....

إبرة أو مسلة ونحوهما ، في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة ، وغير ذلک من بدن المرأة ، حتى يسيل منه الدم، ثم يحشى ذلک الموضع بكحل أو نورة أو نيلة ، ففاعل هذا واشم وواشمة والمفعول بها موشومة، فإن طلبت فعل ذلک فهي مستوشمة ، وهو حرام على الفاعل والمفعول بها باختيارها .... سواء في هذا كله الرجل والمرأة ، المغيرات خلق الله ، لأن ذلک كله تغيير لخلق الله تعالى .

(۱۹/۳۲۵ ، كتاب تفسير القرآن ، سورة الحشر)

ما في " مرقاة المفاتيح " : واشمة : إسم فاعل من الوشم ، وهو غرز الإبرة أو نحوها في الجلد ، حتى يسيل الدم ، ثم حشوه بالكحل أو النبل أو النورة فيخضر ، (والمستوشمة) أي من أمر بذلک . قال النووي : وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها .

(۸/۲۸۰ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : والواشمة التي تشم في الوجه والذراع ، وهو أن تغرز الجلد بإبرة ثم يحشى بكحل أو نيل فيزرق ، والمستوشمة التي يفعل بها ذلک بطلبها .

(۹/۴۵۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر واللمس)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " العين حقٌّ ، ونهى عن الوشم " . (ص/۱۰۷۲ ، رقم الحديث : ۵۹۴۴ ، باب الواشمة)

عورتوں کا بال کٹوانا

مسئلہ (۱۸۴): بال عورتوں کی زینت ہیں، انہیں بلا عذر شرعی کاٹنا جائز نہیں، اس لیے اس سے احتراز لازم ہے، البتہ اگر کسی عورت کے بالوں میں کوئی ایسی بیماری لگ گئی ہو کہ اس سے سِرے ٹوٹ کر شاخ دار ہو جاتے ہوں، تو ایسے بالوں کے شاخدار کنارے کاٹ دینے کی شرعاً گنجائش ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ یہ عمل بھی کسی ایسے معالج کے مشورے سے ہو، جو بالوں کی بیماری اور اس کے علاج میں مہارت اور تجربہ رکھتا ہو۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت . زاد في البزازية : وإن بإذن الزوج ، لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق .... والمعنى المؤثر التشبه بالرجال . اهـ .

(۹/۵۸۳ ، ۵۸۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره)

ما في " الهندية " : ولو حلقت المرأة رأسها فإن فعلت لوجع أصابها لا بأس به ، وإن فعلت ذلك تشبها بالرجال فهو مكروه . كذا في الكبرى . (۵/۳۵۸ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار وقص الشارب الخ)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۳۱۶۰)

مونچھیں بڑی بڑی رکھنا

مسئلہ (۱۸۵): مونچھیں اتنی بڑھانا کہ پانی یا کوئی دوسری مشروب چیز پیتے وقت، اس کے بال پانی وغیرہ میں لگیں، شرعاً جائز نہیں، اسی طرح مونچھوں کے دائیں بائیں والے کنارے اور نوکیں بڑھانا غیروں کے ساتھ تشبہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن نافع ، عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ قال : "خالفوا المشرکین ، وفّروا اللحی وأحفوا الشوارب .... الحدیث " .

(۸۷۵/۲ ، کتاب اللباس ، باب تقلیم الأظفار ، قدیمي)

ما في " جامع الترمذي " : عن نافع ، عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی " . قال أبو عیسی : هذا حدیث صحیح .... وفیه أیضاً : عن ابن عمر : " أن رسول الله ﷺ أمَرَنا بإحفاء الشوارب وإعفاء اللحی " .

(۵۲۰/۳ ، ۵۲۱ ، رقم الحدیث : ۲۷۶۳ ، ۲۷۶۴ ، باب ما جاء في إعفاء اللحیة)

ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : عن ابن عمر قال : ذکر لرسول الله ﷺ المجوس ، فقال : " إنهم یوفرون سبالهم ، ویحلقون لحاهم ، فخالفوهم " .

(۴۴۲/۱ ، رقم الحدیث : ۱۶۲۲ ، بیروت)

ما في " شعب الإیمان للبیهقي " : عن أبي هریرة ، أن رسول الله ﷺ قال : " جزّوا الشوارب وأرخوا اللُّحیٰ ، وخالفوا المجوس " .

(۲۱۹/۵ ، رقم الحدیث : ۶۴۳۲ ، باب في الملابس والأواني ، فصل في الأخذ من اللحیة والشارب ، السنن الکبری للبیهقي : ۲۳۳/۱ ، رقم الحدیث : ۶۹۰)

ما في " شعب الإیمان للبیهقي " : " خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب" . (۲۲۰/۵ ، رقم الحدیث : ۶۴۳۳ ، السنن الکبری للبیهقي : ۲۳۲/۱ ، رقم الحدیث : ۶۸۹)

ما في " رد المحتار " : وقال الطحاوي : القصّ حسنٌ ، والحلق أحسنُ .... وأما طرفا الشارب وهما السبالان ..... وقیل : یکره لما فیه من التشبّه بالأعاجم وأهل الکتاب ، وهذا أولی بالصواب .

(۵۸۰/۳ / ۵۸۱ ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، بیروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۳۸۱۸۲)

بچوں کو ریشمی کپڑا پہنانا

مسئلہ (۱۸۶): بعض عورتیں اپنے بچوں کو ریشم کا کپڑا پہناتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ یہ ابھی بچہ ہے، ان کا یہ عمل درست نہیں ہے، کیوں کہ مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا استعمال حرام ہے، نبی کریم ﷺ نے ان دونوں چیزوں کے بارے میں فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں''[۱]، آپ کا یہ ارشاد چوں کہ عام ہے، اس لیے حضراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ان چیزوں کا استعمال بالغ مردوں کے لیے حرام ہے، اسی طرح نابالغوں کے لیے بھی اس کی ممانعت ہے[۲]، اس کے باوجود اگر نابالغ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن عبد الله بن زُرير - يعني الغافقي - أنه سمع علي بن أبي طالب يقول : إن نبي الله أخذ حريرًا فجعله في يمينه ، وأخذ ذهباً فجعله في شماله ، ثم قال : " إن هذين حرامٌ على ذكور أمتي " . (ص/ ۵۶۱ ، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء ، رقم الحديث : ۴۰۵۷ ، قديمي)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وما يكره للرجال لبسه يكره للغلمان والصبيان ، لأن النص حرّم الذهب والحرير على ذكور أمته بلا قيد البلوغ والحريّة .

(۵/ ۳۳۱ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع في اللبس وما يكره من ذلك)

ما في " البحر الرائق " : وكره إلباس ذهب وحرير صبياً ، لأن التحريم لما ثبت في حق الذكور حرم اللبس حرم الإلباس ، كالخمر لما حرم شربها حرم سقيها للصبي .

(۸/ ۳۵۰ ، كتاب الكراهية ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره إلباس الصبي ذهباً أو حريرًا ، فإن ما حرّم لبسه وشربه حرّم إلباسه وإشرابه . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (كره) لأن النص حرّم الذهب والحرير على ذكور الأمة بلا قيد البلوغ والحريّة .

(۹/ ۵۲۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، بيروت)

بچہ کو اس کے ذمہ دار اِن چیزوں کا استعمال کرائیں، تو وہی گنہگار ہوں گے، کیوں کہ ان کا فرض تھا کہ ان چیزوں سے بچوں کی حفاظت کریں۔ (۱)

فیشن کے طور پر لمبے ناخن رکھنا

مسئلہ (۱۸۷): آج کل فیشن کے طور پر بڑے بڑے ناخن ناخن رکھنے کا رواج بڑھتا جارہا ہے، جب کہ شریعتِ مقدسہ نے ناخن کاٹنے کو امورِ فطرت میں شمار کیا ہے، اور اس کے لیے دن بھی مقرر کیے ہیں، یعنی ہفتہ میں ایک بار کاٹنا مستحب، پندرہ دنوں کے بعد جائز، اور چالیس دن سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے، جس کی وجہ سے انسان گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس لیے فیشن کے طور پر لمبے ناخن رکھنا مکروہ ہے۔ (۲)

---

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : والإثم علی من ألبسهم لأنا أمرنا بحفظهم . كذا في التمرتاشي . (۵/ ۳۳۱ ، الباب التاسع في اللبس ما يكره من ذلک ، رد المحتار : ۵۲۲/۹ ، کتاب الحظر والإباحة)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضی الله عنهما ، أن رسول الله ﷺ قال : " من الفطرة حلق العانة ، وتقليم الأظفار ، وقصّ الشارب " .

(۸۷۵/۲ ، کتاب اللباس ، باب تقليم الأظفار ، رقم الحديث : ۵۸۹۰)

ما في " السنن الكبری للبيهقي " : عن نافع : " أن عبد الله بن عمر كان يقلم أظفاره ، ويقص شاربه في كل جمعة " . وروينا عن أبي جعفر مرسلا قال : " كان رسول الله ﷺ يستحب أن يأخذ من شاربه وأظفاره يوم الجمعة " . (۳۴۶/۳ ، کتاب الجمعة ، باب السنة في التنظيف يوم الجمعة يغسل واخذ شعر وظفر الخ ، رقم الحديث : ۵۹۶۴)=

....

....

....

....

= ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس بن مالک قال : قال أنس : " وُقّت لنا في قصّ الشارب وتقليم الأظفار ونتف الإبط ، وحلق العانة أن لا نترک أكثر من أربعين ليلة " .
(۱/۱۲۹ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة ، رقم الحديث : ۲۵۸)
ما في " تنوير الأبصار مع الدر والرد " : ويستحب قلم أظافيره يوم الجمعة .... والأفضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشر ، وكره تركه وراء الأربعين . تنوير مع الدر . قال الشامي : قوله : (وكره تركه) أي تحريماً لقول المجتبى ، ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد .
(۹/۵۹۵ – ۵۹۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، ط : دار الكتاب ديوبند)
ما في " الفتاوى الهندية " : الأفضل أن يقلم أظفاره ويحفى شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة ، فإن لم يفعل ففي كل خمسة عشر يومًا ، ولا يعذر في تركه وراء الأربعين ، فالأسبوع هو الأفضل ، والخمسة عشر الأوسط ، والأربعون الأبعد ، ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد . كذا في القنية .
(۵/۳۵۷ ، ۳۵۸ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار الخ ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۸/۲۷۴ ، ۲۷۵ ، كتاب اللباس ، باب الترجل)
(فتاویٰ حقانیہ:۲/۴۲۰)

ایمو کلچر اور اسلامی تہذیب وثقافت

مسئلہ (۱۸۸): خواتین کا مردوں کی طرح چال ڈھال اور لباس اپنانا، اسی طرح مردوں کا خواتین کے مشابہ رہن سہن اختیار کرنا، جسے دورِ حاضر میں ''ایمو کلچر'' کے نام سے نہ صرف متعارف کرایا جارہا ہے، بلکہ اسلام دشمن طاقتیں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اِسے فروغ دینے کے لیے سرگرم وکوشاں ہیں، جب کہ ایمو کلچر اسلامی تہذیب وثقافت کے خلاف ہے، اس لیے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن ابن عباس قال : '' لعن رسول الله ﷺ المتشبهات بالرجال من النساء والمتشبهين بالنساء من الرجال '' .

(۲/۸۷۴ ، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال)

ما في '' تفسير الطبري '' : لا يجوز للرجال التشبه بالنساء في اللباس والزينة تختص بالنساء ، ولا العكس . (۱۰/۴۰۹ ، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال ، تحفة الأحوذي : ۸/۷۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/۳۱۶)

فصل في النظر والمسّ

(نظر ومس کے احکام)

مخلوط محفل اور پروگرام میں مرد وخواتین کی شرکت

مسئله(۱۸۹): آج کل دعوتوں ، مخلوط محفلوں اور طنز ومزاح کے پروگراموں میں مرد خواتین ، نوجوان لڑکے ، لڑکیاں ، اور کمسن بچے بچیاں ، زور دار ، گرجدار اور حد سے زیادہ بلند آواز میں قہقہے لگاتے ہیں ، دورانِ قہقہہ مصافحہ بھی کرتے ہیں ، نیز نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کی ہتھیلیوں کو پکڑتے بھی ہیں ، جب کہ شرعاً مخلوط محفلوں کا انعقاد جائز نہیں ہے (۱) ، اسی طرح مردوں کے ساتھ عورتوں کا بلند آواز میں قہقہہ لگانا ، اور دورانِ قہقہہ اجنبی مردوں سے مصافحہ کرنا بھی قطعاً ناجائز وحرام ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/۴۸۶)

ما في " السنن لأبي داود " : عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري رضي الله تعالى عنه ، عن أبيه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول ، وهو خارج من المسجد ، فاختلط الرجال مع النساء في الطريق ، فقال رسول الله ﷺ للنساء : " استأخرن ، فإنه ليس لكنّ أن تحققن الطريق ، عليكنّ بحافات الطريق ، فكانت المرأة تلصق بالجدار ، حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به " .

(ص/۷۱۴ ، ۷۱۵ ، كتاب الأدب ، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق ، قديمي)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين=

عورت کا نابالغ محرم کے ساتھ سفر

مسئلہ (۱۹۰): اسلام نے شرعی مسافتِ سفر تک کے، سفر کے لیے عورت کے ساتھ کسی محرم کے ہونے کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن محرم سے مراد ایسا رشتہ دار محرم ہے، جو عاقل و بالغ ہو، اور حفاظت کرنے پر قادر ہو، چنانچہ اگر سفر میں عورت کے ساتھ صرف نابالغ محرم ہو، تو یہ سفر کے جائز ہونے کے لیے کافی نہیں، اور عورت کا اس طرح نکلنا درست نہیں ہوگا۔ (۱)

= الرجال، لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة . (۲/۷۹ ، باب شروط الصلاة)

ما في " الفتاوى الهندية " : حلّ لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه ...... إلا من أجنبية ، فلا يحل مسّ وجهها وكفها وإن أمن الشهوة ، لأنه أغلظ .

(۵/۳۲۹ ، كتاب الكراهية ، باب فيما يحلّ للرجل النظر)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه " : يشترط في المحرم أن يكون بالغًا ذا قدرةٍ على حفظ وصيانة من هو محرم لها ، وقد سئل الشيخ صالح الفوزان عن الرجل يسمح لزوجته بالسفر بالطائرة مع طفلها الصغير ؟ ولا يسافر معها هو بحجة أنه مشغول ولا يسمح عمله بذلك فما رأيكم ؟ فأجاب : لا يجوز للمرأة أن تسافر بدون محرم لا في الطائرة ولا في غيرها لعموم قوله ﷺ : "لا يحل لامرأة تؤمن بالله أن تسافر مسيرة يوم وليلة " وفي رواية أخرى : " مسيرة يومين إلا مع ذي محرم " والمحرم هو الرجل البالغ الذي يحرم عليه نكاحها على التأبيد بنسب أو بسبب مباح وغير البالغ والطفل لا يكفى محرمًا . (ص/۷۳/۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وقالوا في الصبي الذي لم يحتلم والمجنون الذي لم يفق إنهما ليسا بمحرمين في السفر . (۳/۵۶ ، كتاب الحج ، فصل في شرائط فرضيته ، البحر الرائق : ۲/۵۵۲ ، كتاب الحج ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۶۶)

فصل في الأكل والشرب

(کھانے پینے کی چیزوں کے احکام)

گرم کھانے پر پھونک مار کر کھانا

مسئلہ (۱۹۱): بعض لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے گرم گرم کھانا لایا جاتا ہے، تو وہ اس پر پھونک مار مار کر جلدی کھانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا یہ عمل خلافِ ادب ہے [۱]، ذرا صبر کرنا چاہیے، تاکہ کھانا زیادہ گرم نہ رہے، اور سہولت سے کھایا جاسکے، کیوں کہ آپ ﷺ نے کھانے کو ٹھنڈا کر کے کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الحديث النبوي " : عن أبي هريرة أن النبي ﷺ : " نهى عن النفخ في الطعام والشراب".

(مجمع الزوائد : ٨/٥ ، كتاب الأطعمة ، باب النهي عن النفخ في الطعام والشراب)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يؤكل طعام حار ولا يشم ولا ينفخ في الطعام والشراب. (٣٣٦/٥ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل ، خلاصة الفتاوى : ٣٦٠/٤ ، كتاب الكراهية ، الفصل الخامس في الأكل)

(٢) ما في " الحديث النبوي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أبردوا بالطعام ، فإن الطعام الحار غير ذي بركة " .

(مجمع الزوائد : ٨/٥ ، كتاب الأطعمة ، باب الطعام الحار ، رقم الحديث : ٧٨٨٧)

وما فيه أيضاً : عن أبي هريرة أن النبي ﷺ أتى بصحفة تفور ، فأسرع يده فيها ، ثم رفع يده فقال : " إن الله عزّ وجلّ لم يُطعمنا ناراً " .

(٨/٥ ، كتاب الأطعمة ، باب الطعام الحار) (فتاویٰ محمودیہ: ۹۰/۱۸)

بیمار مرغی، بکری یا گائے ذبح کرنا

مسئلہ (۱۹۲): کبھی کوئی مرغی، بکری یا گائے بیمار ہوتی ہے، تو ان کے مالک یہ سوچ کر کہ اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے، تو وہ مرجائے گی، اور کسی کے منہ میں بھی نہ جاسکے گی، اس لیے اس کو ذبح کردیتے ہیں، اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس طرح کے جانور کو ذبح کرتے وقت، اگر اتنا خون بہا جو صحت مند مرغی، بکری یا گائے کا بہتا ہے، یا بوقتِ ذبح اس نے حرکت کی، تو وہ حلال ہے، اور اگر اتنا خون نہیں بہا، یا اس نے کوئی حرکت نہیں کی تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ذبح شاة مريضة فتحركت أو خرج الدم حلت ، وإلا لا ، إن لم تدر حياته عند الذبح . الدر المختار . قال الشامي : قال في البزازية : وفي شرح الطحاوي : خروج الدم لا يدل على الحياة ، إلا إذا كان يخرج كما يخرج من الحي عند الإمام ، وهو ظاهر الرواية . (۹/۴۴۷ ، كتاب الذبائح)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن ذبح شاة أو بقرة فخرج منها دم ولم تتحرك وخروجه مثل ما يخرج من الحي أكلت عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، وبه نأخذ .
(۵/۲۸۶ ، كتاب الذبائح)

ما في " البزازية على هامش الهندية " : إن تحرك بعد الذبح وخرج دم مسفوح يحل ، وإن تحرك ولم يخرج أو بعكسه يحل أيضاً ، وإن عدمتا لا يحل .
(۶/۳۰۵ ، كتاب الذبائح) (فتاویٰ محمودیہ:۲۶/۲۰۷،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

پیکٹ کا گوشت

مسئلہ (۱۹۳): آج کل بڑے بڑے اسٹورس (Stores) میں کھانے کی خشک پیکٹس (Packets) مثلاً چکن سُوپ وغیرہ فروخت ہورہے ہیں، ان پر کوئی حلال کی نشانی نہیں ہوتی، ایسا کھانا عام طور پر یورپین ممالک سے اِمپورٹ (Import) کیا جاتا ہے، اسٹور مالکوں کو حلال وحرام سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، ان کے پیش نظر محض اپنا نفع ہوتا ہے، اس لیے جب تک یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ اس کو اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا، اور ذبح کے بعد بھی حرام گوشت کے ساتھ اس کی آمیزش نہیں کی گئی، تو اس وقت تک اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يقبل قول الكافرين في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات ، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات ، فيقبل قوله فيها ضرورة . هكذا في التبيين .

(۳۰۸/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الأول في العمل بخبر الواحد .. الخ ، الفصل الأول في الأخبار عن أمر ديني. الخ ، تبيين الحقائق : ۲۷/۷ ، كتاب الكراهية ، بيروت ، البحر الرائق : ۳۴۲/۸ ، كتاب الكراهية ، بيروت) (فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی:۱۲۶۸۰)

غیر مسلموں کا دیا گیا پرساد

مسئلہ (۱۹۴): غیر مسلم اپنی دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کی غرض سے ان کے لیے ناریل، مٹھائیاں وغیرہ لا کران پر چڑھاتے ہیں، جسے بعد میں مندروں کے پجاری تبرکاً سب زائرین میں تقسیم کرتے ہیں، اسے وہ لوگ ''پرساد'' کہتے ہیں، جب کہ شریعتِ مطہرہ ہر ایسی چیز سے بچنے کا حکم دیتی ہے جو غیر اللہ کے نام پر قربان کی گئی ہو، یا اس سے غیر اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، لہٰذا کسی کو خوش کرنے کے لیے، یا ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کے لیے ایسی چیزوں کے استعمال سے احتراز لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به﴾. (سورة المائدة : ۳)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : الرابع : ما أهل لغير الله به ، والإهلال : رفع الصوت .... وكانوا يقولون عند الذبح بإسم اللّات والعزّى ، فحرّم الله تعالى ذلك . (۲۸۳/۴ ، بيان القرآن : ۱۰۸/۱ ، سورة البقرة : ۱۷۳ ، ط : اداره تاليفات اشرفيه چوک فواره ملتان پاکستان) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۱٦۰)

اسٹیل کے برتنوں میں کھانا

مسئلہ (۱۹۵): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسٹیل کے برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے، کیوں کہ وہ لوہا ہے، ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے، کیوں کہ حضرات فقہاء کرام نے تانبے اور پیتل کے برتنوں میں کھانے کو مکروہ لکھا ہے، اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ اس کا زنگ کھانے میں شامل ہوجاتا ہے، جو صحت کے لیے مضر ہے، لیکن قلعی کرنے کے بعد ان کا استعمال بھی جائز ہے، رہے اسٹیل کے برتن تو ان میں یہ علت نہیں پائی جاتی، اس لیے ان کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويكره الأكل في نحاس أو صفر والأفضل الخزف . الدر المختار . قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : ثم قيد النحاس بالغير المطلى بالرصاص ، وهكذا قال بعض من كتب على هذا الكتاب ، أي قبل طليه بالقزدير والشب ، لأنه يدخل الصدأ في الطعام فيورث ضررًا عظيمًا ، وأما بعده فلا ..... وفي الجوهرة : وأما الآنية من غير الفضة والذهب فلا بأس بالأكل والشرب فيها ، والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين . فتنبه .

(۹/۷ ۴۱ ، كتاب الحظر والإباحة) (احسن الفتاویٰ:۸/۱۲۰)

کھڑے ہوکر پانی پینا

مسئلہ (۱۹۶): بعض لوگ سڑکوں پر لگی ہوئی سبیل یا مسجد میں رکھے ہوئے کولر وغیرہ کا پانی کھڑے ہوکر پیتے ہیں، اُن کا یہ عمل مکروہِ تنزیہی ہے، کیوں کہ پانی بیٹھ کر پینا چاہیے، ہاں! اگر ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو، یا کیچڑ کی وجہ سے کپڑے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، یا اسی قسم کا اور کوئی عذر ہو، تو کھڑے ہوکر پینا بلا کراہت جائز ہوگا۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الصحیح لمسلم " : عن قتادة ، عن أنس : " ان النبي ﷺ زجر عن الشرب قائمًا " . وعن قتادة ، عن أنس ، عن النبي ﷺ أنه نهی أن یشرب الرجل قائمًا ، قال قتادة : فقلنا : فالأکل ؟ فقال : " ذلک أشرّ أو أخبث " .

(۲/۱۷۳ ، کتاب الأشربة ، باب في الشرب قائمًا ، قدیمي)

وفیه أیضًا : عن أبي غطفان المرّي أنه سمع أبا هریرة یقول : قال رسول الله ﷺ : " لا یشربنّ أحدٌ منکم قائمًا ، فمن نسي فلیستقیء " .

(۲/۱۷۳ ، کتاب الأشربة ، باب في الشرب قائمًا ، قدیمي)

ما في " صحیح البخاري " : عن عبد الملک بن میسرة ، عن النزّال قال : أتی عليٌّ علی باب الرحبة فشرب قائمًا فقال : " انّ ناسًا یکره أحدهم أن یشرب وهو قائم ، واني رأیت النبي ﷺ فعل کما رأیتموني فعلتُ " .

(۲/۸۴۰ ، کتاب الأشربة ، باب الشرب قائمًا ، قدیمي)

ما في " عمدة القاري " : (ذکر العلامة بدر الدین أبي محمد محمود بن أحمد العیني أحادیث الجواز والمنع وقال " مرتب ") ثم کیفیة الجمع بینهما علی أقوال : أحدها : أن النهي محمول علی التنزیه لا علی التحریم ، وهو الذي صار إلیه الأئمة الجامعون بین الحدیث والفقه کالخطابي وأبي محمد البغوي وأبي عبد الله المازري ، والقاضي عیاض وأبي العباس القرطبي ، وأبي زکریا النووي رحمهم الله تعالی .... =

= وقال النووي في (شرح مسلم) : الصواب أن النهي محمول على كراهة التنزيه ، وأما شربه ﷺ قائمًا فبيانه للجواز فلا إشكال ولا تعارض ، قال : وهذا الذي ذكرناه يتعين المصير إليه ، قال : وأما من زعم نسخاً أو غيره فقد غلط غلطًا فاحشًا ، وكيف يصار إلى النسخ مع إمكان الجمع لو ثبت التاريخ؟ وأنّى له بذلك ؟ والله أعلم .

(۲۸۷/۲۱ ، رقم الحديث : ۵۲۱۵ ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ما في " جامع الترمذي " : عن الجارود بن العلاء : " أن النبي ﷺ نهى عن الشرب قائمًا " . (۱۰/۲ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في النهي عن الشرب قائمًا ، قديمي)

وفيه أيضًا : عن ابن عمر قال : " كنا نأكل على عهد رسول الله ﷺ ونحن نمشي ونشرب ونحن قيامٌ " . ... عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده قال : " رأيت رسول الله ﷺ يشرب قائمًا وقاعدًا " . هذا حديث حسن صحيح .

(۱۰/۲ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائمًا ، قديمي)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وأن يشرب بعده من فضل وضوئه مستقبل القبلة قائمًا أو قاعدًا ، وفيما عداهما يكره قائمًا تنزيهًا . تنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله : فلذا اختلف العلماء في الجمع، فقيل إن النهي ناسخًا للفعل وقيل بالعكس ، وقيل إن النهي للتنزيه ، والفعل لبيان الجواز ، وقال النووي : إنه الصواب ، واعترضه في الحلية بحديث عليّ المار حيث أنكر على القائلين بالكراهة ... قال : وجنح الطحاوي إلى أنه لا بأس به ، وأن النهي لخوف الضرر لا غير ، كما روى عن الشعبي قال : إنما كره الشرب قائمًا لأنه يؤذي ، قال في الحلية : فالكراهة على ما صوّبه النووي شرعية يثاب على تركها ، وعلى هذا إرشادية لا يثاب على تركها ..... وفي الجامع الصغير للسيوطي : " نهى عن الشرب قائمًا والأكل قائمًا " . ولعل النهي لأمر طبي أيضًا كما مر في الشرب .

(۲۵۳/۱ – ۲۵۵ ، كتاب الطهارة ، مطلب في مباحث الشرب قائمًا ، بيروت)

ما في " حلبي كبير " : وأجمع العلماء على أن هذه الكراهة تنزيهة لأنها لأمر طبي لا لأمر ديني ، وفي الفتاوى العتابية : ولا بأس بالشرب قائمًا ولا يشرب ماشيًا ، ورخص للمسافر . انتهى . (ص/۳۶ ، آداب الوضوء ، مطلب نهى عن الشرب قائمًا)

(احسن الفتاوی:۱۱۳/۸)

مہمان کی خاطر ضیافت میں تکلف

مسئلہ (۱۹۷): بسا اوقات آدمی اپنی بِساط وطاقت سے زیادہ مہمان کے لیے ضیافت میں تکلف کرتا ہے، شرعاً اُس کا یہ عمل درست نہیں ہے، بلکہ جو کچھ موجود ہو اور بآسانی دستیاب ہو جائے، وہی مہمان کے سامنے حاضر کردے، جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "**نهانا رسول الله ﷺ أن نتكلّف للضّيف**"۔ "آپ ﷺ نے ہمیں مہمان کی خاطر (کھانے میں) تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے"، اور ویسے بھی شریعت ہر چیز میں سادگی وبے تکلفی کو پسند کرتی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل مآ أسئلكم عليه من أجر ومآ أنا من المتكلّفين﴾ .
(سورة صٓ : ۸٦)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج أحمد وابن عدي والطبراني والحاكم وصححه البيهقي في شعب الإيمان ، عن شقيق رضي الله عنه قال : دخلت أنا وصاحب لي على سلمان رضي الله عنه، فقرب إلينا خبزًا وملحًا فقال : " لولا أن رسول الله ﷺ نهانا عن التكلّف لتكلّفتُ لكم " . الحديث . (۵/۲۰۰ ، الآية/۸٦ ، بيروت ، شعب الإيمان للبيهقي : ۷/۹۴ ، رقم الحديث : ۹۵۹۸ ، باب في إكرام الضيف ، بيروت ، المعجم الأوسط للطبراني : ۴/۲٦۴ ، رقم الحديث : ۵۹۳۵ ، بيروت)

ما في " شعب الإيمان للبيقهي " : عن سلمان قال : " نهانا رسول الله ﷺ أن نتكلّف للضيف " . (۷/۹۴ ، رقم الحديث : ۹٦۰۰)

وفيه أيضًا : " أمرنا رسول الله ﷺ أن لا نتكلّف للضيف ما ليس عندنا وأن نقدم ما حضر " . (۷/۹۴ ، رقم الحديث : ۹٦۰۱ ، الدر المنثور للسيوطي : ۵/۲۰۰)

کھانے کے بعد میزبان کے گھر دیر تک بیٹھے رہنا

مسئلہ (۱۹۸): کھانے کے بعد میزبان کے گھر دیر تک بیٹھے رہنا جائز نہیں ہے، اس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے، اور وہ اخلاق ومروت کی وجہ سے جانے کے لیے کہنے سے حجاب محسوس کرتا ہے، ہاں! اگر کسی اہم کام کے لیے دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہو، یا میزبان کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہو کہ اس کی ایذا وتکلیف کا باعث نہ ہو، تو دیر تک بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسين لحديث ، إن ذلكم كان يؤذي النبي فيستحي منكم ، والله لا يستحي من الحق﴾ .

(سورة الأحزاب : ۵۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : الخامسة : قوله تعالى : ﴿فإذا طعمتم فانتشروا﴾ أمر تعالى بعد الإطعام بأن يتفرق جميعهم وينشروا ، والمراد إلزام الخروج من المنزل عند انقضاء المقصود من الأكل ، والدليل على ذلك ان الدخول حرام ، وإنما جاز لأجل الأكل ، فإذا انقضى الأكل زال السبب المبيح وعاد التحريم إلى أصله ...... السابعة : قوله تعالى : ﴿ولا مستأنسين لحديث﴾ والمعنى المقصود : لا تمكثوا مستأنسين بالحديث كما فعل أصحاب رسول الله ﷺ في وليمة زينب . (۱۴/۲۲۶ - ۲۲۷)

ما في " روح المعاني " : فالنهي مخصوص بمن دخل بغير دعوة وجلس منتظرًا للطعام من غير حاجة ، فلا تفيد النهي عن الدخول بإذن لغير طعام ولا عن الجلوس واللبث بعد الطعام لمهم آخر . (۱۲/۱۰۸) (احسن الفتاویٰ:۸/۱۲۱)

شک سے یقین ختم نہیں ہوتا / اشیاء میں اصل اباحت ہے

مسئلہ (۱۹۹): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عام طور پر دودھ فروش پاکی ناپاکی کا اہتمام نہیں کرتے، اور یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ تھنوں پر اور اس کے آس پاس جو پیشاب اور گوبر لگا رہتا ہے، اس کو وہ بہت تھوڑے پانی سے دھوتے ہیں، جس سے نجاست اور پھیل جاتی ہے، اور اس کے قطرے برتن میں ٹپکتے رہتے ہیں، جس سے دودھ ناپاک ہوجاتا ہے، اس لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہونا چاہیے، اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ اصول یہ ہے کہ محض شک کی وجہ سے یقین زائل اور ختم نہیں ہوتا[1]، اور اشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک حرمت کا یقین نہ ہو[2]، اور اِن ہی دو اُصولوں کی بنیاد پر کثیر الاستعمال اشیاء مثلاً پانی، غلہ، دودھ اور پھل وغیرہ کے استعمال میں حضراتِ فقہاء کرام نے وسعت دی ہے، لہٰذا جب تک دودھ میں نجاست گرتے ہوئے، یا پیشاب کے قطرے پڑتے ہوئے نہ دیکھے جائیں، اس وقت تک دودھ کے ناپاک ہونے اور اس کے استعمال کے ممنوع ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي " : " اليقين لا يزول بالشّكّ " .
(۱/ ۲۲۰ ، القاعدة الثالثة ، كذا في قواعد الفقه : ص/ ۵۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ان ما ثبت بيقين لا يرتفع بالشك ، وما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين . (۴۵/ ۲۸۹، يقين)

(۲) ما في " قواعد الفقه " : " الأصل في الأشياء الإباحة " .
(ص/ ۵۹ ، كذا في الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱/ ۲۵۲ ، رقم التفريع : ۴۳۸ ، الموسوعة الفقهية : ۱/ ۱۳۰) (احسن الفتاویٰ: ۸/ ۱۰۷)

فصل في البيع

(خرید وفروخت کے احکام)

ڈائجسٹ اور تصویر والے رسائل کی خرید وفروخت

مسئله (۲۰۰): اسکول کی ایسی کتابیں جن میں تصاویر بنی ہوتی ہیں، یا ایسی ڈائجسٹ اور رسالے جن کے مضامین جھوٹ اور فحش گوئی وغیرہ سے پاک ہوں، ان کو محض مضمون نگاری سیکھنے یا معلومات کی غرض سے پڑھا جائے تو درست ہے، اور ایسی کتب ورسائل کی خرید وفروخت، اور ان سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال اور جائز ہے، تاہم ایسے رسائل اور کتابیں جن میں جھوٹی کہانیاں، من گھڑت باتیں اور اخلاق وحیا سوز مضامین ہوں، تو ان کا پڑھنا، اور خرید وفروخت کرنا سب ناجائز ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البزازية على هامش الهندية " : وبيع آلات اللهو كالبربط والطبل والمزمار والدّف جائز في قول أبي حنيفة ، وقال صاحباه : لا يجوز ، وكذلک بيع آلات اللعب كالنرد والشطرنج . (۱۳۴/۲ ، كتاب البيوع ، فصل في البيع الباطل ، الفتاوى الهندية : ۴۴۹/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب السادس عشر .. الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث (و) لا (لأجل المعاصي مثل الغناء والنوع والملاهي) . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (والملاهي) كالمزامير والطبل . اهـ .

(۷۵/۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي، بيروت ، المبسوط للسرخسي : ۳۷/۱۶ ، ۳۸ ، الاختيار لتعليل المختار : ۳۱۸/۲ ، البحر الرائق : ۳۲/۸ ، ۳۴ ، الفتاوى الولوالجية : ۳۳۳/۳ ، نصب الراية للزيلعي : ۳۳۱/۴)=

تصویر دار جالی بنا کر فروخت کرنا

مسئلہ (۲۰۱): بعض تاجر سیمنٹ یا لوہے کی تصویر دار جالی بنا کر بیچتے ہیں، جس میں ذی روح جانوروں یا پرندوں کی تصویر بنی ہوتی ہے، ایسی تصویر دار جالی کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے[۱]، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنے کی اجازت ہے۔[۲]

= ما في " مجمع البحرين " : وتجوز أجرة الحمام والحجّام ، لا عسب التيس ، ولاتجوز على المعاصي كالغناء والنوح . (ص/۳۸٦ ، كتاب الإجارة)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : قال : والإجارة الفاسدة على أحد عشر وجهاً : أحدها : الإجارة على المعاصي ، وهو .... أو يستأجر النائحة أو المغنية (لتنوح على ميته أو لتغني له) ولا أجرة على المعاصي لا المسماة ولا المثل .

(ص/۳۴۸ ، الإجارة الفاسدة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۹۰۹۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون" . (۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى . (۲/۳٦۰ ، كتاب الصلاة ، باب مكروهات الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أي سواء أكان للصورة ظلّ أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۲/۱۰۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعداً عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، سواء صنعه في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو غير ذلك .

(۸/۳۲۳ ، كتاب اللباس ، باب التصوير ، الفصل الأول ، البحر الرائق : ۲/۴۸ ، ۴۹)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : لا بأس بتصوير الأشياء التي يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلك اتفاقاً ، لأن للإنسان أن يصنعها فكانت له أن يصوّرها . (۱۲/۹۷)=

ہاکرس''Hawkers''یعنی اخبار فروشوں کو ایک تنبیہ

مسئلہ(۲۰۲): بعض اردو عربی اَخباروں کے ہاکرس (گھوم پھر کر اخبار بیچنے والے) صبح سویرے، اپنے گاہکوں کے گھروں میں اخباروں کو پھینکتے ہوئے جاتے ہیں، جب کہ ان اخباروں میں قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ بھی لکھی ہوتی ہیں، گرچہ یہ بات مسلم ہے کہ اخبارات کا وہ حکم نہیں ہے جو قرآن کریم، احادیث اور متبرک کلمات پر مشتمل کتابوں کا ہے، تاہم اخبارات میں بھی اسماء الٰہیہ اور قرآنی آیات کے تراجم اور احادیث ہوتی ہیں، اس لیے حتی الامکان ایسی صورت اختیار کرنی چاہیے، کہ اسماء الٰہیہ کی بے ادبی نہ ہو، اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ متعلق شخص کے مشورے سے ایک جگہ متعین کرلی جائے، جہاں ہاکرس اِن اخباروں کو رکھ کر چلے جایا کریں، اور بعد میں وہ حسبِ سہولت اٹھالیا کرے۔[1]

= ما في '' مرقاة المفاتیح '': وأما تصویر صورة الشجر والرجل والجبل وغیر ذلک، فلیس بحرام . (۸/۳۲۳ ، کتاب اللباس) (احسن الفتاویٰ:۸/ ۴۱۸-۴۳۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوی الهندیة '' : ولو کتب القرآن علی الحیطان والجدران بعضهم قالوا : یُرجی أن یجوز ، وبعضهم کرهوا ذلک مخافة السقوط تحت أقدام الناس ، کذا في فتاوی قاضي خان . (۵/۳۲۳ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة .. الخ ، فتاوی قاضي خان : ۴/۳۷۸ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في التسبیح والتسلیم .. الخ ، المکتبة الحقانیة بشاور)

ما في '' حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح '' : فروع : یکره کتابة قرآن أو اسم الله تعالی علی ما یفرش لما فیه من ترک التعظیم ، وکذا علی درهم وجدار لما یخاف من سقوط الکتابة . (ص/۱۴۸ ، کتاب الطهارة ، باب الحیض والنفاس والاستحاضة)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۰۶۵۶)

کیلنڈروں پر قرآنی آیات چھپوانا

مسئلہ (۲۰۳): بعض تعلیمی ادارے، تجارتی کمپنیاں اور کتب فروش حضرات، سال کے آغاز میں اسلامی کیلنڈر شائع کرتے ہیں، اور ان کیلنڈروں پر جَلی حرفوں میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ قرآنی آیات کو بھی چھپواتے ہیں، جو نہ صرف جائز بلکہ تبلیغِ دین کا بڑا ذریعہ بھی ہے، مگر اِن کیلنڈروں کا حال سب جانتے ہیں کہ جب ان کا استعمال باقی نہیں رہتا، تو وہ کوڑے کرکٹ، نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، یا پھر چولھوں میں جلا دیئے جاتے ہیں، جب کہ یہ صورتِ حال یقیناً احترامِ قرآن کریم کے خلاف اور موجبِ وبال ہے، اس کی اصلاح اور روک تھام کی فکر بہت ضروری ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ کیلنڈروں پر قرآنی آیات نہ چھپوائی جائیں، لیکن اگر چھپوائی گئیں، تو ان کے احترام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لو أنزلنا هذا القراٰن علی جبلٍ لرأیته خاشعًا متصدِّعًا من خشیة الله﴾ . (سورة الحشر / ۲۱)

ما في " فتح القدیر للشوکاني " : وهذا تمثیل وتخییل یقتضي علو شأن القرآن .

(۲/۸۱۳)

ما في " الحدیث النبوي " : مرّ رسول الله ﷺ بکتاب في الأرض ، فقال رسول الله ﷺ : " لعن الله من فعل هذا ؟ لا تضعوا کتاب الله إلا موضعه " .

(کنز العمال : ۱/۲۲۱ ، فرع في محظورات التلاوة وبعض حقوق القراء ة ، رقم الحدیث : ۲۸۳۵ ، مکتبه اداره تالیفاتِ اشرفیه پاکستان)=

عورت کی کمائی کا استعمال

مسئلہ (۲۰۴): بعض عورتیں گھر میں رہتے ہوئے خرید وفروخت کا کچھ چھوٹا موٹا کام کرتی ہیں، اسی طرح بعض عورتیں ملازمت کی تمام شرطوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے ملازمت کرتی ہیں، تو ان کی اپنی آمدنی حلال ہوتی ہے، اب وہ اپنی اِس آمدنی میں سے کچھ رقم اپنے شوہر کو دیتی ہیں، تو بعض لوگ شوہر سے یہ کہتے ہیں کہ بیوی کی کمائی گھر والوں کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، ان کی یہ

= ما في " رد المحتار " : وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفترش . والله أعلم. (۱/۳۲۳، قبيل باب المياه ، بيروت)

ما في " حلبي كبير " : (ويكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على المصلى) أي السجادة ، وكذا على المحاريب والجدران ، وما يفرش ، لأنه تعريض للامتهان .
(ص/۶۰ ، قبيل فصل في التيمم)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا : يُرجى أن يجوز ، وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس ، كذا في فتاوى قاضي خان .
(۵/۳۲۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة .. الخ ، فتاوى قاضي خان : ۴/۳۷۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في التسبيح والتسليم .. الخ ، المكتبة الحقانية بشاور)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : فروع : يكره كتابة قرآن أو اسم الله تعالى على ما يفرش لما فيه من ترك التعظيم ، وكذا على درهم وجدار لما يخاف من سقوط الكتابة . (ص/۱۴۸ ، كتاب الطهارة ، باب الحيض والنفاس والاستحاضة)

(کتاب الفتاویٰ:۱/۴۶۳،فتاویٰ محمودیہ:۷/۱۲۳)

بات غلط ہے، صحیح بات یہ ہے اگر بیوی اپنی حلال آمدنی میں سے کچھ رقم اپنے شوہر کو اپنی رضامندی وخوشی سے دیتی ہے، تو شوہر کے لیے اس کا استعمال بلا شبہ جائز ہے[۱]، ہاں! اگر بیوی کی آمدنی حرام ہوتو پھر اس کا استعمال صرف شوہر ہی کے لیے نہیں، بلکہ خود بیوی کے لیے بھی ناجائز وحرام ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحكام " : " لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي " .

(۱/۹۸ ، المادة : ۹۸)

وفيه أيضًا : قد قيدت هذه المادة بقوله : " بلا سبب شرعي " لأنه بالأسباب الشرعية كالبيع والإجارة والهبة والكفالة والحوالة يحق أخذ مال الغير .... اهـ .

(۱/۹۸ . ۹٦ ، المادة : ۹۸ . ۹٦ ، ٦/۷۷ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق : ۵/٦۸ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراضٍ منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي " : قال أبو حيان الغرناطي : والباطل هو كل طريق لم تبحه الشريعة ، فيدخل فيه السرقة ، والخيانة ، والغصب ، والقمار ، وعقود الربوا، وأثمان البياعات الفاسدة . (۳/۳۲۲)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أيها الناس ! إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً ، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين ، فقال : ﴿أيها الرسل كلوا من الطيبٰت واعملوا صالحاً، إني بما تعملون عليم﴾ [المؤمنون: ۵۱] وقال : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ [البقرة : ۱۷۳] ثم ذكر الرجل يطيل السفر ، أشعث أغبر ، يمدّ يديه إلى السماء ، يا رب، =

....

....

....

....

= یارب ، ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام ، وغذي بالحرام ، فأنی یستجاب لذلک " . (۳۳۷/۴ ، کتاب الزکاة ، قبول الصدقة ، جامع الترمذي : ۶۹/۴ ، تفسیر القرآن ، رقم الحدیث : ۲۹۸۹)

ما في " کنز العمال " : عن ابن مسعود : " من أکل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعین لیلة ، ولم تستجب له دعوة أربعین صباحاً ، وکل لحم نبت من الحرام فالنار أولی به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم " .

(۸/۴ ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث : ۹۲۶۲)

ما في " سنن الدار قطني " : قوله علیه السلام : " لا یحل مال امرئٍ مسلم إلا بطیب نفس منه " .

(۲۲/۳ ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث : ۲۸۶۲ ، مشکوة المصابیح :ص/۲۵۵ ، کتاب الغصب والعاریة ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، تتمة حرف اللام الألف ، رقم الحدیث : ۲۶۷۵۹ ، السنن الکبری للبیهقي : ۱۶۶/۶ ، کتاب الغصب ، شعب الإیمان للبیهقي : ۳۸۷/۴ ، رقم الحدیث : ۵۴۹۲ ، مسند الإمام أحمد بن حنبل : ۴۰۰/۱۵ ، رقم الحدیث : ۲۰۹۸۰)

فصل في الأسامي والختان

(اسماء وختنہ کے احکام)

بچہ کا نام کب رکھا جائے؟

مسئلہ (۲۰۵): اسلام نے باپ پر بچے کے جن حقوق کو بیان کیا ہے، ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچے کا اچھا نام رکھے، بچہ کی پیدائش کے بعد اس کا نام کب رکھا جائے اس سلسلے میں دو طرح کی روایتیں ملتی ہیں، بعض روایتوں میں پیدائش کے دن ہی نام رکھنے کا ثبوت ملتا ہے [۱]، جب کہ دیگر میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے پیدائش کے ساتویں روز نام رکھنے کا حکم دیا ہے [۲]، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی مہتم بالشان تصنیف ''صحیح بخاری'' میں اِن دونوں طرح کی روایتوں پر ایسا باب قائم کیا ہے، جس سے دونوں طرح کی

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الصحيح لمسلم '' : عن أبي موسى قال : '' وُلد لي غلامٌ فأتيتُ به النبي ﷺ فسمّاه ابراهيم وحنّكه بتمرة '' . (۲/۲۰۹ ، كتاب الآداب ، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله إلى صالح يحنكه وجواز التسمية يوم ولادته الخ ، قديمي)

ما في '' شرح النووي على هامش مسلم '' : وفيه جواز التسمية يوم الولادة . (۲/۲۰۹)

(۲) ما في '' جامع الترمذي '' : عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده : '' أن النبي ﷺ أمر بتسمية المولود يوم سابعه ووَضْعِ الأذى عنه والعَقَّ '' . هذا حديث حسنٌ غريبٌ . (۲/۱۱۰ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء في تعجيل اسم المولود ، قديمي)

روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ساتویں دن نام رکھے، اور جو یہ ارادہ نہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ ولادت کے دن ہی اپنے بچے کا نام رکھ لے، شارحِ بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''یہ بڑی عمدہ اور بہترین تطبیق ہے، جسے میں نے بخاری کے علاوہ اور کہیں نہیں دیکھا۔''(۱)

فرشتوں کے نام پر بچوں کے نام رکھنا

مسئلہ (۲۰۶): بعض لوگ اپنے بچوں کے نام فرشتوں کے نام پر رکھتے ہیں، جیسے جبرئیل، عزرائیل، میکائیل اور اسرافیل وغیرہ، جب کہ آپ ﷺ نے فرشتوں کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: '' **سمّوا بأسماء الأنبياء ، ولا تُسمّوا بأسماء الملائكة** ''۔ کہ ''تم اپنے بچوں کے نام انبیاء کے نام پر رکھو، فرشتوں کے نام پر مت رکھو''، لہٰذا اس طرح کے نام رکھنے سے پرہیز کیا جائے۔(۲)

---

(۱) ما في '' فتح الباري '' : قال ابن الحجر : من لم يرد أن يعق عنه لا يؤخر تسميته إلى السابع ، ومن يريد أن يعق عنه تؤخر تسميته إلى السابع وهو جمع لطيف لم أره لغيره البخاري . (۹/۲۷۷ ، كتاب العقيقة ، صحيح البخاري : ۲/۸۲۱ ، قديمي)

(اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه : ص/۱۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' فيض القدير '' : '' سمّوا بأسماء الأنبياء ، ولا تُسمّوا بأسماء الملائكة '' .

(عن عبد الله بن جراد) ...... قوله : (سمّوا بأسماء الأنبياء ... الخ) كجبريل فيكره التسمي بها كما ذكره القشيري ، ويسنّ بأسماء الأنبياء اهـ .

(۴/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۴۷۱۷)=

....

....

....

....

= ما في " مرقاة المفاتيح " : قال : وكره مالك التسمي بأسماء الملائكة كجبريل .
قلت : ويؤيده ما رواه البخاري في تاريخه عن عبد الله بن جراد : " سمّوا بأسماء الأنبياء ، ولا تسمّوا بأسماء الملائكة " . متفق عليه .

(۹/۱۰ ، كتاب الآداب ، باب الأسامي ، تحت رقم : ۴۷۵۱)

ما في " تحفة المودود بأحكام المولود " : ومنها كأسماء الملائكة كجبريل وميكائيل وإسرافيل فإنه يكره تسمية الآدميين بها .... حدثنا عبد الله بن جراد قال : صحبني رجل من مزينة فأتى النبي ﷺ وأنا معه فقال : يا رسول الله ! ولد لي مولود فما خير الأسماء ؟ قال : " .... وتسمّوا بأسماء الأنبياء ، ولا تسمّوا بأسماء الملائكة " اهـ . (ص/۱۱۹ ، مطبعة دار البيان)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب أكثر العلماء إلى أن التسمية بأسماء الملائكة كجبريل وميكائيل لا تكره، وذهب مالک إلى كراهية التسمية بذلک ، قال أشهب: سئل مالک عن التسمي بجبريل ، فكره ذلک ولم يعجبه ، وقال القاضي عياض : قد استظهر بعض العلماء التسمي بأسماء الملائكة ، وهو قول الحارث بن مسكين ، وأباح ذلک غيره .

(۱۱/۳۳۴، ۳۳۵ ، تسمية ، التسمية بأسماء الملائكة ، مغني المحتاج شرح منهاج الطالبين : ۴/۲۹۵ ، مطبعة دار الفكر) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۰۹۵۱)

توہم پرستی کی بنا پر بچوں کا نام بدلنا

مسئلہ (۲۰۷): بعض لوگ کسی بچے کے مسلسل بیمار رہنے پر اس کا نام تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، یہ محض توہم پرستی ہے، کیوں کہ بیماری وصحت کا تعلق ناموں کے ساتھ نہیں بلکہ قضاوقدر سے ہے[۱]، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اپنے بچوں کے نام انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام اور صحابیات کے ناموں پر رکھیں[۲]، اس لیے کہ کل قیامت کے دن انہی ناموں سے پکارا جائے گا[۳]، اور اگر ایسا نام رکھا گیا جس کا معنی ومطلب درست نہیں ہے، تو اسے تبدیل کردے[۴]، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک خاتون جس کا نام ''عاصیہ'' تھا بدل کر ''جمیلہ'' رکھا۔ ''عاصیہ'' کے معنی ''نافرمانی کرنے والی'' اور ''جمیلہ'' کے معنی ہیں ''خوبصورت''۔[۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يُّصِيبَنا إلا ما كَتبَ اللّٰهُ لَنا هُو مَوْلٰنا وعلَى اللهِ فَلْيتوَكَّلِ الْمُؤمِنُونَ﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما حظَّ الله تعالى لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتٰب من قبل أن نّبرأها﴾ . (سورة الحديد : ۲۲)

ما في " روح المعاني " : والكلام على العموم بجميع الشرور ، أي مصيبة في الأرض كجدب وعاهة في الزرع والثمار والزلزلة وغيرها ، ولا في أنفسكم كمرض وآفة كالجرح والكسر إلا في كتاب أي إلا مكتوبة مثبتة في اللوح المحفوظ ، وقيل في علم الله عزّ وجلّ . (۲۸۵/۱۵)=

= ما في " التفسير الكبير " : هذه الآية دالة على أن جميع الحوادث الأرضية قبل دخولها في الوجود مكتوبة في اللوح المحفوظ . (۱۰/۲٦۷)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أبي وهبٍ الجشمي قال : قال رسول الله ﷺ : " تسمّوا أسماء الأنبياء " ....الحديث " .

(۳/۱۳۴۹ ، رقم الحديث : ۴۷۸۲ ، كتاب الآداب ، باب الأسامي ، الفصل الثالث، بيروت ، سنن أبي داود : ص/٦۷٦ ، رقم الحديث : ۴۹۵۰ ، كتاب الأدب ، باب في تغيير الأسماء ، عون المعبود : ص/۲۱۲۸)

ما في " فيض القدير " : " سمّوا بأسماء الأنبياء ، ولا تُسمّوا بأسماء الملائكة " . (عن عبد اللهبن جراد) .... قوله : (سمّوا بأسماء الأنبياء ... الخ) ...... ويسنّ بأسماء الأنبياء اهـ . (۴/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۴۷۱۷)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : " تُدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم ، فأحسنوا أسمائكم " . رواه أحمد وأبوداود . (۳/۱۳۴۷ ، رقم الحديث : ۴۷٦۸ ، باب الأسامي ، الفصل الثاني ، السنن الكبرى للبيهقي : ۹/۵۱۵ ، رقم الحديث : ۱۹۳۰۸ ، كتاب الضحايا ، باب ما يستحب أن يسمى به ، بيروت ، سنن أبي داود : ص/٦۷٦ ، رقم الحديث : ۴۹۴۸ ، كتاب الأدب ، باب في تغيير الإسم القبيح ، قديمي)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن عائشة رضي الله عنها قالت : " إن النبي ﷺ كان يُغيّر الإسم القبيحَ " . رواه الترمذي

(۳/۱۳۴۸ ، رقم الحديث : ۴۷۷۴ ، الفصل الثاني)

(۵) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن ابن عمر : " أن بنتاً كانت لعمر يقال لها : عاصيةٌ ، فسمّاها رسول الله ﷺ جميلةً " . رواه مسلم

(۳/۱۳۴۵ ، رقم الحديث : ۴۷۵۸ ، كتاب الآداب ، باب الأسامي ، الفصل الأول)

ما في " السنن لأبي داود " : عن نافع ، عن ابن عمر : " أن رسول الله ﷺ غيّرَ اسم عاصية وقال : أنتِ جميلةٌ " .

(ص/٦۷۷ ، باب في تغيير الإسم القبيح ، رقم الحديث : ۴۹۵۲ ، عون المعبود : ص/۲۱۲۹ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۹/۵۱٦ ، رقم الحديث : ۱۹۳۱۳ ، باب تغيير الإسم القبيح وتحويل الإسم إلى ما هو أحسن منه) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۴۳۵۳٦)

ختنہ کس وقت کی جائے؟

مسئلہ (۲۰۸): ختنہ سنتِ ابراہیمی اور شعائرِ اسلام میں سے ہے[1]، بلوغ سے پہلے پہلے جب بھی بچہ میں تحمل کی طاقت ہو ختنہ کرادینا چاہیے، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس کے وقت کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء کرام نے سات سال اور بعض نے نو سال کا وقت تجویز کیا ہے، اگر کوئی شخص بالغ ہوگیا اور اس کی ختنہ نہیں کی گئی، یا کوئی عمر دراز شخص اسلام میں داخل

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : والختان سنة وهو من شعائر الإسلام وخصائصه ....(ووقت الختان غير معلوم) عند الإمام فإنه قال : لا علم لي بوقته ، ولم يرو عنهما فيه شيء ، (وقيل سبع سنين) .... وقيل أقصاه اثني عشرة سنة ، وقيل تسع سنين ، وقيل وقته عشر سنين ..... وقيل إن كان قوياً يطيق ألم الختان ختن وإلا فلا ، وهو أشبه بالفقه . (۴/۴۹۰ ، ۴۹۱ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، بيروت)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (صبيّ حشفته ظاهرة بحيث لو رآه انسان ظنّه مختوناً ولا تقع جلدة ذكره إلا بتشديد ألمه ترک على حاله كشيخ أسلم ، وقال أهل النظر : لا يطيق الختان) ترک أيضاً ...... (و) الأصل أن (الختان سنة) كما جاء في الخبر (وهو من شعائر الإسلام) وخصائصه ..... (ووقته) غير معلوم ، وقيل (سبع) سنين. كذا في الملتقى. وقيل عشر، وقيل أقصاه اثنتا عشرة سنة ، وقيل العبرة بطاقته، وهو الأشبه ، وقال أبوحنيفة : لا علم لي بوقته ، ولم يرد عنهما فيه شيء ، فلذا اختلف المشايخ فيه . (۱۰/۴۸۰ ، ۴۸۱ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، بيروت ، كذا في البحر الرائق : ۹/۳۵۹ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، الفتاوى الهندية : ۶/۴۴۵ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

ہوگیا، تو اگر اس میں ختنہ کرانے کی قوتِ برداشت ہو، تو ختنہ کرادینا بہتر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی ''۸۰'' سال کی عمر میں اپنی ختنہ کی تھی، لیکن اگر برداشت کی قوت نہ ہو، تو اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا، مجبور نہیں کیا جائیگا۔ (۱)

مختون بچے کا ختنہ دوبارہ کرنا

مسئلہ (۲۰۹): بچہ اگر ماں کے پیٹ سے ہی مختون (ختنہ کیا ہوا) پیدا ہوا، اور اطباء حضرات دوبارہ ختنہ کرانے سے منع کریں، یعنی دوبارہ ختنہ کرنے کی گنجائش وضرورت باقی نہ رہے، تو ایسے مختون بچے کا ختنہ نہ کیا جائے۔ (۲)

---

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " اختتن ابراهيمُ النبيّ وهو ابن ثمانين سنة بالقَدوم " . متفق عليه . ''ابراہیم علیہ السلام نے قدوم [کلہاڑے] کے ذریعہ ختنہ کی اس وقت آپ کی عمر اسی سال تھی''۔

(ص/۵۰۶ ، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم السلام ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (.... اختتن إبراهيم النبي) أي نفسه عليه الصلاة والسلام .

(۱۰/۷۰/۳ ، رقم الحديث : ۵۷۰۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸/۱۷۲-۱۷۴، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وفي صلاة النوازل : الصبي إذا لم يختن ولا يمكن أن يمدّ جلدته لتقطع إلا بتشديد وحشفته ظاهرة إذا رآه إنسان كأنه ختن ينظر إليه الثقات وأهل البصر من الحجامين فإن قالوا هو على خلاف ما يمكن الإختتان فإنه لا يشدّد عليه ويترك . كذا في الذخيرة . (۵/۳۵۷ ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء .. الخ)

ما في " مرقاة المفاتيح " : صبي ولد مختوناً بحيث لو رآه إنسان يراه كأنه ختن ويشقّ عليه الختان مرة أخرى ، واعترف بذلک أهل البصيرة ومن الحجامين ترک ولا يتعرض له . (۸/۱۷۲ ، باب الترجّل ، الفصل الأول)

ما في " اتحاف أولى الألباب " : لو ولد مختوناً بلا قلفة فلا ختان لا إيجاباً ولا استحباباً . (ص/۲۴۴)

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا

مسئلہ (۲۱۰): ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا غلط ہے[۱]، لیکن ختنہ سے فراغت کے بعد اگر ادائے سنت کے شکریہ کے طور پر دعوت کرے، خواہ عقیقہ کے ساتھ یا بغیر عقیقہ کے، درست ہے[۲]، البتہ اس دعوت کو ضروری تصور کرنا غلط ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل " : حدثنا عبد الله ، حدثني أبي ، حدثنا محمد بن سلمة الحَرَاني ، عن ابن اسحق يعني محمداً ، عن عبيد الله أو عبد الله بن طلحة بن كُريز ، عن الحسن قال : " دعي عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه إلى ختان فأبى أن يجيب ، فقيل له ، فقال : إنا كنا لا نأتي الختان على عهد رسول الله ﷺ ولا نُدعى له " . (۴/۲۱۷ ، رقم الحديث : ۱۷۴۵۵ ، ط : دار الفكر بيروت)

(۲) ما في " المغنى والشرح الكبير لإبن قدامة المقدسي الحنبلي " : فأما الدعوة في حق فاعلها فليست لها فضيلة تختص بها لعدم ورود الشرع بها ، ولكن هي بمنزلة الدعوة بغير سبب حادث ، فإذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه ، وإطعام اخوانه ، وبذل طعام ، فله أجر ذلک إن شاء الله تعالى .

(۸/۱۱۸ ، كتاب الوليمة ، حكم الدعوة إلى الختان ، ط : دار الفكر بيروت)

(۳) ما في " مرقاة المفاتيح " : وفيه أن من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة ، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة ومنكر .

(۳/۲۶ ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء ، رقم الحديث : ۹۴۷ ، شرح الطيبي : ۲/۴۴۶)

ما فى " السعاية في كشف ما في شرح الوقاية " : الإصرار على المندوب يبلغه إلى حدّ الكراهة . (۲/۲۶۵ ، كتاب الصلاة ، قبيل فصل في القراءة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/۴۶۴، کراچی، احسن الفتاویٰ: ۸/۱۵۵)

ختنہ کے موقع پر امام یا مؤذن کو رسمی وجبری ہدیہ دینا

مسئلہ (۲۱۱): بعض علاقوں میں بچوں کی ختنہ کے موقع پر لوٹا بھر کر اناج یا اور کوئی چیز امام یا مؤذن وغیرہ کو رسماً یا جبراً ہدیہ میں دی جاتی ہے، اس طرح کے رسمی اور جبری ہدیہ کے لینے دینے سے بچنا احوط ہے[۱]، لیکن جہاں کہیں رسم اور جبر نہ ہو، وہاں ختنہ یا دیگر خوشی کے موقع پر ہدیہ وتحفہ لینا دینا دونوں درست ہیں، کیوں کہ ہدیہ کالین دین محبت ومودّت کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : حماد بن سلمة ، عن علي بن زيد ، عن أبي حرة الرقاشي ، عن عمه أن رسول الله ﷺ قال : " لا يحلّ مال امرئٍ مسلم إلا بطيب نفس منه " .

(۱۶۶/۶ ، رقم الحديث : ۱۱۵۴۵ ، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح : ص/۲۵۵، سنن الدار قطني : ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، مسند الإمام أحمد بن حنبل : ۴۰۰/۱۵ ، رقم الحديث : ۲۰۹۸۰، جمع الجوامع : ۷/۹ ، رقم الحديث: ۲۶۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۸۷/۴ ، رقم الحديث : ۵۴۹۲)

(۲) ما في " الآداب للبيهقي " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ : " تَهادَوا تَحابُّوا " . وفيه أيضاً : عن أنس بن مالك : " أن رسول الله ﷺ كان يأمرنا بالهديّة والصلة بين الناس " . (ص/۴۰ ، رقم الأحاديث : ۱۰۰ ، ۱۰۱ ، باب في الهدية ، بيروت)

ما في " نصب الراية للزيلعي " : فرواه ابن القاسم الأصبهاني في " كتاب الترغيب والترهيب " .... عن ابن عمر ، قال : قال رسول الله ﷺ : " تهادَوْا تحابّوا " . (۲۹۸/۴ ، كتاب الهبة)=

= ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : عن القاسم بن محمد بن أبي بكر ، عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " تهادوا تحابوا " ... الحديث " .

(۲۵۴/۵ ، رقم الحديث : ۷۲۴۰ ، بيروت ، نصب الراية للزيلعي : ۲۹۸/۴ ، كتاب الهبة ، دار الإيمان سهارنفور ، أخرجه البخاري في الأدب المفرد : ص/۱۵۵ ، ط : السلفية ، التلخيص الحبير لإبن حجر : ۱۵۲/۳ ، ط : مؤسسة قرطبة ، ۷۰/۳ ، شركة الطباعة الفنية)

وفي رواية بإسناده ، قال : " تهادوا تزدادوا حبّاً " . (۲۱۹/۴ ، رقم الحديث : ۵۷۷۵)

ما في " سنن الترمذي " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " تَهادَوْا ، فإن الهديّةَ تُذهبُ وَحَرَ الصدر " ... الخ " . (۱۸۶/۳ ، رقم الحديث : ۲۱۳۰ ، كتاب الولاء والهبة ، باب في حث النبي ﷺ على التهادي ، بيروت)

ما في " عارضة الأحوذي " : الفوائد : إنما أذهبت الهدية الغيظ لوجوه ، منها أن القلب مشحون بمحبة المال والمنافع ، فإذا وصل إليه شيء منها فرح بها ، وذهب من غمّه بمقدار ما دخل عليه من سروره ، ومنها أن الرجل إذا كان يجد للآخر شيئاً فرآه قد سمح له بماله دلّه ذلك على إيثاره له على نفسه ، فيميل إليه به ، ومنها أنه يستدلّ به على أنه على ذكر منه في المعروف . (۲۲۲/۸ ، ۲۲۳ ، تحت رقم : ۲۱۳۰ ، بيروت)

ما في " تحفة الفقهاء للسمرقندي " : الهبة عقد مشروع ، مندوب إليه بالكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّئا مريئا﴾ . وأما السنة فقوله عليه السلام : (تحابّوا) .... وعليه الإجماع .

(۱۵۹/۳ ، كتاب الهبة ، بيروت)

ما في " المبسوط للسرخسي " : قال الشيخ الإمام الأجل الزاهد شمس الأئمة وفخر الإسلام أبوبكر محمد بن أبي سهل السرخسي رحمه الله تعالى إملاءً : اعلم أن الهبة عقد جائز ثبت جوازه بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وإذا حيّيتُم بتحيّة فحيّوا بأحسن منهآ أو رُدّوها﴾ . [النساء : ۸۶] والمراد بالتحية العطية .... فإن قوله : ردّوها ، يتناول ردّها بعينها ، وإنما يتحقق ذلك في العطية وقال الله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّئاً مريئًا﴾ . [النساء : ۴] ، وإباحة الأكل=

....

....

....

....

= بطريق الهبة دليل جواز الهبة ، والسنة حديث أبي هريرة رضي الله عنه ، أن النبي ﷺ قال : " الواهبُ أحقّ بهبته ما لم يثبت منها " . ولأنه من باب الإحسان واكتساب سبب التودد بين الأخوان ، وكل ذلک مندوب إليه بعد الإيمان ، وإليه أشار رسول الله ﷺ بقوله : " تهادوا تحابّوا " .

(۱۲/۵٦ ، كتاب الهبة ، ط : دار الكتب العلمية ، ۱۲/۴۷ ، ط : دار المعرفة بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الهبة مشروعة في الكتاب والسنة والإجماع ، فمن الكتاب قوله تعالى : ﴿فإن طبنَ لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً﴾ . [النساء : ۴] ومن السنة قوله ﷺ : " تهادوا تحابّوا " ..... وأما الإجماع فقد انعقد على جوازها ومشروعيتها ، بل على استحبابها بجميع أنواعها، لما فيها من التعاون على البر والتقوى ، وإشاعة الحبّ والتواد بين الناس ، وبه تتبين الحكمة من مشروعيتها .

(۴۲/۱۲۱ ، ۱۲۲ ، هبة ، مشروعية الهبة)

ما في " المغني والشرح الكبير لإبن قدامة المقدسي الحنبلي " : ومن دفع إلى إنسان شيئاً للتقرّب إليه والمحبة له فهو هدية ، وجميع ذلک مندوب إليه ، فإن النبي ﷺ قال : " تهادوا تحابّوا " . (٦/۲۴٦ ، باب الهبة والعطية ، ط : دار الكتاب العربي ، مغني المحتاج شرح منهاج الطالبين : ۲/۳۹٦ ، كتاب الهبة والتمليک بلا عوض هبةٌ ، ط : دار الفكر)(فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۴٦۵،کراچی)

کتاب الفرائض

(وراثت کے احکام)

وراثت کی بنیاد

مسئلہ (۲۱۲): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وراثت میں بالغ اور نابالغ رشتہ داروں میں فرق ہے، یعنی بالغ کو زیادہ اور نابالغ کو کم حصہ ملے گا، جب کہ ان کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں اسلام میں وراثت کی بنیاد رشتہ داری پر ہے[1]، جو جتنا قریبی رشتہ دار ہوگا، وراثت میں اسے اتنا ہی زیادہ حصہ ملے گا، اس میں بالغ اور نابالغ کے درمیان کوئی تفریق نہیں رکھی گئی ہے، جن صورتوں میں

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ما یستحق به الإرث شیئان : النسب والسبب ، فالنسب علی ثلاثة أنواع : المنتسبون إلیه وهو الأولاد ، والمنتسب هو إلیهم وهم الآباء والأمهات ، والسبب وهم الأخوات والأعمام والعمات وغیر ذلک ، والسبب ضربان : زوجیة وولاء . (۹/۳٦۵ ، کتاب الفرائض)

ما في " الهندیة " : ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث بالنسب ، وهو القرابة ، والسبب وهو الزوجیة والولاء ، وهو علی ضربین : ولاء عتاقة وولاء موالاة ، وفي کل منهما یرث الأعلی من الأسفل ، ولا یرث الأسفل من الأعلی .

(٦/۴۴۷ ، کتاب الفرائض ، الباب الأول)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : ویستحق الإرث برحم ونکاح صحیح وولاء . الدر المختار . قال الشامي : یعني أن کل واحد منها علة للاستحقاق .

(۱۰/۴۹۷ ، کتاب الفرائض)=

ایک بڑا بھائی وراثت کا مستحق ہوگا، ان صورتوں میں اس کا چھوٹا اور نابالغ بھائی بھی اتنی ہی مقدار میں وراثت کا حق دار ہوگا، محض کم سنی اور بچپن کی وجہ سے نہ ہی اسے میراث سے محروم رکھا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اس کے حصۂ میراث میں کچھ کمی کی جاسکتی ہے۔ (۱)

مسائل شتی

(متفرق مسائل)

" الحجة علی ما قلنا " کی حیثیت

مسئلہ (۲۱۳): بعض لوگ یہ اشکال کرتے ہیں کہ مسئلہ پیش کرنے کے بعد، اُس مسئلے کی دلیل بیان کرنے کے لیے " **الحجة علی ما قلنا** " کہنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ " علیٰ " ضرر کے لیے آتا ہے، اور کسی کے خلاف دلیل پیش کرنے کے معنی میں " حجۃ " علیٰ صلہ کے ساتھ آتا ہے؟ اُن کا یہ اشکال اُس وقت درست ہوتا جب کہ " علیٰ " یہاں " حجۃ " کا صلہ ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ " علیٰ " یہاں " **موجودةٌ** " شبہ فعل (جو کہ " علیٰ " حرفِ جار سے پہلے مقدر ہے) کا صلہ ہے، اور " **علیٰ ما قلنا** " جار مجرور " **موجودة** " شبہ فعل سے متعلق ہوکر " **الحجة** " کی خبر واقع ہورہی ہے، اور " **الحجة** " دلیل اور برہان کے معنی میں

---

(۱) ما في " البحر الرائق " : إن الصبي والمجنون إذا قتل لم يتعلق به حق وجوب القصاص ولا حرمان الميراث . (۹/۳٦۵)

ہے، جو کہ اسم ہے، اور قاعدہ ہے کہ کبھی خبر بظاہر جار مجرور اور ظرف کے شکل میں ہوا کرتی ہے، مگر وہ کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوکر ہی خبر بنتی ہے، نہ کہ اسم سے[۱]، لہٰذا اُن کا یہ اشکال درست نہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کلامِ عرب میں اکثر و بیشتر الفاظ کئی معانی کے لیے مستعمل ہوتے ہیں، اس طور پر کہ اُن کا ایک حقیقی معنی ہوتا ہے اور ایک مجازی، اسی طرح کلامِ عرب میں حروف بھی اپنا ایک حقیقی معنی رکھتے ہیں اور ایک مجازی، اسی طرح "علیٰ" بھی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، مثلاً:

۱- استعلاء: بلندی کے معنی کو ظاہر کرنے کے لیے، جیسے " وعلى الفلك تحملون " .

نوٹ:- "علیٰ" استعلاء کے لیے آتا ہے، خواہ یہ استعلاء حقیقی ہو، جیسے " زيدٌ على السطح " (زید چھت پر ہے)، یا استعلاء مجازی جیسے " عليه دَينٌ " (اس پر قرض ہے)۔[۲]

۲- سببیت و تعلیل: سبب و علت ظاہر کرنے کے لیے جیسے " ولتُكبِّروا الله على ما هداكم " (لما هداكم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الكافية مع حاشية " : وما وقع ظرفاً فالأكثر على أنه مقدر بجملة . أي الخبر الذي وقع ظرفًا نحو زيدٌ في الدار وعمرو من الإكرام ، فأكثر النحاة على أنه مقدر بجملة أي متعلق بفعل محذوف من الأفعال العامة لدلالة الظرف عليه . (ص/۲۰)

(۲) ما في " الكافية مع حاشية " : على للاستعلاء – أي للاستعلاء شيء على شيء حقيقة نحو زيدٌ على السطح أو حكمًا نحو عليه دينٌ . (ص/۱۱۵)

۳- ظرفیت: فی کے معنی میں جیسے " ودخل المدينة على حين غفلة من أهلها" (في حين)

نوٹ:- صاحبِ کافیہ رحمہ اللہ کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شے جس میں استقرار اور استعلاء دونوں کے معنی بن سکتے ہوں، وہاں دونوں (علیٰ، فی) حرفوں میں سے جس کو لایا جائے درست ہے، جیسے " جلستُ على الأرض ، جلستُ في الأرض " ۔[1]

۴- مصاحبت: مع کے معنی میں، جیسے " وآتى المال على حبه " (مع حبه)

۵- بمعنی مِن: جیسے " الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون " . (اكتالوا منهم)

۶- بمعنی با: جیسے " حقيق علىٰ أن لا أقول على الله إلا الحق" (حقيق بي)

۷- لزوم: لزوم کے لیے جیسے " كُتبَ عليكم الصيامُ " ۔[2]

الغرض! کلامِ عرب کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس کا احاطہ خود اہلِ عرب بھی آج تک نہیں کر سکے۔

---

(۱) (الكافية مع حاشية: ص/۱۱۳، رقم الحاشية: ۹، سعاية النحو: ص/۳۲۴)

(۲) (تدريب النحو: ص/۲۲۷، حروف الجر ومعانيها)

ہر مسئلہ اور حادثہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

مسئلہ (۲۱۴): بعض لوگ ہر مسئلہ اور حادثہ کا حکم قرآن وحدیث سے مانگتے ہیں، ان کا یہ مطالبہ درست نہیں، کیوں کہ قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں ہر پیش آنے والے مسئلہ اور حادثہ کا حکم صاف اور صریح موجود نہیں ہے، البتہ ایسی کلیات اور اصول یقیناً موجود ہیں، جن میں اجتہاد واستنباط کے ذریعہ، قیامت تک پیش آنے والے ہر مسئلہ وحادثہ کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے، اور یہ اجتہادی واستنباطی احکام بھی دین ہی کا حصہ ہیں، جسے ہم فقہ اسلامی سے تعبیر کرتے ہیں [۱]، حضراتِ فقہاء کرام نے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ونزّلنا عليک الكتٰب تبياناً لكلّ شيء﴾ .

(سورة النحل : ۸۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يعني تبيان كلّ شيء من أمور الدين بالنص والدلالة ، وما حصل عليه الإجماع ، فمصدره أيضاً عن الكتاب ، لأن الكتاب قد دلّ على صحة حجة الإجماع وأنهم لا يجتمعون على ضلال ، وما أوجبه القياس واجتهاد الرأي وسائر ضروب الاستدلال من الاستحسان ، وقبول خبر الواحد جميع ذلک من تبيان الكتاب ، لأنه قد دلّ على ذلک إجماع ، فما من حكم أحكام الدين إلا وفي الكتاب تبيانه من الوجوه التي ذكرنا ، وهذه الآية دالة على صحة القول بالقياس ، وذلک لأنا إذا لم نجد للحادثة حكماً منصوصاً في الكتاب ، ولا في السنة ، ولا في الإجماع ، وقد أخبر الله تعالى أن في الكتاب تبيان كل شيء من أمور الدين ، ثبت أن طريقه النظر والاستدلال بالقياس على حكمه . (۲۴۶/۳)

میں انتہائی غور وفکر کرکے، اِن مسائل کا استنباط فرمایا ہے (فجزاهم الله خير الجزاء) ، اوراس عملِ استنباط واجتہاد کا دلیلِ شرعی ہونا، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ (۱)

---

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن الحارث بن عمرو ، عن رجال من أصحاب معاذ ، أن رسول الله ﷺ بعث معاذاً إلى اليمن ، فقال : " كيف تقضي ؟ " . فقال : أقضي بما في كتاب الله ، قال : "فإن لم يكن في كتاب الله ؟ " . قال : فبسنة رسول الله ﷺ ، قال : "فإن لم يكن في سنة رسول الله ﷺ ؟ " . قال : أجتهد رأيي ، قال : " الحمد لله الذي وفّق رسولَ رسولِ الله ﷺ " .

(۳۳۰/۲ ، رقم الحديث : ۱۳۲۷ ، كتاب الأحكام ، باب ما جاء في القاضي كيف يقضي ، بيروت ، السنن لأبي داود :ص/۵۰۵ ، كتاب القضاء ، باب اجتهاد الرأي في القضاء ، قديمي ، رقم الحديث : ۳۵۹۲ ، عون المعبود :ص/۱۵۳۲ ، بيروت ، أصول الشاشي : ص/۸۳ ، ۸۴ ، البحث الرابع في القياس ، مكتبه بلال بكڈپو دهلي)

ما في " العرف الشذي " : قال العلامة المحدث الكبير محمد أنور شاه الكشميري : حديث الباب يفيد في القياس ، وأخذه أرباب الأصول ، وتكلّم فيه المحدثون ، لأن الراوي عن معاذ مبهم . أقول : إن الراوي عنه جماعة من أصحاب معاذ ، وأصحاب معاذ ثقات فلا ضير ، والحديث قويٌّ ، وقال البيهقي : إن الحديث وإن هو منقطع لكنه مروي عن أصحاب معاذ ، فيكون حجة ، وأخذ أرباب القياس حديث الباب .

(۷۰/۳ ، رقم الحديث : ۱۳۲۷ ، دار احياء التراث العربي)

ما في " معالم السنن شرح سنن أبي داود " : قال الشيخ : قوله : اجتهد برأيي يريد الاجتهاد في ردّ القضية من طريق القياس إلى معنى الكتاب والسنة ، ولم يرد الرأي الذي يسنح له من قبل نفسه ، أو يخطر بباله عن غير أصل من كتاب أو سنة ، وفي هذا إثبات القياس وإيجاب الحكم به .

(۱۵۳/۴ ، تحت رقم الحديث : ۱۴۲۵ ، بيروت)=

....

....

....

= ما في " عون المعبود شرح سنن أبي داود " : قال في المجمع : وفي حديث معاذ : " اجتهد برأيي " . الاجتهاد بذل الوسع في طلب الأمر بالقياس على كتاب أو سنة . انتهى . ... وفي هذا إثبات القياس وإيجاب الحكم به . انتهى .
(ص/۱۵۳۲ ، بيت الأفكار الدولية)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب ، فله أجران ، وإذا حكم فأخطأ ، فله أجر واحدٌ " .
(۲/۳۲۹ ، رقم الحديث : ۱۳۲۶ ، كتاب الأحكام ، باب ما جاء في القاضي يصيبُ ويخطئ ، العرف الشذي : ۳/۶۹ ، رقم : ۱۳۲۶ ، وأخرجه البخاري في كتاب الاعتصام ، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب ، رقم : ۲۵۹۳ ، ومسلم في كتاب الأقضية ، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ ، وأبوداود في كتاب الأقضية ، باب في القاضي يخطئ ، رقم : ۳۵۷۴ ، والنسائي في كتاب القضاة ، باب الإصابة في الحكم ، رقم : ۵۳۷۷ ، وابن ماجه في كتاب الأحكام ، باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق ، رقم : ۲۳۱۴ ، والمزّي في تحفة الأشراف ، رقم : ۱۵۴۳۷)

ما في " نور الأنوار " : اعلم أن أصول الشرع ثلاثة : الكتاب والسنة وإجماع الأمة ، والأصل الرابع القياس ، إن الأصل الرابع بعد الثلاثة للأحكام الشرعية ، هو القياس المستنبط من هذه الأصول الثلاثة . (ص/۷ ، ۸)

ما في " هامش أصول الشاشي " : اعلم أن القياس حجة شرعية قد قام على كونه حجة في المسائل الشرعية أدلة من الكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿فاعتبروا يآ أولي الأبصار﴾ . والاعتبار هو القياس ماخوذ من اعتبار شيء بشيء إذا قيس عليه . الخ . (ص/۸۳ ، رقم هامش : ۸)

شریعت کے اوامر ونواہی میں فرق کیوں؟

مسئلہ (۲۱۵): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریعت کے اوامر ونواہی میں فرض، واجب، سنت، مستحب اور حرام ومکروہِ تحریمی سے فرق کیوں کیا جاتا ہے؟

......تو جواباً عرض ہے کہ دلائلِ شرعیہ کی چار قسمیں ہیں:

۱- جس دلیل کا ثبوت اور مفہوم ومدلول قطعی ہو، اسے قطعی الثبوت والدلالۃ کہتے ہیں، جیسے قرآن کریم کی آیاتِ مفسرہ ومحکمہ اور وہ سنتِ متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔

۲- جس دلیل کا ثبوت تو قطعی ہے، مگر اس کا مفہوم ومدلول ظنی ہو، اسے قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کہتے ہیں، جیسے قرآن کریم کی وہ آیات جن میں تاویل کی گئی۔

۳- جس دلیل کا ثبوت ظنی ہو اور مفہوم ومدلول قطعی ہو، اسے ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ کہتے ہیں، جیسے وہ اخبارِ آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو۔

۴- جس دلیل کا ثبوت اور مفہوم ومدلول دونوں ظنی ہوں، اسے ظنی الثبوت وظنی الدلالۃ کہتے ہیں، جیسے وہ اخبارِ آحاد جن کا مفہوم ظنی ہو۔

دلیل کی پہلی قسم سے کسی شئ کی فرضیت وحرمت ثابت ہوتی ہے، دوسری اور تیسری قسم سے کسی شئ کا وجوب یا کراہتِ تحریمی ثابت ہوتی ہے، اور چوتھی قسم سے کسی شئ کی سنیت اور استحباب ثابت ہوتا ہے (۱)، اس لیے یہ فرق کیا جاتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ... الأدلة السمعية أربعة : الأول : قطعي الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة أو المحكمة ، والسنة المتواترة التي مفهومها قطعي .
الثاني : قطعي الثبوت ظني الدلالة كالآيات المؤولة . الثالث : عكسه كأخبار الآحاد= = التي مفهومها قطعي. الرابع : ظنيهما كأخبار الآحاد التي مفهومها ظني . فبالأول يثبت الافتراض والتحريم ، وبالثاني والثالث الإيجاب وكراهة التحريم ، وبالرابع تثبت السنية والاستحباب . (۹/۴۸۷ ، كتاب الحظر والإباحة)

کیسٹ سے قرآن کریم کی مشق

مسئلہ (۲۱۶): بذاتِ خود قرآن کریم کی تلاوت کرنا انتہائی اجروثواب کا باعث ہے[۱]، لیکن اگر کوئی شخص از خود قرآن کریم کو صحیح نہ پڑھ سکتا ہو، اور صحت کے لیے کیسٹ چلا کر اس کے مطابق قرآن کریم کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہو، تو یقیناً اس کا یہ عمل بھی ان شاء اللہ باعثِ اجروثواب ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أتل ما أوحي إليک من الكتٰب وأقم الصلوة﴾ .
(سورة العنكبوت : ۴۵)

ما في " التفسير المنير " : ﴿أتل ما أوحي إليک من الكتٰب﴾ أي اقرأ يا محمد ، ومثلک كل مسلم وأدم تلاوة هذا القرآن وتبليغه للناس فإنه إمام ونور وهدى ورحمة ودليل خير ونجاة وعلاج ما استعصى من الأزمات والمحن وتخطى مراحل اليأس والقنوط . (۱۰/۲۲۳)

ما في " الحديث النبوي " : قال رسول الله ﷺ : " من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة ، والحسنة بعشر أمثالها ، لا أقول ألم حرف ، لكن ألف حرف ، ولام حرف ، وميم حرف ، وقال : ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة ، وغشيتهم الرحمة ، وحفتهم الملائكة ، وذكرهم الله فيمن عنده ". (كنز العمال : ۱/۲۶۱)

ما في " احياء علوم الدين " : قال رسول الله ﷺ : " وإن القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد فقيل : يا رسول الله ! وما جلاؤها ؟ فقال : تلاوة القرآن وذكر الموت " . (۱/۲۷۳)

(۲) ما في " روح المعاني " : ﴿ولقد يسّرنا القرآن للذكر فهل من مدّكر﴾ . [سورة القمر : ۱۷] أخرج ابن المنذر، وجماعة عن مجاهد أنه قال : يسرنا القرآن هوناً قراءته ، وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس : " لولا أن الله تعالى يسره على لسان الآدميين ما استطاع أحد من الخلق أن يتكلم الله تعالى " . (۱۵/۱۲۸)=

چوہوں کو زہر دے کر مارنا

مسئلہ(۲۱۷): کبھی گھروں میں چوہے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں، اورگھروں میں موجود غلہ جات اور دیگر اسباب وسامان کو کافی نقصان پہنچاتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کو زہر دے کر مارنا، یا ویسے ہی مار دینا، دونوں صورتیں درست ہیں۔[1]

= ما في " مرقاة المفاتيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة ، والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق ، له أجران " . متفق عليه . (۸/۵ ، كتاب فضائل القرآن)

ما في " قواعد الفقه " : " الأمور بمقاصدها " . (ص/۱۲۲) (فتاویٰ محمودیہ:۳/۵۵۰،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وجاز قتل ما يضرّ منها ككلب عقور وهرة تضر .

(۱۰/۴۰۰ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتىٰ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " البزازية على هامش الهندية " : المختار أن النملة إذا ابتدأت بالأذى لا بأس بقتلها، وإلا يكره ..... قتل القملة لا يكره ...... الهرة إذا كانت مؤذية لا تضرب ولا تعرك أذنها، بل تذبح بسكّين حادّ .

(۶/۳۷۰ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثامن في القتل)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرر يزال " .

(۱/۳۰۵ ، القاعدة الخامسة ، درر الحكام : ۱/۳۷ ، المادة : ۲۰ ، القواعد الكلية والضوابط الفقهية :ص/۱۶۳ ، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي : ص/۸۰۱ ، الأصول والقواعد للفقه الإسلامي : ص/۱۹۱ ، رقم القاعدة : ۱۸۴) (فتاویٰ محمودیہ:۱۸/۲۷۹)

غیبت حقوق العباد میں داخل ہے

مسئلہ (۲۱۸): اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرے، تو جس کی غیبت کی گئی، جب تک اُسے اپنی غیبت کا علم نہ ہو، یہ غیبت حقوق اللہ میں داخل ہے، جس کے لیے صرف توبہ واستغفار کافی ہوتا ہے، اوراگر اس شخص کو اپنی غیبت کا پتہ چل جائے، تو پھر یہ غیبت حقوق العباد میں داخل ہے، لہٰذا اُس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " إن من كفارة الغيبة أن تستغفر لمن اغتَبْتَه تقول : اللهم اغفرلنا وله " . رواه البيهقي في الدعوات الكبير .

(ص/۴۱۵ ، كتاب الآداب ، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم ، رقم الحديث : ۴۸۷۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والظاهر أن هذا إذا لم تصل الغيبة إليه ، وأما إذا وصلت إليه فلا بد من الاستحلال بأن تخبر صاحبها بما قال فيه ، ويتحللها منه ...... وفي روضة العلماء : سألت محمداً فقلت له : إذا صاحب الغيبة قبل وصولها إلى المغتاب عنه هل تنفعه توبته ؟ قال : نعم ؛ تنفعه توبته ، فإنه تاب قبل أن يصير الذنب ذنباً ، يعني ذنباً يتعلق به حق العبد ، قال : لأنها تصير ذنباً إذا بلغت إليه ،قلت : فإن بلغته إليه بعد توبته، قال : لا تبطل توبته بل يغفر الله لهما جميعاً ، المغتاب بالتوبة، والمغتاب عنه بما لحقه من المشقّة . (۹/۹۹)

ما في " التعليق الصبيح " : وقال النووي : رأيت في فتاوى الطحاوي انه يكفي الندم والاستغفار في الغيبة ، وإن بلغت فالطريق أن يأتي المغتاب ويستحلّ منه . (۱۹۷/۵)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۳۰۱۲)

حدیث" النفقة كلها في سبيل الله إلا البناء فلا خير فيه" کا مطلب

مسئلہ (۲۱۹): بعض لوگ آپ ﷺ کے ارشاد: " النفقة كلها في سبيل الله إلا البناء فلا خير فيه (پورا کا پورا نفقہ اللہ کی راہ میں ہے، سوائے تعمیر کے، کہ اس میں خیر نہیں) سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہر تعمیر میں لگنے والا روپیہ خیر سے خالی ہے، جب کہ آپ ﷺ کے فرمان کی مراد یہ نہیں ہے، صحیح مراد یہ ہے کہ جو تعمیر محض دکھلاوا، تفاخر اور ضرورت سے زائد ہوگی، اس پر آنے والے اخراجات اِسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے خیر سے خالی ہے، لہٰذا انسان اپنی ضرورت کے لیے جو بھی تعمیر کرے گا، خواہ وہ ضرورت ذاتی استعمال کی ہو، یا تجارتی، جیسا کہ آج کل تعمیرات نے مستقل پیشہ کی حیثیت اختیار کرلی، کہ تعمیراتی کمپنیاں، رہائشی کالونیاں، شاپنگ سینٹرس وغیرہ بنا کر فروخت کرتی ہیں، تو وہ اس حدیث کی وعید میں داخل نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " النفقة كلها في سبيل الله إلا البناء فلا خير فيه " . رواه الترمذي ..... وعنه أن رسول الله ﷺ خرج يوماً ونحن معه فرأى قبة مشرفة .... فقال : " أما إنّ كل بناء وبالٌ على صاحبه إلا ما لا ، إلا ما لا " يعني ما لا بدّ منه . رواه أبوداود .

(ص/ ۴۴۱ ، ۴۴۲ ، كتاب الرقاق ، الفصل الثاني ، قديمي ، جامع الترمذي : ۳/۳۷۴ ، رقم الحديث : ۲۴۸۲ ، باب النفقة كلها في سبيل الله إلا البناء ، بيروت)=

جنتی مرد کو حوریں ملیں گی، تو جنتی عورت کو کیا ملے گا؟

مسئلہ (۲۲۰): بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ایک جنتی مرد کو ستر ستر (۷۰،۷۰) حوریں ملیں گی، تو جنتی عورت کو کیا ملے گا؟ جواباً عرض ہے کہ جنتی عورتوں کو ان کے شوہر ملیں گے، جنہیں جنتی قوت اور حسن وغیرہ صفات عطا کی جائیں گی، اگر کسی عورت نے دنیا میں شادی نہ کی ہو، تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس مرد سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر وہ کسی کو پسند نہ کرے تو حق تعالیٰ حورِ عین میں سے ایک مرد پیدا کرکے اس کے ساتھ اس کا نکاح کردیں گے، اور جس عورت کے کئی نکاح یکے بعد دیگرے ہوئے تو اس سلسلے میں دو قول ہیں:

۱- آخری خاوند سے اس کا نکاح ہوگا۔

۲- اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس خاوند سے چاہے نکاح کرلے۔[1]

= ما في " مرقاة المفاتيح " : (يعني ما لا بدّ منه) .... قيل : معنى الحديث أن كل بناء بناه صاحبه فهو وبالٌ أي عذاب في الآخرة .... أراد ما بناه للتفاخر والتنعّم فوق الحاجة، لا أبنية الخير من المساجد والمدارس والرباطات فإنها من الآخرة ، وكذا ما لا بدّ منه للرجل من القوت والملبس والمسكن .

(۹/۳۷۹ ، تحت رقم : ۵۱۸۴ ، شرح الطيبي : ۹/۳۴۹ ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند)

ما في " تحفة الأحوذي " : (فلا خير فيه) أي : في الإنفاق فيه ، فلا أجر فيه ، وهذا في بناء لم يقصد به قربة ، أو كان فوق الحاجة . (۷/۲۲۸ ، تحت رقم : ۲۴۸۲ ، دار احياء التراث ومؤسسة التاريخ العربي بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۱۱۰۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" فتاوى عبد الحي عن الغرائب " : اختلف الناس في المرأة التي يكون لها زوجان في الدنيا، لأيهما تكون في الآخرة ؟ قيل : تكون لآخرهما ، وقيل : تخير فتختار أيهما شاء .

(فتاویٰ عبد الحی اردو: ص/۴۸۲ ، رقم الفتویٰ : ۷۶۵ ، ۷۶۶ ، مكتبه تهانوی ديوبند)=

انتقاماً سامنے والے کا جوابی فون ریسیو نہ کرنا

مسئلہ (۲۲۱): بعض لوگ اپنی ضرورت سے کسی کو فون لگاتے ہیں، جسے فون لگایا گیا وہ اپنی مصروفیت، مشغولیت یا کسی مصلحت کی وجہ سے فون نہیں اٹھاتا، گھنٹی بج بج کر بند ہوجاتی ہے، اور کال، مِس کال ہوجاتی ہے، تو یہ فون لگانے والا شخص اس قدر ناراض ہوجاتا ہے کہ جب سامنے والے شخص کا جوابی فون آتا ہے، تو یہ بھی ناراضگی کے اظہار میں یا انتقاماً، اس کا فون ریسیو نہیں کرتا، شرعاً یہ رویہ اسلامی اخلاق کے خلاف ہے، کیوں کہ جب شریعت نے دور سے ملنے آنے والے شخص سے ملنا اہلِ خانہ پر لازم نہیں کیا، تو فون پر رابطہ کرنے والے کی کال ریسیو کرنا بطریقِ اولیٰ لازم نہیں ہوگا۔ (۱)

= ما في " فتاوی احیاء العلوم عن مجموعة الفتاوی للشیخ اللكنوي عن الغرائب " : ولو ماتت قبل أن تتزوج تخير أيضاً إن رضيت بآدمي زوجت منه وإن لم ترض فالله يخلق ذكرًا من العين فيزوجها منه . (ص/۳۳۸ ، کتاب المتفرقات ، شعبه نشر واشاعت جامعه عربیه احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڈھ)

(فتاویٰ نظامیہ: ۱/ ۴۳۹، مسائل متفرقۃ، ساجدہ بکڈ پو محلّہ دیوان دیوبند، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۹۵۴۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلِّموا على أهلها ، ذلكم خير لكم لعلكم تذكّرون ، فإن لم تجدوا فيهآ أحدًا فلا تدخلوها حتى يؤذن لكم، وإن قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو أزكى لكم ، والله بما تعملون عليم﴾ . (سورة النور : ۲۷ – ۲۸)=

دودھ نکالنے کا ایک نیا طریقہ

مسئلہ (۲۲۲): آج کل مواشی رکھنے والوں نے بھینس کا دودھ نکالنے کی ایک تدبیر یہ نکالی ہے کہ جو بھینس دودھ نہ دے، اور دو چار گھنٹے اس کے نیچے بیٹھے رہیں، لیکن وہ لات مارتی ہے، تو میڈیکل اسٹور سے ایک دوا کی چھوٹی شیشی خرید کر سِرنج میں بھر کر بھینس کو لگاتے ہیں، جس سے بھینس اپنا پورا دودھ تھنوں میں

= ما في ’’ أحكام القرآن للجصاص ‘‘ : حُظِر الدخول إلا بالإذن ، فدل على أن الإذن مشروط في إباحة الدخول ...... ويدل على أن للرجل أن ينهى من لا يجوز له دخول داره عن الوقوف على باب داره أو القعود عليه ، لقوله تعالى : ﴿وإن قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو أزكى لكم﴾ . (۳/۴۰۴ – ۴۰۶)

ما في ’’ السنن لأبي داود ‘‘ : عن أبي موسى أنه أتى عمر فاستأذن ثلاثاً ، فقال : يستأذن أبوموسى يستأذن الأشعري ، يستأذن عبد الله بن قيس ، فلم يأذن له فرجع ، فبعث إليه عمر ما ردك ؟ قال : قال رسول الله ﷺ : ’’ يستأذن أحدكم ثلاثاً ، فإن أذن له وإلا فليرجع ‘‘ . قال : ائتني ببينة على هذا ، فذهب ثم رجع فقال : هذا أبيّ ، فقال أبيّ : يا عمر! لا تكن عذاباً على أصحاب رسول الله ﷺ فقال عمر : لا أكون عذاباً على أصحاب رسول الله ﷺ .

(ص/۷۰۴ ، كتاب الأدب ، باب كم مرة يسلم الرجل في الاستيذان)

ما في ’’ الموسوعة الفقهية ‘‘ : من استأذن فأذن له دخل وإن لم يؤذن له فلينصرف ، ولا يُلَحُّ بالاستيذان، ولا يتكلم بقبيح الكلام ، ولا يقعد على الباب لينتظر، لأن للناس حاجات وأشغالاً في المنازل . (۳/۱۵۲)

ما في ’’ قواعد الفقه ‘‘ : ترك الإحسان لا يكون إساءة . (ص/۷۰ ، رقم المادة : ۸۲)

اتار لیتی ہے، جس سے آسانی سے دودھ نکالا جاتا ہے، دودھ نکالنے کی یہ صورت شرعاً جائز ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لیے پیدا فرمایا(۱)، اس لیے اس سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو، تو کوئی حرج نہیں(۲)، اسی لیے گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، آپ ﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے(۳)، جب کہ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بہت زیادہ ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون﴾ . (سورة النحل : ۵)

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : وقد قال علماؤنا : وكره السلخ قبل أن تبرد ، وكل تعذيب بلا فائدة لهذا الحديث .

(۸/۱۴ ، كتاب الصيد والذبائح ، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث : ۴۰۷۳)

ما في " تبيين الحقائق " : والأصل أن إيصال الألم إلى الحيوان لا يجوز شرعًا إلا لمصالح تعود عليه . (۷/۴۶۵ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، كذا في البحر الرائق : ۹/۳۵۹ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره كل تعذيب بلا فائدة .

(۹/۳۵۸ ، كتاب الذبائح)

(۳) ما في " البحر الرائق " : قال رحمه الله : (وخصى البهائم) يعني يجوز لأنه عليه الصلاة والسلام ضحى بكبشين أملحين موجوأين ، والموجوء هو الخصى ، ولأن لحمه يطيب به ويترك النكاح فكان حسنًا .... ان البهائم كانت تكثر في زمنه ﷺ فتكوى بالنار لأجل المنفعة للمالك ، فكذا يجوز هذا الفعل (الخصى) لتعود المنفعة للمالك .... وفي المحيط : ان الأصل إيصال الألم إلى الحيوان لمصلحة تعود إلى الحيوان يجوز . (۸/۳۷۴ ، ۳۷۵ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)=

دودھ نکالنے کی ایک نئی ترکیب

مسئلہ (۲۲۳): جب کسی دودھ دینے والی بھینس یا گائے کا بچہ مرجاتا ہے، اور وہ دودھ دینے میں پریشان کرنے لگتی ہے، تو اس کا دودھ نکالنے کے لیے یہ ترکیب اپنائی جاتی ہے کہ کسی چیز سے بچہ کی صورت بنا کر اس بھینس یا گائے کے سامنے رکھ دی جاتی ہے، جسے وہ اپنا بچہ سمجھ کر دودھ اُتار لیتی ہے، اور دودھ نکالنا آسان ہوجاتا ہے، یہ ترکیب شرعاً درست ہے، جب کہ اس کے سامنے رکھے جانے والے مصنوعی بچہ کا چہرہ اور آنکھیں پوری طرح ظاہر نہ ہوں، بلکہ ایسے ہی ایک شکل بنادی گئی ہو۔(۱)

= ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وجاز خصاء البهائم ... وقيدوه بالمنفعة وإلا فحرام . تنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله : قوله : (قيدوه) أي جواز البهائم بالمنفعة وهي إرادة سمنها أو منعها عن العض .

(۹/۴۷۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (احسن الفتاویٰ:۸/۲۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا كانت الصورة مجسمة كانت أو مسطحة مقطوعة عضو لا تبقى الحياة معه ، فإن استعمال الصورة حينئذ جائز ، وهذا قول جماهير العلماء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة . (۱۲/۱۱۷ ، تصوير)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوحة عضو لا تعيش بدونه أو لغير ذي روح لا يكره . تنوير مع الدر . قال الشامي رحمه الله : قوله : (أو مقطوعة الرأس) أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي .

(۲/۳۶۱ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ ، كذا في البحر الرائق : ۲/۵۰ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۳۶۲ ، فصل في المكروهات)

(احسن الفتاویٰ:۸/۱۸۷، امداد الفتاویٰ:۴/۱۵۴، فتاویٰ محمودیہ:۱۸/۲۴۷، کراچی، ۲۷/۱۴۸، میرٹھ)

زبان کا کوئی مذہب نہیں

مسئلہ (۲۲۴): بعض لوگ انگریزی، مراٹھی اور ہندی زبانوں کو غیر اسلامی زبانیں قرار دے کر، اپنے بچوں کو ان کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں، اُن کا یہ عمل درست نہیں ہے، کیوں کہ کوئی زبان فی نفسہٖ ناجائز اور غیر اسلامی نہیں ہے، بلکہ الگ الگ زبانیں یا لب ولہجہ یہ قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے ہے، نیز کسی زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، بلکہ کسی مذہب کی کوئی زبان ہوتی ہے، اور محض اس وجہ سے کہ وہ کسی مذہب کی زبان ہے، اُسے غیر اسلامی اور غیر شرعی نہیں کہا جاسکتا، لیکن عام طور پر چونکہ مذکورہ زبانوں کی تعلیم بے دینی کے ماحول میں دی جاتی ہے، اس لیے علماء کرام اِس سے احتراز کی بات لکھتے ہیں، مگر جب ان زبانوں کی تعلیم اسلامی ماحول میں دی جائے، تو ان کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، اوران زبانوں کا سیکھنا نہ صرف مستحب بلکہ جب اِن سے مصلحتِ عامہ وابستہ ہوجائے تو فرضِ کفایہ ہے، جس کی طرف ہم مسلمانوں کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن اٰيٰته خلق السمٰوٰت والأرض واختلاف ألسنتكم وألوانكم إن في ذلک لآيٰت للعٰلمين﴾ . (سورة الروم : ۲۲)

ما في " تفسير المظهري " : أي لغاتكم بأن علّم كل صنف لغة وألهمه وأقدره عليها أو أجناس نطقكم وأشكاله وكيفيات أصواتكم بحيث لا يكاد يلتبس صوت أحد بغيره .
(۲۳۶/۷)

ما في " روح المعاني " : أي لغاتكم بأن علّم سبحانه كل صنف لغته أو ألهمه جلّ وعلا وضعها وأقدره عليها ، فصار بعض يتكلم بالعربية وبعض بالفارسية وبعض بالرومية إلى غير ذلک مما الله تعالى أعلم بكميته . (۴۸/۱۲)

والدین، استاد یا اہلِ علم کی تعظیم میں کھڑا ہونا

مسئلہ (۲۲۵): والدین، استاد، اہلِ علم یا دوسرے قابلِ تعظیم افراد کے لیے کھڑا ہونا بغرضِ اکرام جائز ہے، بلکہ فقہاء کرام نے اسے مستحب لکھا ہے۔ (۱)

ما في " التفسير المنير " : إن في ذلک المذکور لآيات دالة على تمام القدرة الإلٰهية لقوم ذوي عقول نافذة، وأفکاره مبصرة ، وعلوم نافعة تهديهم إلى الحق ، وترشدهم إلى التفكير في المخلوقات ، وتبين لهم أنها خلقت لحكمة بالغة ، ومصلحة راقية ، لا عبثًا ولا فسادًا . (۱۱/۷٦)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يباح تعليم غير العربية للأفراد ، وقد تستحب لهم ، ويجب تعلمها وجوب كفاية للمصلحة العامة ، كاتقاء شر الأعداء ، وقد ورد عن زيد بن ثابت رضي الله عنه أنه قال: " أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلّم له كتاب يهود ، قال: إني والله لا آمن يهود على كتاب " قال : فما مرّ بي نصف شهر حتى تعلّمته له ، قال: فما تعلّمته كان إذا كتب إلى يهود كتبتُ إليهم ، وإذا كتبوا له قرأتُ له كتابهم ، وفي رواية : " أنه أمره أن يتعلم السريانية " والإسلام رسالة عالمية ، قال تعالى : ﴿قل يآيها الناس إني رسول الله إليكم جميعًا﴾ . [الأعراف : ۱۵۸] ويجب على المسلمين تبليغ الرسال إلى الناس جميعًا بلغة يفهمونها وجوب كفاية .

(۳۵/۲۷۸ ، لغة ، تعلّم غير العربي من اللغات)

ما في " رد المحتار " : قال في تبيين المحارم : وأما فرض الكفاية من العلم فهو كل علم لا يستغنى عنه في قوام أمور الدنيا كالطب والحساب والنحو واللغة والكلام والقراء ات ...... وأصول الصناعات والفلاحة كالحياكة والسياسة والحجامة .

(۱/۱۲۲ ، مقدمة ، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين) (احسن الفتاویٰ:۸/۲۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد أن أهل قريظة نزلوا على حكم سعد فأرسل النبي ﷺ إليه فقال : " قوموا إلى سيدكم " . الحديث .

(۲/۹۲٦ ، كتاب الاستئذان ، باب قول النبي ﷺ : قوموا إلى سيدكم)=

= ما في ” حاشية صحيح البخاري “ : وفيه استحباب القيام عند دخول الأفضل وهو غير القيام المنهي ، لأن ذلک بمعنى الوقوف ، وهذا بمعنى النهوض . (۹۲٦/۲)

ما في ” عمدة القاري شرح صحيح البخاري “ : وفيه : أمر السلطان والحاكم بإكرام السيد من المسلمين ، وجواز إكرام أهل الفضل في مجلس السلطان الأكبر ، والقيام فيه لغيره من أصحابه ...... وقال الخطابي : في حديث الباب جواز إطلاق السيد على الحبر الفاضل ، وفيه : أن قيام المرؤوس للرئيس الفاضل والإمام العادل والمتعلّم للعالم مستحب ...... وعن أبي الوليد بن رشد : أن القيام على أربعة أوجه : ...... والثالث : جائز وهو أن يقع على سبيل البر والإكرام لمن لا يريد ذلک ، ويؤمن معه التشبه بالجبابرة ..... وقال البيهقي : القيام على وجه البر والإكرام جائز كقيام الأنصار لسعد . (۲۲/ ۳۹۱ ، تحت رقم : ٦۲٦۲)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وقال بعض العلماء : في الحديث إكرام أهل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقيام لهم إذا أقبلوا احتج بالحديث جماهير العلماء .... وقال النووي : هذا القيام للقادم من أهل الفضل مستحب ..... وقال الإمام حجة الإسلام : القيام مكروه على سبيل الإعظام لا على سبيل الإكرام ، ولعله أراد بالإكرام القيام للتحية بمزيد المحبة كما تدل عليه المصافحة ، وبالإعظام التمثل له بالقيام وهو جالس على عادة الأمراء الفخام والله اعلم بكل حال ومقام .

(۸/۵۰۸ ، ۵۰۹ ، كتاب الأدب ، باب القيام ، تحت رقم : ۴٦۹۵)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وفي ” الوهبانية “ : يجوز بل يندب القيام تعظيمًا للقادم كما يجوز القيام ، ولو لقارئ بين يدي العلم . الدر المختار . قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله: أي إن كان ممن يستحق التعظيم ، قال في ” القنية “ : قيام الجالس في المسجد لم دخل عليه تعظيمًا ، وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيمًا لا يكره إذا كان ممن يستحق التعظيم .

(۹/۴٦۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في البيع) (فتاوی عثمانی:۱/۲۹۵)

مصادر و مراجع

کتبِ عقائد

۱	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۲	الابانہ عن اُصول الدیانہ	امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری	دار ابن حزم
۳	القول المفید علی کتاب التوحید	محمد بن صالح عثیمین	دار ابن الجوزی

کتب تفاسیر

۴	تفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۵	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی بغدادی	// //
۶	تفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۷	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	// //
۹	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر دمشقی	مکتبہ الاشرفی دیوبند
۱۱	مختصر تفسیر ابن کثیر	//	دار القرآن الکریم دمشق
۱۲	الدر المنثور فی التفسیر الماثور	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳	حاشیۃ القونوی علی البیضاوی	امام عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	// //
۱۴	معارج التفکر ودقائق التدبر	امام عبدالرحمٰن حبنکہ المیدانی	دار القلم دمشق
۱۵	تاویلات اہل السنۃ	امام ابومنصور ماتریدی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶	المحرر الوجیز	قاضی ابومحمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی	// //
۱۷	تفسیر ابی السعود	قاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی حنفی	دار الفکر دمشق

۱۸	تفسیر طبری	امام محمد بن جریر طبری	دار المعرفۃ بیروت
۱۹	تفسیر النسفی	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۲۰	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۱	احکام القرآن	افادات حکیم الامت تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۲	احکام القرآن	امام ابو بکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۲۳	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۲۴	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب	فرید بکڈ پو دیوبند

کتب احادیث

۲۵	صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند/ بیروت
۲۶	صحیح مسلم	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری	// //
۲۷	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۲۸	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۲۹	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن بن شعیب بن علی نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی/ بیروت
۳۰	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۱	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۳۲	مؤطا امام مالک	امام دار الہجرۃ مالک بن انس	مکتبہ بلال دیوبند
۳۳	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دار الفکر دمشق
۳۴	سنن دار قطنی	امام حافظ علی بن عمر	دار الایمان/ دار المحاسن قاہرہ
۳۵	معجم کبیر طبرانی	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربی
۳۶	معجم اوسط طبرانی	//	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۷	سنن کبری بیہقی	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	// //

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۳۸	شعب الایمان	//	// //
۳۹	الآداب للبیہقی	//	// //
۴۰	دلائل النبوۃ للبیہقی	//	// //
۴۱	مصنف عبدالرزاق	حافظ ابوبکر عبدالرزاق ابن ہمام صنعانی	المجلس العلمی سملک سورت
۴۲	عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی	حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ
۴۳	فیض القدیر للمناوی	شیخ عبدالرؤف المناوی	دارالمعرفۃ بیروت
۴۴	نیل الاوطار للشوکانی	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۵	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۶	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نورالدین ھیثمی	// //
۴۷	کنز العمال	علامہ علاءالدین علی متقی ہندی	// //
۴۸	الادب المفرد للبخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	
۴۹	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دارالایمان سہارنپور
۵۰	تحفۃ الاشراف	حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن المزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۵۱	حاشیہ بخاری	حافظ احمد علی سہارنپوری/ شیخ محمد قاسم نانوتوی	مکتبہ بلال/ دارالسلام
۵۲	فیض الباری شرح البخاری	علامہ شیخ انورشاہ کشمیری	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۵۳	فتح الباری شرح البخاری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	دارالسلام ریاض
۵۴	عمدۃ القاری شرح البخاری	امام بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۵۵	لامع الدراری علی البخاری	شیخ محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۵۶	مقدمۃ لامع الدراری علی البخاری	//	// //
۵۷	کشف الباری شرح البخاری	مولانا سلیم اللہ خان صاحب	مکتبہ فاروقیہ کراچی
۵۸	التلخیص الحبیر	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	مؤسسۃ قرطبۃ
۵۹	شرح النووی علی مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	مکتبہ بلال/ بیروت

۶۰	تکملۃ فتح الملہم	شیخ شبیر احمد عثمانی/مفتی تقی عثمانی	دار احیاء التراث العربی
۶۱	معالم السنن	امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البُستی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۲	حاشیہ ابن العربی مع ابی داود	ابن العربی	مکتبہ دار السلام سہارنپور
۶۳	بذل المجہود	علامہ شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
۶۴	تعلیق علی ہامش بذل المجہود	شیخ تقی الدین ندوی	// //
۶۵	عون المعبود	شیخ ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	بیت الافکار/احیاء التراث
۶۶	فضل المعبود اردو	شیخ الحدیث مولانا منظور احمد	المصباح اردو بازار لاہور
۶۷	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی المالکی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۸	تحفۃ الاحوذی	شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری	احیاء التراث/مؤسسۃ التاریخ
۶۹	العرف الشذی	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	دار احیاء التراث العربی
۷۰	حاشیہ ابن ماجہ	شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی مدنی	مکتبہ دار السلام سہارنپور
۷۱	شروح ابن ماجہ	شروحات مختلفہ، تحقیق رائد بن صبری ابن ابی علفہ	بیت الافکار الدولیۃ
۷۲	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۷۳	شرح الطیبی	امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ طیبی	مکتبہ زکریا دیوبند
۷۴	التعلیق الصبیح	علامہ ادریس کاندھلوی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۷۵	اشعۃ اللمعات	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۷۶	اوجز المسالک	شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۷۷	شرح الزُّرقانی	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی	دار احیاء التراث العربی
۷۸	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاوی	ہندی/بیروت
۷۹	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸۰	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی	دار الاشاعت کراچی

کتب فقہ وفتاویٰ عربی

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۸۱	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دارالکتب العلمیۃ/ دارالمعرفۃ
۸۲	تنویر الابصار مع الدر والرد	امام محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۸۳	الدرالمختار مع الشامی	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	بیروت/ دارالثقافۃ دمشق
۸۴	ردالمحتار (شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت/ دیوبند/ نعمانیہ
۸۵	فتح القدیر	محقق ابن ہمام حنفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۸۶	البحرالرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	// //
۸۷	منحۃ الخالق علی البحرالرائق	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	// //
۸۸	تبیین الحقائق	امام فخرالدین عثمان بن علی زیلعی	// //
۸۹	النہرالفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	// //
۹۰	تحفۃ الفقہاء	علامہ شیخ علاء الدین محمد سمرقندی	// //
۹۱	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	دارالکتاب دیوبند/ بیروت
۹۲	تعلیق بدائع الصنائع	شیخ علی محمد معوض/ شیخ عادل احمد الموجود	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۳	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام وجماعت علماء ہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۹۴	الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	// //
۹۵	فتاوی قاضیخان علی ہامش الہندیۃ	امام فخرالدین حسن بن منصوراوزجندی	مکتبہ زکریا/ مکتبہ حقانیہ
۹۶	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دارالایمان سہارنپور
۹۷	حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/ مکتبہ اشرفیہ
۹۸	الفقہ الاسلامی وأدلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۹۹	حاشیۃ الفقہ الاسلامی وادلتہ	//	// //
۱۰۰	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف کویت

۱۰۱	مراقی الفلاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۲	السعایہ شرح الوقایہ	علامۃ الہند محمد عبد الحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۰۳	حلبی کبیر	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۰۴	المحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بخاری	دار احیاء التراث العربی
۱۰۵	خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن عبد الرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۶	مختصر القدوری	امام احمد بن محمد بن جعفر بغدادی القدوری	بلال بکڈپو دہلی
۱۰۷	حاشیۃ القدوری	علامہ شیخ نظام الدین کیرانوی	// //
۱۰۸	الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابوبکر بن علی الحداد	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۰۹	مجمع الانہر	شیخ عبد الرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۰	الدر المنتقی شرح الملتقی	شیخ محمد بن علی (علاء حصکفی)	// //
۱۱۱	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دار الرسالۃ العالمیۃ دمشق
۱۱۲	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبد الحمید محمود طہماز	دار القلم دمشق
۱۱۳	النتف فی الفتاوی	امام ابو الحسن علی بن حسین سغدی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۴	الہدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	قدیمی ہندی
۱۱۵	الفتاوی الولوالجیہ	امام ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید الولوالجی	دار الایمان سہارنپور
۱۱۶	مجمع البحرین وملتقی النیرین	امام مظفر الدین (ابن ساعاتی حنفی)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۷	تیسیر الفقہ الحنفی	شیخ ابوذر حسن الفاضلی	// //
۱۱۸	شرح الوقایہ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	مکتبہ رحیمیہ دیوبند
۱۱۹	کتاب التجنیس والمزید	امام علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل مرغینانی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۰	الہدیۃ العلائیۃ	محمد علاء الدین بن محمد امین عابدین دمشقی	دار ابن حزم بیروت
۱۲۱	البحر العمیق	امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن ضیاء مکی	مؤسسۃ الریان/ المکتبۃ المکیۃ
۱۲۲	فتاوی ابن نجیم	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	المکتبۃ الازہریۃ للتراث

۱۲۳	فتاوی الامام النووی	شیخ علاء الدین بن العطار	دار الحدیث القاہرۃ
۱۲۴	روضۃ الطالبین للنووی	محی الدین یحی بن شرف ابی زکریا النووی	المکتب الاسلامی
۱۲۵	فتاوی شرعیہ معاصرہ	محمد ابراہیم الحفناوی	دار الحدیث القاہرۃ
۱۲۶	اللباب فی شرح الکتاب	شیخ عبد الغنی الغنیمی المیدانی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲۷	نور الایضاح ونجاۃ الارواح	فقیہ نبیل شیخ حسن بن علی شرنبلالی	مکتبہ کنوز العلم/ مکتبہ بلال
۱۲۸	حاشیۃ الاصباح علی نور الایضاح	علامہ شیخ محمد اعزاز علی دیوبندی	// //
۱۲۹	اشرف الایضاح علی نور الایضاح	مختار علی	// //
۱۳۰	حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر	محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی	دار الفکر دمشق
۱۳۱	الانصاف للمرداوی	علاء الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی	دار احیاء التراث العربی
۱۳۲	المغنی والشرح الکبیر	ابومحمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی	دار الفکر دمشق
۱۳۳	مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	// //
۱۳۴	کشاف القناع	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ	// //
۱۳۵	المہذب للشیرازی	امام ابواسحٰق شیرازی	مطبع عیسی الحلبی
۱۳۶	المجموع شرح المہذب للنووی	امام یحی بن شرف النووی	دار الفکر دمشق
۱۳۷	فتاوی ابن حجر	علی شبکۃ الانترنیت	
۱۳۸	مختصر اختلاف العلماء	ابوجعفر طحاوی/ ابوبکر احمد بن علی جصاص	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
۱۳۹	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	بحوالہ فتاوی محمودیہ میرٹھ/ کتاب الفتاویٰ	مطبوعۃ الخیریۃ میرٹھ
۱۴۰	تحفۃ المودود باحکام المولود	شمس الدین بن ابوبکر ابن قیم الجوزیۃ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۱۴۱	اتحاف اولی الالباب بحقوق الطفل	ابوعبد اللہ احمد بن احمد العیسوی	دار الکیان الریاض
۱۴۲	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ الصحوۃ کویت
۱۴۳	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی

کتب فقہ وفتاویٰ اردو

۱۴۴	فتاوی محمودیہ	علامہ مفتی محمود حسن گنگوہی	فاروقیہ کراچی/محمودیہ میرٹھ
۱۴۵	حاشیہ فتاوی محمودیہ	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	// //
۱۴۶	فتاوی رحیمیہ	علامہ مفتی عبدالرحیم لاجپوری	دارالاشاعت کراچی
۱۴۷	خیر الفتاوی	علامہ مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبۃ الحق جوگیشوری
۱۴۸	احسن الفتاوی	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دارالاشاعت دیوبند
۱۴۹	امداد الفتاوی	علامہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
۱۵۰	فتاوی حقانیہ	علامہ مفتی عبدالحق پاکستانی	دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۱۵۱	فتاوی بنوریہ	علی شبکۃ الانترنیت	ویب جامعہ بنوریہ
۱۵۲	کتاب الفتاوی	علامہ شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۵۳	فتاوی عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۵۴	فتاوی دارالعلوم	علامہ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۵۵	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت پاکستان
۱۵۶	فتاوی رشیدیہ	علامہ مفتی رشید احمد گنگوہی	جسیم بکڈ پو دیوبند
۱۵۷	تالیفات رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	
۱۵۸	فتاوی امارت شرعیہ	فقیہ زمن قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	امارت شرعیہ پٹنہ
۱۵۹	آپ کے مسائل اور ان کا حل	علامہ مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہید	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۶۰	نظام الفتاوی	فقیہ عصر مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۱۶۱	فتاوی نظامیہ اوندرویہ	//	ساجدہ بکڈ پو دیوبند
۱۶۲	فتاوی عبدالحی	علامہ شیخ عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۶۳	فتاوی احیاء العلوم	استاذ العلماء الحاج مفتی محمد یٰسین	جامعہ احیاء العلوم مبارکپور
۱۶۴	فقہی مقالات	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈ پو دیوبند

۱۶۵	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۶۶	جدید مسائل کا حل	مجموعہ افادات اکابر/ اشرفیہ مجلس علم وتحقیق	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۱۶۷	جواہر الفقہ	علامہ مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامع مسجد
۱۶۸	اغلاط العوام	حکیم الامت علامہ اشرف علی تھانوی	شمس پبلشرز دیوبند
۱۶۹	اصلاح الرسوم	//	عروش پبلیکیشنز دیوبند
۱۷۰	بچے حقوق واحکام	محمد نعمت اللہ قاسمی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

کتب اصول فقہ وقواعد فقہ

۱۷۱	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۷۲	غمز عیون البصائر	مولانا السید احمد بن محمد حنفی حموی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۳	شرح المجلۃ	شیخ سلیم رستم باز البنانی	دار احیاء التراث العربی
۱۷۴	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دار الجیل بیروت
۱۷۵	الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابو اسحاق شاطبی	دار المعرفۃ/ احیاء التراث
۱۷۶	الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	الہدیٰ پبلیکیشنز نئی دہلی
۱۷۷	اصول الشاشی	امام نظام الدین الشاشی	مکتبہ بلال بکڈپو دہلی
۱۷۸	ھامش اصول الشاشی	مولوی حافظ محمد برکت اللہ فرنگی محلی	// //
۱۷۹	نور الانوار	شیخ احمد ملا جیون	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۸۰	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۱۸۱	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۱۸۲	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا
۱۸۳	القواعد الکلیۃ والضوابط الفقہیۃ	محمد عثمان شبیر	دار النفائس اردن
۱۸۴	ترتیب اللآلی فی سلک الأمالی	محمد بن سلیمان (ناظر زادہ)	مکتبۃ الرشد ریاض

کتب متفرقہ

۱۸۵	حیوۃ الحیوان الکبری	علامہ کمال الدین دمیری	
۱۸۶	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد الغزالی	دار المعرفۃ بیروت
۱۸۷	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف الجرجانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۸۸	الکافیہ مع حاشیۃ	علامہ ابن حاجب	
۱۸۹	سعایۃ النحو	مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی	
۱۹۰	تدریب النحو	سید ظفر احمد جمیل حسامی	

بحمد اللہ تم